رجسٹرڈ نمبر اے ۲۳۲۳

سالگرہ نمبر

تحفہ ماہنامہ

قائد

۱۳۵۸ھ

مدیر مسئول
اختر اسلام

مدیر انتظامی
(حکیم) انظار احمد

مطبوعہ شاہی برقی پریس مرادآباد (یوپی)

قواعد و ضوابط رسالہ

(۱) رسالہ کا نیا سال محرم سے شروع ہوتا ہے اور قمری ماہ کی ۵ تاریخ تک رسالہ تیار ہو جاتا ہے اور کو ڈاکخانہ میں پہنچا دیا جاتا ہے؛

(۲) اندرون ہند قمری ماہ کی ۱۵ تک رسالہ نہ پہنچے تو فوراً مطلع فرمایا جائے؛

(۳) قمری ماہ کی ۲۵ تاریخ کے بعد رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت ہوگی تو رسالہ قیمت سے بھیجا جائیگا؛

(۴) پتہ صاف اور خوشخط تحریر فرمایا جائے۔ اگر انگریزی میں پتہ کی ضرورت ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایا جائے؛

(۵) خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا جائے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف؛

(۶) جواب طلب امور کے لیئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے ورنہ دفتر جواب کا ذمہ دار نہیں؛

(۷) مہذب اشتہارات شایع کیے جا سکتے ہیں بشرطیکہ اجرت پیشگی ادا فرمائی جائے۔

(۸) مہذب اور مستند مضامین شایع کیے جا سکتے ہیں مگر مسلک کے مخالف مضامین پر سنجیدہ تبصرہ بھی کیا جائیگا؛

(۹) چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر آنا چاہیئے؛

(۱۰) ترسیل زر بنام مولانا حکیم انظار احمد صاحب مدیر انتظامی رسالہ قائد مراد آباد ہونا چاہیئے؛

(۱۱) ایجنسی کی شرائط خط و کتابت سے طے کی جائیں؛

شرح چندہ

اندرون ملک

سالانہ:- ایکروپیہ

ششماہی:- بارہ آنے

بیرون ہندوستان

سالانہ:- ۳ شلنگ

نمونہ مفت

اجرت اشتہارات

ایک صفحہ

ایکمرتبہ	آٹھ روپے	عہ
ایکسال (۱۲ مرتبہ)	ستر روپے	مغعہ

نصف صفحہ

ایکمرتبہ	پانچ روپے	صہ

چوتھائی صفحہ

ایکمرتبہ	دو روپے بارہ آنہ	عہ/۱۲

معجز نما ترجمہ اور تفسیر

جس کو دور حاضر کے علمانے بالاتفاق بہتر۔ مستند اور سب سے زیادہ عام فہم قرار دیا ہے
سیدنا شیخ الہند اول حضرت سیدنا و مولینا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز اسیر مالٹا کا ترجمہ ہے۔
جس کے حاشیہ پر سورہ بقرہ اور سورہ نسا، کی تفسیر حضرت موصوف کی جانب سے اور باقی تمام قرآن پاک
کی تفسیر **حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی۔ صدر مہتمم دار العلوم دیوبند**
کی تحریر فرمودہ ہے۔ جو اپنی سلاست۔ سہولت۔ دلچسپی اور استناد میں تمام مروجہ تفاسیر سے بہتر مانی
گئی ہے۔ جسکو مدینہ پریس نے بار بار طبع کرایا۔ اور ہاتھوں ہاتھ ہدیہ ہو گیا۔

اس مرتبہ عکسی بلاک کے ذریعہ نہایت آب و تاب سے طبع کرایا ہے
صرف ایک قرآن شریف خرید کر آپ تین فائدے حاصل کیجئے

(۱) تلاوت کے لئے بہترین قرآن پاک۔ جو نہایت صاف و بہت خوبصورت
(۲) ترجمہ تحت اللفظ مطالعہ کرتے رہئے اور عربی الفاظ کے نہایت سہل۔ عام فہم اور مستند معنی معلوم کرتے رہئے
(۳) حاشیہ پر تفسیر ملاحظہ فرمائیے اور عام تفسیروں سے بے نیاز ہو جائیے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن پاک بیش بہا دولت ہے۔ اگر آپ اپنے پاس رکھیں تو بیش بہا خزانہ ہے۔ لخت جگر
کو جہیز میں دیں تو بہترین انعام ہے۔ کسی دوست کو ہدیہ دیں تو اعلیٰ ترین تحفہ ہے۔

رعائتی ہدیہ ۱۳ ربیع الاول تک مجلد لعہ، غیر مجلد ۱۲؎، محصول ڈاک

حمائل شریف عکسی مترجم

مذکورہ بالا ترجمہ اور حواشی اور مذکورہ بالا خوبیوں کے ساتھ ساتھ حمائل شریف بھی طبع
کرائی گئی ہے رعائتی ہدیہ ۱۳ ربیع الاول تک مجلد قسم اول ۸؎۔ قسم دوم سے ۔ محصول
ڈاک ہدیہ کے علاوہ ہوگا جسکی تفصیل یہ ہے۔ قرآن شریف مجلد عہ غیر مجلد عہ حمائل شریف ؏ غیر مجلد ۱۲

تفسیر بیان القرآن

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب کی مشہور تفسیر ہے
اصل ہدیہ عسہ رعائتی عہ علاوہ محصول ڈاک

منیجر کتب خانہ فخریہ۔ امروہی گیٹ مراد آباد

سات دن میں جوانی

ایک عجیب علاج (اور) حیرت انگیز اثر

جوان بنانے کیلئے کتنے ہی اشتہار شائع ہو رہے ہیں جنکی گنتی مشکل ہے۔ مشاہدات نے ثابت کیا ہے کہ کوئی دوا یا علاج اس مقصد کے لئے کامیاب نہیں ہو سکا۔ محققین مدت سے اس تگ و دو میں لگے ہوئے تھے کہ آخر نامردی کے علاج میں کونسا طریقہ مفید اور کامیاب ہو سکتا ہے اور ہم کیونکر اس کے علاج میں فتحیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ چند سال کی لگاتار اور لاانتہا کوششوں اور تجاربے کے بعد "ری جودین" ایک ایسا نایاب علاج دریافت کر لیا گیا جو حقیقت میں نامرد کو مرد بنا دیتا ہے۔ گیا گذرا مرد جو عیش و بری باتوں میں مبتلا رہ کر اپنے جوہر حیات کو برباد کر چکا ہو۔ پورے سات دن میں تعجب انگیز طریقہ پر مکمل مردمی حاصل کر لیتا ہے۔ اگر اس کو وقت پر شرمندگی ہوتی ہو۔ جوانی میں بڑھاپے کے آثار نظر آنے لگے ہوں۔ غرضیکہ جوہر حیات کو برباد کرنے کے بعد جو بری علامات ظاہری و اندرونی پیدا ہو گئی ہوں اُن سب کو دور کر دیتا ہے۔ اس علاج کا کمال یہ ہے کہ مریض آدھ گھنٹہ میں دوا کا اثر محسوس کرنے لگتا ہے۔ مگر شرط یہی ہوتی ہے کہ کامل سات دن تک اپنے پر قابو رکھنا پڑیگا۔ اگر بے صبری سے کام لیا تو اصول علاج میں خرابی آجائے گی اس لئے اس کورس کو صرف وہی حضرات منگائیں جو سات دن تک ضبط سے کام لینے کا اقرار کریں۔

آپ مرد بننا چاہتے ہیں تو میدان میں آئیے۔ اور "ری جودین" کا کرشمہ دیکھئے۔ نہیں بتایا جا سکتا کہ طاقت کا کیا حال ہوگا۔ آپ خود ہی دیکھ لیں گے کہ "ری جودین" یقیناً جادو کی طرح اثر کرتا ہے۔ تیر کی طرح لگتا ہے اور ساری شرمندگی اور ندامت جو بوقت خاص اٹھانی پڑتی تھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور حیرت ہونے لگتی ہے کہ ہم کیا تھے اور کیا بن گئے تجربہ کر لیجئے۔ سچائی کو آزما لیجئے آپ کی کمزوری طاقت میں تبدیل ہو کر آپ کو مجبور کر دیگی کہ شادی اور کی جائے۔ ہر خوراک جسم میں خون ہی خون بنائے گی۔ مردہ اعصاب کو جگائیگی۔ بس ان ہی دنوں میں صبر سے کام لیا جائیگا۔ اعضاء تناسل کی جملہ خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ اس علاج کے موجد نے دو دواؤں کا کورس تیار کیا ہے۔ ایک کھانے کی دوا "ویلیٹن" دوسری لگانے کی دوا "فاسفورس آئل" ہے۔ اس کورس میں دونوں دوائیں پوری مقدار میں ہوتی ہیں۔ جو ایک مریض کے لئے بالکل کافی ہوتی ہیں جو طاقت مردمی اور دوبارہ جوانی کا طلسمی بکس کہلاتا ہے۔

خدا کی ذات پر یقین کیجئے جس نے اس کورس کے محقق کو معلومات و تجربات کی دنیا میں خدمت خلق کے لئے وقف کر دیا ہے۔ آزمائیے اور حیرت کیجئے "ری جودین" اس صدی کا انمول علاج ہے۔ ہر عمر اور ہر مزاج کا انسان اس سے ہر وقت ہر وقت فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ مکمل کورس کی قیمت پانچ روپے۔ ڈاک کے محصول ۸؍ خرچ ہوں گے، اگر فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس یا دوبارہ دوا مفت اور مشورہ مفت (جھوٹ بولنا حرام ہے۔) پتہ :-

سعید برادرس اینڈ کو کلاں محل ۱۲ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قائد

شرح چندہ
سالانہ ــــ عہ/
ششماہی ــــ ۱۲/

ممالک غیر سے
سالانہ ــــ ۲ شلنگ

ترسیل زر کا پتہ :- مولانا حکیم انظار احمد مدیر انتظامی فیل خانہ مراد آباد

جلد ۲ | بابت ماہ محرم الحرام و صفر المظفر ۱۳۵۸ھ ہجری | نمبر ۱، ۲

فہرست مضامین

معروضاتِ اولیہ

(۱) ربنا لا نحصی ثناء علیک - انت کما اثنیت علی نفسک - ربنا لک الحمد - ولک الشکر - منک المنۃ والتوفیق وعلیک التکلان - ایاک نعبد وایاک نستعین - اھدنا الصراط المستقیم ثم نصلی ونسلم علی مؤسس الحمد - ومبین سبل الشکر - راس الحامدین وقدوۃ الشاکرین الذی ارسل رحمۃ للعالمین - وخاتم الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ الطیبین الطاہرین

(۲) خدا عزوجل کے شکر کے بعد واجب ہے کہ اپنے کرمفرما احباب اور بزرگوں کا شکریہ ادا کیا جائے جنکی توجہات عالیہ کے طفیل میں خریداران رسالہ کی تعداد صرف گیارہ ماہ میں امید سے زیادہ بڑھگئی نیز جنکی قلمی امداد نے رسالہ کی علمی شان کو چار چاند لگدئیے - اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حضرات کا شکریہ سب سے پہلے واجب ہے :-

سیدنا شیخ الہند حضرت علامہ مولانا سید حسین احمد صاحب
حضرت علامہ الحاج مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب - بہار
حضرت علامہ الحاج الحافظ مولانا اعزاز علی صاحب - دیوبند
حضرت علامہ الحاج مولانا معین الدین صاحب اجمیری
حضرت علامہ مولانا محمد شفیع صاحب سہسرامی -
حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن صاحب شیخ الحدیث مئو -
حضرت راس المفسرین مولانا احمد علی صاحب - لاہور -
حضرت مولانا شکر اللہ صاحب - مبارکپور -
حضرت مولانا شاہ حبیب الحق صاحب مظفر پور
حضرت مولانا جمیل احمد صاحب صدر مدرس جامع العلوم مظفرپور
حضرت مولانا قاری عبد المجید صاحب - مظفر پور -
حضرت مولانا زکریا صاحب مدرس اول مدرسۂ اسلامیہ محمدیہ کھگا
حضرت مولانا عبد الغنی صاحب - مظفر پور -
حضرت مولانا عبد العزیز صاحب چنگ پور روڈ مونگیر
جناب مولانا عبد الحمید صاحب پورینی - ضلع بھاگلپور
جناب مولانا شاہ احمد صاحب صدیقی
جناب مولانا محمد بلاق صاحب - بھاگلپور
جناب مولانا عبد الخالق صاحب ناظم انجمن صلاح البیان دیوبند
جناب مولوی عبد الرشید صاحب کچھاری - دیوبند
جناب مولوی محمد اسرائیل صاحب مونگیر -

جناب مولانا ابو اللیث صاحب
جناب مولانا مختار احمد صاحب دیوبند -
جناب حکیم فضل الحق صاحب - مونگیر
جناب مولانا اظہار الحق صاحب ناظم جمعیۃ الطلبہ سارن
جناب مولانا قمر الزماں صاحب
جناب مولانا غلام محمد صاحب گجراتی - دیوبند
جناب مولانا فرزند علی صاحب - رائے بریلی -
جناب مولانا محمد یامین صاحب - لائلپور - پنجاب
جناب مولانا منیر الدین صاحب - آرہ شاہ آباد
جناب مولوی رحیم الدین صاحب - لودھیانہ - پنجاب
جناب مولوی اسمعیل دسائی - جامعہ ڈابھیل سورت
جناب مرزا قاسم بیگ صاحب - ضلع ہردوئی -
جناب مولانا شمسی اسلام آبادی - دار العلوم دیوبند -
جناب مولانا عبد الحق صاحب مدرس دار العلوم دیوبند
جناب مولوی ابو سعید خدا بخش صاحب - ملتان
عبد اللطیف خاں صاحب ضلع گوڑگاؤں
جناب ماسٹر عبد العزیز خاں صاحب ضلع گوڑگاؤں
جناب مولوی بشیر الدین صاحب - خیرآباد اعظم گڈھ

اسی طرح اور بہت سے کرمفرما ہیں جن کا شکریہ واجب ہے اور ادارۂ قائد اُن کا تہ دل سے شکر گزار ہے - مگر افسوس ہے کہ صفحات رسالہ تنگ ہیں - یقین ہے کہ یہ تمام بزرگ اس کوتاہی کو معاف فرمائیں گے

شذرات

اختتام و آغاز | شروع اور ختم دو متضاد لفظ ہیں مگر کسقدر ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ آج جب سال گذشتہ کے متعلق کچھ معذرت کرنی ہے تو اسی وقت سال نو کے متعلق بھی کچھ معروضات پیش کرنی ہیں۔

مقاصد رسالہ | عالی مقاصد کا تخیل ایک رسالہ کا نقشہ عرصہ سے پیش کر رہا تھا۔ الحمد للہ کہ ۴۹ھ کے آغاز میں اس کا ظہور رہوا۔ رسالہ کے بلند مقاصد کا ذکر بار بار کیا گیا۔ اور الحمد للہ کہ ایک سالہ اشاعت نے اس کو بلند پایہ علمی رسالہ ثابت کر دیا۔ جو سب سے سستا اور سب سے سہل الحصول ہے۔

اور پھر اکابر ملت اور احباب کرام کی مخصوص دعا اور پُر خلوص جد و جہد نے چند ماہ کے عرصہ میں اس کو اہل علم کا منظور نظر اور مقبول عام رسالہ بنا دیا۔ فللّٰہ الحمد

ہندوستان میں محکمۂ قضا کے قیام کے متعلق خیالات کو ہموار کرنا رسالہ کا سب سے پہلا مقصد تھا جو کسی وجہ سے ابتداءً شائع نہیں کیا گیا۔ مگر حضرت علامہ غازی مولانا محمد بن عبداللہ عرف منصور انصاری مدظلہم العالی (جو سیدنا شیخ الہند اول حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی تحریک کے رکن رکین۔ اور حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھی کے دست راست تھے جسکی پاداش میں وہ پچیس برس سے جلاوطن۔ اہل وعیال سے دور کابل میں مہاجرانہ زندگی بسر کر رہے ہیں) کی مخصوص توجہات نے نظریہ میں اور بلندی پیدا کر دی۔ اور اب حکومت الٰہی یا آسمانی حکومت کی تبلیغ و اشاعت رسالہ کا اہم مقصود ہو گیا۔ جو کمیونزم۔ سوشلزم وغیرہ کی طرح ایک خاص طرز حکومت ہے۔ جو عالم انسانی کو راحت اور اطمینان۔ حریت اور ترقی سے ہمکنار کرتا ہے۔ اور جسکی اشاعت و تبلیغ پرستاران رب العالمین و بندگان احکم الحاکمین پر اسی طرح فرض ہے جیسے ایک کمیونسٹ کے لئے کمیونزم۔ یا ایک سوشلسٹ کے لئے سوشلزم کی اشاعت اُس کا فرض منصبی ہے۔

آغاز ۵۰ھ | دوسرے سال کا آغاز بفضلہ تعالیٰ پہلے سال کی بہ نسبت زیادہ شاندار ہے۔ اور امید ہے کہ اسی طرح ہر اگلا سال پچھلے سال سے شاندار رہیگا (انشاء اللہ تعالیٰ۔ وھو علیٰ ما نقول وکیل)

سال گذشتہ میں ناتجربہ کاری کے باعث کچھ انتظامی مشکلات افزوں رہیں۔ مگر رفتہ رفتہ وہ رفع ہو رہی ہیں۔ اور یقین ہے کہ جیسے جیسے رسالہ کی اشاعت افزوں ہوتی رہیگی باقی مشکلات بھی زائل ہوتی رہینگی

سیجعل اللہ بعد عسر یسرا
ربنا یسر لنا کل عسیر

اہم ترین گذارش ناظرین کرام کے لطف و کرم پر اعتماد کرتے ہوئے غیر مناسب نہ ہوگا اگر مالیہ کے متعلق پریشان داستان بھی کچھ سنا دی جائے۔ سال مختتم میں تقریباً آٹھ سو روپیہ کا خسارہ رہا۔ سال رواں کے بجٹ میں تقریباً پانسو روپیہ کا خسارہ ہے۔ مگر کیا جناب والا منظور فرمائیں گے کہ رسالہ خسارہ برداشت کرتا رہے۔

امداد کی صورتیں (۱) چھ ہزار خریدار اگر رسالہ کو میسر آجائیں تو وہ خسارہ سے محفوظ ہو جائے گا۔ ہمارے لئے یہ تعداد فراہم کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن جناب والا کا لطف و کرم کچھ پیش قدمی فرمائے تو کچھ بھی مشکل نہیں کہ سال رواں کے بارہ ماہ میں پانچ خریدار مہیا کر دیں۔ اس صورت سے رسالہ صرف ایک سال میں اپنے مصارف خود برداشت کریگا۔ ع ایا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

(۲) عنایت فرما کر اپنے حلقہ اثر میں رسالہ کے لئے اشتہارات کی سعی فرمائیے اور خط و کتابت سے اجرت طباعت اشتہارات طے فرمائیے۔

(۳) کتابیں منگاتے وقت کتب خانہ فخریہ کو مت فراموش کیجئے۔ اپنے آڈروں سے اسی کو نوازئیے۔ کیونکہ یہی کتب خانہ رسالہ کے لئے خسارہ برداشت کر رہا ہے۔ دار التالیف للاشاعت مراد آباد کی مطبوعات خود بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اور دوسروں کو بھی مطالعہ کی ہدایت فرمائیے۔ یہ کتابیں علم و تہذیب کے بہترین شاہکار ہیں۔ نیز کسی رسالہ یا کتاب کی طباعت و کتابت اعلیٰ پیمانہ پر کرانا چاہیں۔ تو شاہی برقی پریس کی

اصلاحات اور اعلانات

(۱) قائد کی یہ خصوصیت ہے کہ اُس نے مسلمانوں کی مذہبی۔ اقتصادی۔ معاشی۔ اصلاحی اور تبلیغی تاریخی اور سیاسی۔ تمام ضرورتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ مستقل عنوانات مقرر کر دئے ہیں۔ جو ٹائٹل کے آخری صفحہ پر درج ہوا کرتے ہیں

گذشتہ سال یہ کوشش رہی کہ ہر عنوان کے ماتحت مضمون شائع کیا جائے۔ لیکن اس میں دشواری یہ ہوئی کہ مضامین ایک اشاعت میں پورے شائع نہیں ہو سکتے تھے۔ بقیہ باقی رہ جاتا تھا۔ جو ناظرین کرام کے لئے بسا اوقات تکلیف دہ ہوتا تھا۔ جس کی شکایتیں بار بار موصول ہوئیں۔ مگر چونکہ درمیان سال میں طرز بدل دینا بہتر نہیں سمجھا گیا۔ لہذا ناظرین کرام کی فرمائشوں کی تعمیل کو ملتوی کیا جاتا رہا۔

اب سال نو میں اس طرز کو بدل دیا جائے گا۔ مضامین تو وہی شائع ہوں گے جو مستقل عنوانات کے تحت میں آسکیں۔ نیز مستند اور بلند پایہ ہوں۔

مگر یہ ضروری نہ ہوگا کہ ہر نمبر میں تمام عنوانات کے ماتحت مضامین شائع ہوں۔

صرف چند مضامین جن کا سلسلہ پہلے سے چل رہا ہے۔ وہ مسلسل رہیں گے۔

یعنی تعلیمات فرقان۔ تفسیر قرآن۔ ترجمہ فیہ ما فیہ اور المختار للفتوی

(۲) طرز رسالہ کی تبدیلی پر جو سب سے زیادہ مسرت بخش اعلان ہو سکتا ہے وہ یہ کہ آئندہ اشاعت میں حضرت علامہ مولانا محمد بن عبداللہ منصور انصاری کی تصنیف فرمودہ "سورہ فاتحہ کی تفسیر" مکمل شائع کی جائیگی۔ جس کی تمہید کا کچھ حصہ گزشتہ نمبروں میں شائع ہو چکا ہے۔ اور پھر اگر صفحات رسالہ نے موقعہ دیا تو "مسلم سوشلسٹ" کا باقی ماندہ حصہ بھی آئندہ نمبر ہی میں شائع کرنا شروع کر دیا جائے گا۔ انشاءاللہ

(۳) **حضرات اہل قلم** حضرات اہل قلم سے سالگرہ نمبر کے متعلق بہت کچھ توقعات تھیں۔ مگر افسوس کہ اُن کا نتیجہ حسرت و یاس رہا۔

بہر حال جن حضرات نے اعانت فرمائی رسالہ ان کی خدمت میں ہدیہ امتنان پیش کرتے ہوئے مزید توجہات کا مستدعی ہے۔ اس سلسلہ میں رفیق محترم مولانا محمد اطہر صاحب کٹکی رکن جمعیۃ علماء ہند کا ذکر خیر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نہ صرف یہ کہ قلمی معاون ہیں بلکہ عملی جد و جہد سے بھی رسالہ کے انتظامی معاملات میں سہولتیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(۴) **رسالہ کی قسم اول** اگرچہ بعض علم دوست پاکیزہ منش مفہوم اور معنے کے ساتھ کاغذ کی عمدگی اور خوبصورتی کو بھی برابر کی اہمیت دیتے ہیں۔ مگر ایسے حضرات بہت ہی کم ہیں۔ لہٰذا قسم اول کے سلسلہ کو بند کر دیا گیا۔ اب رسالہ صرف ایک قسم کے کاغذ پر طبع ہوا کرے گا۔ جس کی قیمت ایک روپیہ سال ہوگی۔ البتہ قسم اول کے خریدار صاحبان میں سے جن حضرات کا چندہ باقی ہے وہ بقایا چندہ کے بموجب رسالے وصول کر لینے کے بعد آیندہ چندہ ارسال فرما دیں۔ اور اسی وقت اُن سے مطالبہ بھی کیا جائیگا۔ اگر غلطی سے پہلے خط پہنچ گیا تو وہ دفتر کی غلطی ہوگی۔ بد دیانتی نہ تصور کی جائے۔

(۵) **جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس اور رسالہ کا آئندہ نمبر** الحمد للہ ۳-۴-۵-۶- مارچ کو دہلی میں جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس نہایت شان و شوکت سے بخیر و خوبی ختم ہوئے کارکنان ادارہ کو متفرق وجوہات سے اس اجلاس کے موقعہ پر مشغول رہنا پڑا۔ جس کی وجہ سے رسالہ ۱۵ کے بجائے ۲۲ کو شائع ہو رہا ہے۔ لیکن اجلاس دہلی کے ختم کے بعد واپسی ہوئی تو ایک جدید ذمہ داری کے ساتھ۔ یعنی طے کیا گیا کہ ماہ مئی میں مرکز یہ جمعیۃ علماء ہند۔ نیز جمعیۃ علماء صوبہ آگرہ کا اجلاس مرادآباد

میں ہوگا (خداوند عالم مبارک فرمائے)

اجلاس مرکزی - وصوبہ - اور اس کے مصارف - بہت بڑی ذمہ داری ہے - جس کے لئے آخری جدوجہد کرنا اراکین ادارہ "قائد" کا اہم ترین فریضہ ہوگا - اور جس کی تکمیل و تعمیل کے لئے جلد سے جلد مصروف عمل ہو جانا پڑے گا - (خداوند عالم توفیق بخشے)

لہٰذا اس مصروفیت اور مشغولیت کی وجہ سے غیر مناسب نہ ہوگا اگر حضرات ناظرین کرام سے درخواست کی جائے کہ وہ آیندہ رسالہ کا ربیع الاول کے پہلے ہفتہ میں انتظار فرمائیں -

اجلاس جمعیتہ العلماء کی تقریب میں رعایت پر رعایت جمعیتہ علماء ہند کے گذشتہ اور آئندہ اجلاسوں کی تقریب میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

سالگرہ نمبر کی مدت رعایت میں مزید توسیع

کردی جائے - لہٰذا گذارش ہے کہ جو حضرات یکم ربیع الاول ۵۰ھ تک جدید خریدار بن جائیں گے اُن کی خدمت میں سالگرہ نمبر مفت پیش کیا جائیگا - مگر جلدی کیجئے - صرف چند سو باقی رہ گئے ہیں - جو انشاء اللہ بہت جلد ختم ہو جائیں گے -

منی آرڈر فارم لکھتے وقت منی آرڈر فارم پر کرتے وقت کوپن پر اپنا پورا پتہ صاف اور خوشخط ضرور تحریر فرمایئے - لطف یہ ہے کہ تقریباً ۲۵ فیصدی حضرات اپنا نام نہیں لکھتے - اور اگر نام لکھدیتے ہیں تو پتہ نہیں تحریر فرماتے - لہٰذا عنایت فرما کر آیندہ سے احتیاط رکھئے کہ کوپن پر اپنا نام پورا پتہ صاف لکھا جائے - اس کے بغیر دفتر کو بہت زیادہ پریشانی برداشت کرنی پڑتی ہے - اور پھر بھی غلطی کا خطرہ رہتا ہے -

ڈاک خانہ والوں سے بہت زیادہ شکایت ہے کہ رسالے دفتر سے خاص طور پر مقابلہ وغیرہ کے بعد بھیجے جاتے ہیں - مگر بعض خریداروں کے پاس نہیں پہنچے - پوسٹ مین اور ملازمین ڈاکخانہ سے درخواست ہے کہ اس تکلیف کا ازالہ کریں -

آنے والے انقلاب کی تصویر بعض خریداران رسالہ نے قیمت رسالہ کے ساتھ اور برائے خریداری "آنے والے انقلاب کی تصویر" روانہ کیا ہے - ان کو چاہیئے کہ ۲ کے ٹکٹ اور روانہ فرمائیں کیونکہ قواعد ڈاکخانہ کے مطابق رسالہ میں اور کوئی چیز نہیں بھیجی جا سکتی - نیز دوسرے ایڈیشن میں جو صفحات بڑھ گئے ہیں لہٰذا بجائے ۲ کے ۳ قیمت کر دی گئی ہے کم از کم دس کے خریداروں کو سے سیکڑہ - علاوہ محصول ڈاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اساسِ انقلاب

یا

مراقبۂ نماز

از حضرت علامہ غازی مولانا محمد بن عبداللہ المعروف منصور انصاری دامت برکاتہم از کابل

الحمد للہ الذی ھدینا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدنا اللہ، والصلوٰۃ والسلام علی عبدہٖ و رسولہٖ محمد سید مبلغی الحکومۃ الرحمن و اقامۃ الصلوٰۃ وعلی الہٖ وعلی کل من اتبعہ من رسول اللہ۔

ربنا اجعلنا مقیمی الصلوٰۃ ومن ذریتنا ربنا وتقبل دعا! قال اللہ تعالیٰ اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین ۝ من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً کل حزب بما لدیھم فرحون پ ۲۱ ع ۵

تمہید: ایک قرآن خواں یہ دیکھ کر حیران رہجاتا ہے کہ مطالبہ نماز کے لیے مختصر صیغہ امر تو صلّوا ہے لیکن قرآن حکیم اوسکو ترک کرکے اکثر نماز کا مطالبہ لمبی عبارت (اقیموا الصلوٰۃ) سے فرماتا ہے۔

قرآن مبین کے اس ترک و اختیار کی علت عموماً یہ بیان کی جاتی ہے کہ صَلّوا (نماز پڑھو) کا مفہوم ہے کہ جیسی چاہو (کامل یا ناقص) نماز پڑھ ڈالو! اور اقیموا الصلوٰۃ (نماز برپا کرو) کا مطلب یہ ہے کہ نماز کامل "یعنی جملہ حقوق اور کمال پابندیٔ وقت کے ساتھ" ادا کرو! اور چونکہ ہر قسم کی "بھلی، بری" نماز مطلوب الٰہی نہیں بلکہ مطلوب کامل اور بے عیب نماز ہے اسلئے ظاہر ہے کہ صلّوا سے یہ مقصد ادا نہیں ہوسکتا تھا اوسکو ترک فرمادیا گیا اور نماز کی فرضیت کے لیے اسلوب اقیموا الصلوٰۃ کو اختیار فرمایا گیا۔

خلجان: مگر اس توجیہ کے بعد بھی خلجان بدستور باقی رہتا ہے سبب یہ ہے کہ:-

(الف) اس امر میں تامل ہے کہ صیغہ صلّوا نماز کامل کے مطالبہ سے قاصر ہے۔ کیونکہ ہر صیغہ امر سے اوسکے کامل مامور بہ کا ہی مطالبہ ہوا کرتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہر امر کی اپنے زمان سے یہی

خواہش ہوتی ہے کہ اوس کا مطلوب وظیفہ بے نقصان اور اوسکے معینہ وقت پر مدام ادا کیا جایا کرے اور حکم سے امر کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وظیفہ کو بیگاریوں کی طرح سے سر سے ٹالدیا جایا کرے چنانچہ قرآن حکیم میں امر فَصَلِّ لِرَبِّکَ اور حدیث میں صل فانک لم تصل اسیطرف مشیر ہیں کہ صیغہ صَلِّ سے نماز کامل ہی کا مطالبہ ہوتا ہے کیونکہ اول خطاب رسول علیہ السلام سے ہے جنسے بیگاریوں جیسی نماز کا مطالبہ معقول نہیں ہوسکتا، اور وہ بھی اعطائے کوثر کے مقابلہ میں اور دوسرا خطاب اعرابی کو ہے جس نے ناقص نماز ادا کرہی دی تھی۔

اس سے روشن ہوتا ہے کہ تبدیل اسلوب نماز کامل کی طلب کے لئے نہیں بلکہ اوس سے بھی کسی بلند تر مقصد کے لیئے فرمایا گیا ہے۔

(ب) قرآن حکیم نماز کی بلند اصلاحی خدمت اور اخلاقی کایا پلٹ کے متعلق ناطق ہے:۔

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ۲۱/۱ (لاریب نماز نمازی کو بے حیائی اور برائی سے روکدیتی ہے)

اور حدیث قدسی میں نفل گزاروں کی زبردست روحانی ترقی کی تصویر یوں کھینچی گئی ہے:۔

مازال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی الحدیث (مشکوۃ از بخاری) جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک خدا کے بندے کو فرائض کے بعد نوافل (نماز وغیرہ) کی کثرت سے اعلیحضرت ملک الناس جل مجدہ کے شاہانہ دربار میں مقام محبوبیت حاصل ہوجاتا ہے۔ جس کے طفیل اوسکے ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان کی نہایت ضعیف انسانی قوتیں فوق العادۃ ترقی کرکے الہی قوتیں بنجاتی ہیں۔ اس حال میں نہ اوسپر اوسکے دشمنوں کا زور چلتا ہے اور نہ دربار الہی سے اوسکی کوئی آرزو ہی رد ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ

اس موقع پر یہ شبہ بجا ہے کہ آج ہمارے اندر بہت سے ایسے بزرگ موجود ہیں جو کہ نماز کے تمام فقہی حقوق اور نہایت پابندی کے ساتھ فرض نمازیں اور کثرت سے نوافل ادا کرتے ہیں مگر اونکے اندر نہ مذکورہ قرآنی اخلاقی بلندی ہی نظر آتی ہے اور نہ مقام محبوبیت کی صحابہ جیسی فوق العادت طاقت جس کا تذکرہ گذشتہ حدیث میں ہے۔ اس خلش سے بالبداھۃ روشن ہوجاتا ہے کہ ہماری یہ فقہی نمازیں بالیقین کمال نا آشنا ہیں اور مطلوبہ الہی اقامت نماز کا موثر حصہ بالضرور ہماری نظر سے اوجھل ہوگیا ہے کہ ہماری کامل نمازیں بھی اپنا کمال دکہلانے سے قاصر نظر آرہی ہیں۔ اسلیئے ضرورت ہے کہ نماز کے اس موثر گمشدہ حصہ کو تلاش کرکے اپنی نمازوں کو موثر اور اپنی موجودہ پست اخلاقی اور ضعف و زوال کو دور کیا جاوے۔

نماز کا مستور حصہ } نماز کے اس اہم ترین بالکل مستور حصہ کو روشنی میں لانے کے لیے لازم ہے کہ نماز کے دو حصے کرکے ان پر الگ الگ نظر ڈالی جائے، وہ دو حصے یہ ہیں۔ اول رسم (صوت) نماز، یا فعل نماز، دوئم: حقیقت اور اصل نماز۔

فعل نماز } رسم نماز تو وہی معروف عبادت ہے جو کہ تکبیر تحریمہ سے شروع اور سلام پر ختم ہو جاتی ہے، اور اس سے پہلے چند شرائط (غسل، وضو، پاک جگہ، پاک کپڑے، استقبال قبلہ، نیت نماز) لازم ہیں اور انکے علاوہ فرائض کے لیے حاضری مسجد، اذان، اقامت، جماعت اور عام نمازوں کے لیے حضور دل اور خشوع وخضوع وغیرہ بھی اوس کی خاص ضروریات ہیں۔

اقامت صوت نماز } جہاں تک فہم قرآنی مدد دیتی ہے روشن ہوتا ہے کہ فرمان الٰہی (اقیموا الصلوٰۃ) حقیقت کی ساتھ (جو کہ آگے بیان ہوگی) نماز کی صورت و رسم کی تکمیل کا بھی مطالبہ فرماتا ہے اور حدیث معروف کا یہ ٹکڑا فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوٰۃ یعنی صفوں کی درستی اقامتہ صلوٰۃ کا ایک ناقابل انکار حصہ ہے" صوت نماز کے ایک بعید ترین خیال کو سامنے لاکر فعل نماز کی اقامت کی وسعت پر زبردست روشنی ڈالتا ہے

فعل یا صورت نماز کے لیے اقامت (درستی وکمال) یہ ہے کہ سب سے اول نمازی شرائط مذکورہ نماز کو بکمال اہتمام بجالائے اور فرض نماز کیلیے اذان کو اعلیحضرت ملک القدوس کی طرف سے حاضری دربار اقدس کی منادی کا مرتبہ دیکر مسجد (خانہ خدا) کی طرف اس سے بھی زیادہ شوق ونیز ادب سے روانہ ہو کہ شخصیت پرست لوگ انسانی نام نہاد بادشاہوں کے درباروں کی طرف دوڑتے ہیں۔ خدا کے پاک گھر میں تکبیر (اقامت) کی آواز پر (اگر وہ امام نہ ہو تو) امام کے پیچھے سیدھی صف میں نیچی نظر کرکے ادب سے کھڑا ہو جائے اور تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہتے وقت دونوں ہاتھ اوٹھاکر تصور کرے کہ اپنے مالک اور داتا کے لیے دو جہان سے ہاتھ اٹھا کر اوس کے حضور میں پہونچکر اسلیے کھڑا ہو رہا ہوں تاکہ اپنا اساسی عریضہ اس کے بلند ترین اجلاس میں پیش کریں۔

نمازی پر ضرور ہے کہ دربار اعلیحضرت الٰہی میں حاضری کے اس بلند تصور کو نماز کے اول سے آخر تک پوری طرح قایم اور اپنے قلب کو دربار اقدس الٰہی میں حاضری کے شایان شان خشوع وخضوع سے لبریز رکھے کیونکہ عمل نماز کا کمال اسی میں مضمر ہے۔

نمازی تحریمہ کے بعد دعا سبحانک اللھم کے ہر کلمہ کو خوب سمجھکر اور فصاحت و ادب کے ساتھ پڑھے کیونکہ اسوقت اوسے اعلیحضرت احکم الحاکمین (شاہنشاہ فطری) سے ہمکلامی اور خطاب کا عدیم المثال شرف

حاصل ہے، یعنی نمازی اعلیحضرت الٰہی کو خطاب کرکے اوسکی پاکی و حمد اور علوشان بیان کرکے اوس کی مطاعیت مطلقہ (الوہیت) کا اقرار کر رہا ہے۔

اوس کے بعد سورۂ فاتحہ کا نمبر آتا ہے، سورۂ عظیمہ فاتحہ ہر نمازی کا مشترکہ اور رسمی عرلیضہ ہے جسے وہ دربار عالی حضرت الٰہی میں پیش کرنے کے لئے اوسکی حضور میں دستہ بستہ کھڑا ہوا ہے۔ نمازی کا فرض ہے کہ وہ اپنی اس عرضی کو ایسے بلند احترام اور فوق العادہ تعظیم و تکریم اور خشوع و خضوع کی ساتھ تقدیم کرے جو کہ اعلیحضرت واقدس ملیک مقتدر کے دربار میں اوسکی والہانہ محبت و عبودیت کے مناسب شان ہے۔

بعد از سورۂ فاتحہ قرارت پڑھی جاتی ہے۔ یہ قرارت قرآن عظیم، خدا رکریم کی طرف سے فاتحہ کی عرضی کا مثبت جواب ہے جو کہ خود اوسکے یا اوسکے امام کی زبان پر جاری کردیا گیا ہے۔ نمازی پر فرض ہے کہ نہ یہ کہ اوسکو بھی بکمال فصاحت کے ساتھ زبان سے پڑھے اور گوش سر سے سنے، بلکہ پوری طرح گوش دل سے سنکر اپنے حافظہ کے صندوق میں اوسے محفوظ بھی کرلے۔

عرضی کی منظوری کے متعلق فرمان کا صدور: اوس شاہنشاہ ذوالجلال کا زبردست انعام ہے جس کے مقابل حسیات امتنان کے دریا کا امنڈ آنا طبعی ہے! اسلئے فرمان منظوری عرض (قرارت قرآن) کے ختم ہوتے ہی نمازی، شکرگذاری اور اظہار تابعیت و فرمان برداری کے لیئے اپنے مولیٰ کے سامنے جھک جاتا ہے اور اپنی اس عملی فروتنی اور تابعیت مطلقہ کے اظہار کے ساتھ زبان سے سبحان ربی العظیم کو بھی چند بار دوہراتا ہے اور دل سے بھی تصور کرتا ہے کہ میرا مالک ہر عیب و نقص سے پاک اور دارا عظمت ابدی ہے تاکہ اس کا یہ شکرانہ عمل کے ساتھ زبان و دل کے ہم آہنگ کی بدولت ہر گونہ عیب و نقص سے پاک ہوکر عبد شکور (نمازی) کو خدا عظیم کی عظیم الشان توجہ و عنایت کا مستحق قرار دے سکے۔

سبحان ربی العظیم میں صفت ربی العظیم حمد الٰہی ہے۔ اسکے علاوہ حضرت واجب الوجود کی سبوحیت اور بے عیبی، معدومات جیسی بے عیبی نہیں کیونکہ معدومات کا عیوب سے خالی ہونا اونکی حالت مجمع العیوب "عدم خانہ خراب" کا اثر ہوتا ہے، جو کہ پاکی اور سبوحیت نہیں، بلکہ مجمعہ ناپاکی و عیوب کہلانے کی مستحق ہے۔ خدا قدیم ازل سے موجود بلکہ سرچشمہ وجود ہے اسلیئے اوسکے سبوحی اور بے عیب ہونے کی صورت صرف یہی ہو سکتی ہے۔ کہ اوس کی ذات "مجموعہ کمالات" ہو یعنے اوس میں کوئی عیب و نقص اسلئے نہ ہو کہ جو کمال کہ اس عیب کی ضد و نقیض ہے اوس کی ذات ستودہ صفات میں موجود اور اپنے وجود سے اپنے مقابل عیب کو عدم کا رستہ دکھائے ہوئے ہے۔

مثلاً حضرت واجب تعالیٰ شانہٗ عدم سے اپنے اصلی وجود کی علت سے اور موت سے اپنی لازوال حیات کی وجہ سے اور جہل سے اپنے محیط کل علم کے سبب سے پاک مبرا ہے۔

اسلئے نمازی کا سبحان ربی کہنا تسبیح کے ساتھ تحمید بھی ہے اور وہ سبحان ربی کے پاک کلمات کے ذریعہ سے دراصل الحمد لربی بھی کہہ رہا ہے۔ اسلئے نمازی جب اپنے ادائے شکران کے بعد سر اوٹھانا چاہتا ہے تو اوسکو منظوری عرض کے علاوہ ایک دوسری بشارت عظمیٰ بھی سنائی جاتی ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ، یعنی رب عظیم نے نمازی کی حمد توام تسبیح کو شرف سماع اور اسکے ادا رشکر کو بھی شرف قبول بخشا ہے۔

رب عظیم کے اس باران کرم عمیم کے مقابل "نمازی" اسکے سوا کیا کرسکتا ہے۔ کہ نہایت والہانہ طریقہ سے اپنے سب سے اونچے سر، اونچی پیشانی، اونچی ناک، کو زمین پر رکھکر اپنی اس زیادہ سے زیادہ عملی فروتنی اور اظہار عجز و عبدیت سے اوسکی بے حد بلند و برتر قدرت و علو کے اعلان کے ساتھ زبان اور دل سے سبحان ربی الاعلیٰ کا بھی تکرار کرے "یعنی میرا مالک پاک اور مجموعہ کمال ہے" اور سب سے برتر واعلیٰ اقتدار"

نمازی اپنے اس عملی، زبانی، قلبی شکران انتہائی (سجدہ) کو ایک کی بجائے دو بار ادا کرکے چاہتا ہے کہ اپنے حال پر اعلیحضرت الٰہی کی توجہ کو زیادہ سے زیادہ مبذول کرے۔ اس زبردست اور کامل عمل کا نام رکعت ہے۔ جیسے کہ ہر نمازی ایک یا دو یا تین بار تکرار کرتا اور کبھی کبھی خدا علی الاعلیٰ کے آسمان جاہ دربار میں بیٹھنے کی اجازت بھی پاتا ہے جسے عموماً قعدہ کی اصطلاح سے معرفی کیا جاتا ہے۔ نمازی قعدہ میں بھی نظر نیچی کئے کمال خشوع و خضوع اور ادب سے عرض پیرا ہوتا ہے کہ ہر قسم کی عباوات (مراسم تابعیت) کی سزاوار صرف مالک اعلیٰ کی ذات پاک ہی ہے اور موقع سے استفادہ کرکے اپنے رسول علیہ السلام پر سلام بھیجتا اور اپنے اور خدا کے صالح بندوں کے لئے دعا سلامتی کرکے خدا علی الاعلیٰ کی بلا شرکت احدے معبودیت (مطاعیت مطلقہ) اور افضل رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت مطلقہ اور رسالت پر اپنی ذاتی گواہی بھی پیش کردیتا ہے

اگر نمازی کو اس سے زیادہ رکعات پڑھنا منظور نہیں ہوتا تو وہ اس ادار شہادت (التحیات) پڑھنے کے بعد دربار اقدس الٰہی میں حضرت رسول امین علیہ السلام کے لئے درود اور رحمت الٰہی کی اور اپنے اور اپنوں کے لئے مغفرت کی آخری درخواست تقدیم کرکے داہیں بائیں منہ پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اب وہ حضرت اعلیٰ واقدس الٰہی کے دربار سے اپنی عرضی

میں کامیاب ہو کر واپس لوٹتا ہے اور ہر آنے والے کے دستور کے مطابق اپنے آس پاس کے کو سلام مسنون کرتا ہے۔ (یہ ہے عمل نماز کامل)۔

اور میرا پختہ خیال ہے کہ اس حقیقت سے کوئی عارف انکار نہیں کرسکتا کہ:

دوسری ضروریات مذکورہ اور پابندی اوقات اور فرائض میں جماعت کے ساتھ "ادب، حضور قلب، خشوع اور خضوع بھی" عمل نماز کے کمال و اقامت کے لئے ایسے روشن اور ناقابل انکار لوازم اور حقوق ہیں جن کے ادا کئے بدون فعل نماز کو درستی اور کمال ہرگز ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا

تکرار سوال یہاں پہونچکر ضرور ہے کہ:- اس سوال کا تذکرہ کیا جائے کہ اس حامل جملہ حقوق اور دارائے حضور قلب اور خشوع و خضوع فعل یا صورت نماز کو نہایت پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے رہنے سے بھی اعلیحضرت الٰہی کے امر شریف و مبرم (اقیموا الصلوٰۃ) کی تعمیل ہو جائیگی؟ یا اس کی تعمیل کے لئے اس سے بھی زیادہ کسی فدویت عملی کی ضرورت پڑیگی؟

یہ وہ نہایت اساسی اور زبردست" بلکہ: بڑی حد تک بالکل غیر متوقع" سوال ہی جس کے جواب کا سمجھنا نماز کی حقیقت کے سمجھنے پر موقوف ہے۔ اس لئے میں اسکو مقدم کرتا ہوں۔

حقیقت نماز اوپر مذکور شدہ عمل کامل فعل یا صورت نماز سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اگرچہ حضور قلب اور خشوع و خضوع اس عمل کامل کی جان ہے اور اُن کی برکت سے یہ عمل ایک بڑی حد تک زندہ بنجاتا ہے مگر حقیقۃً نماز کے ادا ہونے کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ: نماز کی حقیقت کیا ہے؟

ہمیں اس ضروری سوال کا جواب ایک معروف حدیث قدسی (قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین۔ الحدیث) یہ دیتی ہی کہ، نماز صرف سورہ عظیمہ فاتحہ ہے"

ع پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت حق جل مجدہٗ فرماتے ہیں" میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دی ہے۔ اور بندہ جو مانگتا ہے اس کو ملتا ہی جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العلمین۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی حمدنی عبدی میرے بندے نے میری حمد کی اور جب کہتا ہی الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے میری ثنا کی۔ جب بندہ کہتا ہی مالک یوم الدین۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری عظمت فرمائی۔ جب بندہ کہتا ہی ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہی کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہی اور میرے بندے کے لئے وہ ہی جو مانگے اور جب بندہ کہتا ہے اہدنا الصراط المستقیم (باقی اگلے صفحہ پر)

وجہ[5] یہ ہے کہ: اس حدیث قدسی میں خدائے کریم نے نماز کی تقسیم کے دعوے کے ساتھ عبادت اور عمل نماز کی نہیں بلکہ صرف سورۂ عظیمہ فاتحہ کی تقسیم فرمائی ہے۔ جس سے بداہتاً ثابت ہوتا ہے کہ:۔

اصل[6] نماز تو صرف سورہ فاتحہ ہی ہے اور باقی ارکان (قیام، قرأت، رکوع، وسجود وغیرہ) اس کے لوازمات اور متممات ہیں — اور بس۔

ہاں! اصل نماز صرف سورۂ فاتحہ ہے۔ اور یہ ہمارا ضعیف اور ناقابل اعتنا خیال نہیں بلکہ: خدائے متعال کا ناممکن الانکار فیصلہ ہے۔ خدائے کریم کے اس روشن فیصلہ سے اب بالبداہتہ یہ بھی روشن ہوگیا ہے کہ:۔

"حقیقۃ نماز سورۂ عظیمہ فاتحہ کی حقیقۃ ہوگی اور بس"

حقیقۃ فاتحہ؟ نماز کی حقیقت کے چہرہ سے پردہ اٹھانے کے لئے فرض اتم ہے کہ: سورہ فاتحہ کی کی حقیقۃ ومفہوم کے چہرہ سے پردہ اٹھایا جائے!

مگر:۔ اُس سے پہلے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ: سورہ عظیمہ فاتحہ قرآن عظیم کی اساس اور ام ہے۔ اور قرآن حکیم، حکمۃ دولتی اور فلسفہ حکومتی کے متعلق کسی بلند فلاسفر کی کوئی تالیف یا نظریہ نہیں ہے۔ بلکہ:۔

"فطری شاھنشاہ اور مالک الملک کا (تنظیم عالم انسانی کے لئے) ترقی ترین اور اور آخرین فرمان شاہی ہے"

اس لئے ہمارا ایمانی وظیفہ اور وجدانی فریضہ ہوگا کہ:۔

"ہم سورۂ عظیمہ فاتحہ میں بھی اسی حیثیت سے غور کریں کہ وہ نظام مدنی عالم انسانی کی اساس اور دولتی نقطہ نظر سے ایک عدیم المثال فطری شاہکار ہے"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (آخر تک) تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے۔ یہ بندہ کا ہے اور بندہ جو مانگتا ہے وہ اس کو دیا جائیگا۔ (نسائی وغیرہ) [5] یعنی ارشاد تو یہ تھا کہ میں نے اپنے اور بندے کے درمیان نماز تقسیم کردی اور پھر حصص کی تفصیل ہوئی تو صرف سورہ فاتحہ کے متعلق۔ اور بس ۱۲ [6] امام المفسرین حافظ ابن کثیرؒ کی تقریر جو تفسیر ابن کثیر میں سورۂ فاتحہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوئی ہے وہ اس مضمون کے لئے مؤید ہے۔ نیز حدیث مقدس میں سورہ فاتحہ کے فضائل بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے ھی السبع المثانی والقرآن العظیم الذی اعطیت۔

اس حدیث میں سورہ فاتحہ کو قرآن عظیم قرار دیا گیا ہے۔ ۱۲

دولت وسلطنت کی اساس بشریت کے ہر دولتی نظام کی اساس وہ معاہدہ ہوتا ہے جوکہ اُس نظام کے فرمانفرما اور اُس متبعہ (رعیت) کے درمیان سب سے پہلے انجام پاتا ہے۔
اس معاہدہ کی صحیح اور بے عیب صورت یہ ہوا کرتی ہے کہ "اس سے قبل ایک ملک یا قوم کے چوٹی کے مردان کار اور اولوالعزم صاحبان فکر اور معتمدین ملک یا قوم ایک مدعی حاکمیت قوت کے دعوے حق میں چند اساسی سوالات پر غور کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد اپنا فیصلۂ لا یا نعم صادر فرماتے ہیں۔ ایسے موقع پر قابل غور سوالات یہ ہوتے ہیں:۔

اول:۔ آیا مدعی حاکمیت کو فرمانفرمائی کا حق حاصل ہے؟

دوم:۔ آیا اُس کا اصول فرمانروائی حقوق عامہ، منافع کلیہ، مساوات افراد جامعہ کا محافظ بھی ہوگا؟

سوم:۔ آیا اس کی حکومت میں خدمات دولتی اور سرفروشی کی واجبی قدر کرنا بھی داخل ہے؟ اور آیا اُسکا تقرب ومحبوبیت خادم دولت کے مراتب اخلاص وفدویت عملی کے مطابق حاصل ہو سکے گا؟

چہارم:۔ آیا خدام کی مخلصانہ خدمات اور فداکارانہ زحمات کو اس کا کوئی رسوخدار یا جلیس غصب یا ضائع تو نہیں کر سکیگا؟

اگر ایک مدعی حکم وسلطنت کے متعلق یہ مردان کار اور وکلاء عام ان چاروں سوالوں کا جواب اثبات میں پاتے ہیں تو وہ سب سے آگے بڑھکر اُس مدعی سلطنت قوت (فرد یا جماعت) کے ساتھ حنیفانہ تابعیت اور غیر مشرکانہ اطاعت کا دل سے معاہدہ کرکے اسکی حکومت وسلطنت کی اساس رکھدیتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی اسکی حکومت کی پرستاری وعبودیت (رعیت بننے) کا مدلل، قناعت بخش اور نیک مشورہ دیتے ہیں۔ اور نیز اپنا سارا تن، من، دھن اسکی حکومت کے قیام، ترقی توسیع کے لیئے بصیرانہ وقف کر دیتے ہیں۔ اور اگر انہیں ان سوالات میں سے ایک کا جواب نفی میں ملتا ہے تو وہ اسکی حکومت کو نہ تو خود ہی قبول کرتے ہیں اور نہ دوسروں پر اسکے قبول کرانے کے لئے زور مشورۂ مبلغانہ ہی ڈالتے ہیں۔ اس لئے اس کی سلطنت اساس قایم کرنے سے محروم رہجاتی ہے۔
الحاصل معاہدہ مذکورہی ایک دولت وسلطنت کا افتتاح کرتا ہے۔ اس لیئے وہ تقیدۂ فاتحہ ہوتا ہے اور ہر حکومت ودولت کا سر بفلک قصر اسی اساسی معاہدہ پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ اسی لئے اسی صفحاسی کو سلطنت کے اساس اور ایک نظام دولتی کے اصل ادلّہ کا مرتبہ دیا جاسکتا ہے۔ (باقی)

مراقبۂ نماز — تہذیبِ انسانیت

عبادت نماز - دراصل ایک نہایت ہی قوی اور مؤثر مراقبہ ہے - جو کھلی فضا اور کھلی آنکھوں اُن معروف شرائط، آداب وحرکات، ادعیہ وقرأت اور زندگی بخش سیاسی تصورات کیساتھ کیا جاتا ہے - جن کا ذکر سورۂ عظیمہ فاتحہ اور نماز کی حقیقت کے ذیل میں گزر چکا ہے -

غرض مراقبہ ہر مراقبہ سے ایک بلند روحانی مرتبہ پر پہنچنا مقصود ہوتا ہے - مراقبہ نماز سے بھی اُس کے مصنف (اعلیحضرت الٰہی) کے پیش نظر دو زبردست، نہایت اساسی روحانی فوائد ہیں - جو کہ اس کی باقاعدہ اور اصولی مشق سے ہر نمازی کو حاصل ہوتے اور عدیم المثال روحانی مرتبوں کا مالک بنا دیتے ہیں وہ فائدے یہ ہیں :-

اول :- نمازی کی انسانیت (اخلاق واعمال) کی کامل تہذیب و اصلاح -

دوییم :- نمازی کا مسلک فطری حکومت الٰہی پر عشق وجنون کے درجہ کی پختگی -

اقامتہ عمل نماز اگر ایک نمازخواں، اپنی نمازوں سے یہ دونوں یا ان میں سے ایک فائدہ حاصل نہ کرے یا اُن میں کسی حد تک خامی دیکھے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اسکی نمازوں کے بے ثمر رہنے کی وجہ سے اُس کی ساری زحمت اکارت جارہی ہے - اس لئے اس پر فرض ہے کہ وہ خود کو درست نمازی نہ سمجھے - اور اپنے درست نمازی بننے کی دھن میں، برابر لگا رہے - تا اینکہ: اس کا مراقبۂ نماز پختہ ہو کر اُس کو یہ فوائد حاصل ہو جائیں -

مراقبۂ نماز کے پختہ کرنے اور اس سے مذکورۂ بالا دونو فائدے حاصل کرنے کے لئے فرض نمازیں اور سنتیں علیٰ قدر مراتبہا لازم تو ہیں لیکن کافی ہرگز نہیں - اس لئے ضروری ہے کہ نماز کو زیادہ سے زیادہ نوافل کے ذریعہ سے اتنا پختہ کیا جائے کہ یہ دونوں فائدے اسے اپنی ذات میں محسوس ہونے لگیں - چنانچہ :- مذکورہ سابق حدیث قدسی مازال عبدی یتقرب الی بالنوافل[ع] الخ سے مقام عالی محبوبیت کے لئے "جوکہ پختگی نماز کا ثمرہ ہے" نوافل کی کثرت کی ضرورت

ع حدیث مذکور میں فرائض اور نوافل سے عام فرائض و نوافل (نماز روزہ حج، زکوٰۃ، جہاد) مراد ہیں - مگر اس مقصد کے لئے سب سے زیادہ مفید نماز ہے اور ان میں بھی کثرت نوافل (باقی صفحہ ۱۸ پر)

پر صاف روشنی پڑتی ہے۔

غرضیکہ: مراقبہ نماز کے پختہ اور مثمر ہونے کے لئے فرائض اور سنن معروفہ کے علاوہ رات دن کی زیادہ سے زیادہ مراقبہ دار نفل نمازیں از حد ضروری ہیں۔ اُن کے بدون ہرگز امید نہیں کہ، نمازی اپنی زحمت کا ثمر خاطر خواہ حاصل کر سکے۔ اور نوافل میں بھی ابتدائی حالات میں دن کی نوافل سے زیادہ رات کی اور رات میں بھی تہجد (رات کو اٹھکر نوافل پڑھنا) زیادہ مفید و مثمر معلوم ہوتا ہے، چنانچہ ابتدا میں حضرت رسول الرحمۃ صلے اللہ علیہ وسلم پر تقریباً تمام رات کا قیام (نماز پڑھتے رہنا) لازم ہوا تھا۔ اگرچہ بعد میں آپ کے لئے بھی تخفیف فرما دیگئی تھی۔ لیکن نماز تہجد آپ پر آخر عمر تک لازم ہی رہی۔

نماز فرض کے حکم بعد اگرچہ نماز تہجد عام افراد امت کے لئے نفل ہو گئی ہے۔ لیکن مذکورہ بالا روحی اصلاح اور سیاسی صلاح و ترقی کے لئے رات کو سو کر اُٹھنے اور نوافل تہجد کے ذریعہ سے مراقبہ سیاسی (مراقبہ حکومت الہی) کی مشق کرنے میں ایک زبردست اثر و قوت ہے۔ جس کے اوپر تہجد کو حضرت خاتم صلے اللہ علیہ وسلم پر تا آخر عمر فرض رکھنے سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس لئے جو شخص، اپنی اور امت وسط اور عام بشریت کی ترقی، تہذیب اور سعادت، اور اُن میں پاک روحانی انقلاب اور تہذیب انسانیت و اخلاق (مقام محبوبیت الہی) کی آرزو رکھتا ہو اس پر فرض اتم ہوگا کہ اس سیر تکامل کے لئے نماز تہجد کی اس زبردست افادیت سے زائد از زائد استفادہ کرے۔

اسیطرح فرض نمازوں میں "نماز فجر" میں سب نمازوں سے زیادہ تاثیر ہے، ۲ ان قرآن الفجر کان مشہودا "و الصلوٰۃ ۲ لوسطےٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) نماز کیونکہ ایک تو اُن میں مراقبہ کی شان سب سے زیادہ ہے۔ دوسرے وہ ہر وقت در زیادہ سے زیادہ پڑھی جا سکتی ہیں۔ بالخاصہ رات میں کوئی وقت ایسا نہیں جس میں وہ پڑھی نہ جا سکتی ہوں ۱۲ مولف عفا عنہ

ے درمیانی نماز کونسی ہے؟ احادیث کے اختلاف نے اس سوال کا جواب مشکل بنا دیا ہے۔ صلوۃ وسطی کی تعیین میرے خیال میں ضروری ہے تاکہ اسکی شرافت سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے اور اس کے متعلق حافظوا کے خاص امر کی تعمیل بھی ہو سکے۔ مجھے اسکی تعیین کی یہ عقلی راہ زیادہ پسند ہے۔ کہ اسلامی قمری دن غروب آفتاب (رات) سے شروع ہوتا ہے تو مسلمانوں کے ہر دن اور ہر تاریخ کی سب سے پہلی نماز مغرب اور وسطی صبح ہوگی نیز ان قرآن الفجر الآیہ بھی فجر کی خاص شرافت پر دال ہے ۱۲ منصور عفا عنہ الفصاری

کامیاب مراقبہ ہاں! نمازی کو فرائض اور سنن اور اُن کے بعد شبا روزی نوافل کے ذریعہ سے حاکمیت الٰہی کے فطری مسلک کے پختہ کرنے کے لیے اس فطری مراقبہ کی اتنی زیادہ مشق کرنی چاہیئے کہ: اُس کو مرتبہ شہود و احسان حاصل ہو جائے۔ تعبد اللہ کانک تراہ ـــ یعنی اسکو نماز میں کھلی آنکھوں نظر آنے لگے۔ کہ وہ اپنے اور کائنات کے مالک اور اعلیٰ شاہنشاہ اعلیحضرت واقدس عظیم واکبر ملک الناس جل مجدہٗ کی حضور میں باریاب ہو کر اس کے سامنے آنکھیں نیچی کیئے نہایت ادب و خشوع کے ساتھ کھڑا ہوا ہے۔ اور پھر اول اوس کی لازم وقت حمد و ثنا کرتا ہے۔ اور اس کے متصل محققانہ اور رضاکارانہ انداز میں اپنی مدلل بیعہ تابعیۃ اور عہد فرمانبرداری و غلامی (اسلامیت) پیش کر کے اُس کے دربار علی سے اپنے اور اپنے جامعہ کے لیے خاص الخاص (ایاک نعبد) امداد و اعانت اور نہایت مخصوص رہنمائی کے لئے زبانی عرض بھی تقدیم کر رہا ہے۔ اس وقت وہ تصور کرنے لگے کہ اُس ملک الکریم، صاحب عرش عظیم نے اُس کی اُس واجبی عرض کو قبول فرما کر اُس کے جواب میں حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر عصری اور تازہ فرمان ہدایت (قرآن عظیم) نازل فرما کر اُسے زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔

اس کریمانہ کامل ترین اور ابدی فرمان ہدایت کا تصور کرتے اور اُس کا ایک حصہ پڑھتے یا سنتے ہی، نماز گذار پر والہانہ اطاعت اور فداکارانہ فرمانبری کا ایک نہایت زبردست شوق طاری ہو کر اسے مجبور کرنے لگے کہ وہ اس کے تمام واجب الاطاعت قدسی فرامین کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے۔ یعنی رکوع کر کے اس میں خیال جمائے کہ: اس کا جھکا ہوا سر اُن سے سرتابی اور بغاوت کے تصور سے بالکل خالی اور اسکی جھکی ہوئی پیٹھ اُن کی فرمانبری و دلتی (اسلامیت) کے ہر بار اٹھانے کے لئے ہمہ تن آمادہ اور تیار رہے ـــ اس وقت کہ: وہ اپنی تابعیت مطلقہ اور عبدیت کاملہ کی تصویر اس شہنشاہ علی العظیم الاکبر کے سامنے اپنے عمل رکوع سے کھینچ رہا ہے۔ عین اس حال میں وہ خود کو مجبور دیکھنے لگے۔ کہ اس مناسب وقت پر اُسکی سبوحیت و ابدی عظمت کا زبانی اقرار اور اسکی حاکمیت مطلقہ اور معبودیت پر مزید مہر تصدیق ثبت کرنا اور اپنے بندہ فرمان ہونے پر زبان و عمل کے دو شاہدان صادق گزارنا بھی لازمہ عبودیت و تابعیت ہے۔

علیٰ ہذا نمازی اعلیحضرت ملک الکریم کی طرف سے رکوع (حمد توام تسبیح) کے شرف قبولیت و سماع کی بشارت «سمع اللہ لمن حمدہ» سنکر لازمہ سرفروشی جاننے لگے۔ کہ: چاہیئے کہ: وہ اس بے پایاں نوازش کے مقابلہ میں اپنے سامنے تجلی فرما اعلیحضرت واقدس ملک العزیز الحمید کے آگے

اونچی ناک اور اونچے سر کو پست زمین پر رکھکر خدا رعلی الاعلیٰ کے مقابل اپنی انتہائی پستی و عاجزی، ذلت و بیچارگی، فدویت و فرمانبری کا عملاً اظہار کرے۔ اور اس کے ساتھ زبان صداقت سے بھی اس کی شاہنشاہی مطلقہ کی مناسب شان اسکی ناممکن الشرکت علویت و فدویت پر شہادت پیش کرے۔ وغیرہ وغیرہ ؎ یہ تفصیل اول حقیقت نماز کے ذیل میں عرض ہو چکی ہے۔

نمازی کا تصور جب اس درجہ پختہ ہو جائے اور اس کو دربار معلاء اعلیحضرت واقدس ملک الناس جل مجدہٗ میں شہود و احسان میسر ہو جائے تو اس کو عبدیت اور حنفیت یعنی غیر مشرکانہ توحید حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ اعلیحضرت الٰہی جل مجدہٗ کے دربار میں ایک نہایت بلند سیاسی مقام ہے۔ اور یہی مقام محبوب محمدی و ابراہیمی علیہما السلام ہے۔ جبکی وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حنیف فرمایا گیا۔ اور چونکہ یہ دونوں انبیاء عظام علیہما السلام انسانیت کے لئے ممثل اور نمونہ بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے بدیہی ہے کہ اعلیحضرت واقدس ملک الکریم اپنے ہر بندہ اور کلبہ انسانی کے ہر ہر فرد سے اسی نمونہ کے مطابق عبدیت و حنیفیت طلب فرماتا ہے۔ اور مراقبہ نماز کو اسکی تحصیل کے ذریعہ کے طور پر تعلیم دیتا ہے۔

اثر عبدیت و تابعیت الٰہی نمازی کے اس سیاسی مقام پر پختہ ہو جانے سے اس کے اندر دو عدیم المثال اور مفید عام آثار نمایاں ہو جائیں گے۔

اوّل۔ خدا رکریم کے دربار شاہی میں بصورت نماز ہر وقت حاضر ہو کر عرض و معروض کرتے رہنے کے تصور کی پختگی سے اس کے قلب پر ایک خاص حال طاری ہو جائیگا۔ جس کی زبردست گرفت سے وہ تمام ایسے اخلاق و اعمال کو خود بخود ترک کر دینے پر مجبور ہو جائیگا۔ جنکو کہ شاہنشاہ فطری اعلیحضرت الٰہی پسند نہیں فرماتا۔ کیونکہ وہ تصور کریگا کہ اس کا شاہنشا علیم و خبیر ہے اور سمیع و علیم اور اس کے اوپر میرے اخلاق و اعمال کا ذرہ ذرہ منکشف اور میں ابھی ابھی اس کے شاہانہ دربار میں بلاقید و شرط تابعیت و غلامی اور پابندی حکم شاہنشاہی کا عہد پیش کرکے آرہا ہوں اور تھوڑی دیر بعد پھر اسی عہد کے تکرار کے لئے اسکی حضور میں شرف باریابی حاصل کرنے والا ہوں تو اگر میں اس کے اشرف زادہ پاک کن مقدس احکام سے دیدہ و دانستہ سرتابی کروں تو مسکے نماز کے دربار عمومی میں سرخ رو ہو کر کیسے حاضر ہو سکتا ہوں، وہ سمجھے گا کہ بد اخلاقی اور بدعملی سے وہ خدائے مقتدر کے دربار میں اپنی مقبولیت کھو کر اپنے اشرف ترین رتبہ انسانی سے محروم ہو جائیگا۔ اور انسانیت سے پست تر مخلوق کا مثیل بنجائیگا!

نمازی کا یہ مراقبہ اور اس سے طاری شدہ حال جتنا پختہ ہوتا جائیگا۔ اتنی ہی اسکی تمام ہوا و ہوس

اور ساری حیواتی لاقیدی اور مغلوبیت جذبات شہوانی و شیطانی کی طرح سمجھ بوجھ کر حکم عدولی اور اقتدار اعلیٰ کے مقابل اپنی آزادی رائے اور کبریائی کی نمایش" جو کہ اخلاق حمیدہ اور اعمال پسندیدہ کی ضد، اور اقتدار اعلیٰ فطری کی بارگاہ میں تقرب کے منافی ہے" دور ہو جائیگی - اور انجام کار وہ ایک ایسا خوش اخلاق اور پاک کردار اور فرشتہ خو بالکل تابعدار بندۂ فرمان بن جائیگا - جو خدا جلیل کے دربار مقدس میں باریابی کے قابل، اور اُسکے قرب و محبوبیت کے لائق، اور دنیا کی صحیح اور شرف افزا رہنمائی کے جلیل القدر منصب پر فائز ہونیکی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔

دویم :- نمازی، نماز کے وقت خدا ملیک مقتدر جل مجدہٗ کے دربار عالی میں حاضر ہو کر اُس کی سیاسی تابعیت اور دولتی عبدیت کا عہد مضبوط طریقہ پر مسلسل باندھتا رہتا ہے۔ مضبوط عہد کے اس غیر منقطع تسلسل سے نمازی کے دل میں یہ سیاسی ذمہ داری نقش کالحجر ہو کر اُس پر حاکم بنجائیگی کہ اس رضا کارانہ اور محققانہ عہد تابعیت کے بعد اس کا وظیفۂ وجود یہ ہے کہ: وہ اپنی ہی نوع کے ہر فرد کے دل سے غیر الٰہی حکومتی نظریات کی حاکمیت کا خیال دور کرنے اور اس میں اعلیحضرت اقدس الٰہی کی حاکمیت کے فلسفہ کا نور بھرنے کے لئے اپنی انتھک مساعی اور عالمگیر تبلیغی کوششیں جاری کرے۔

آپ کو علم ہے کہ ایک سیاسی ذمہ داری اور اسکی حس ہی ایک مردہ انسان اور ملک اور ایک مردہ جماعت کو زندہ کرتی اور زندہ کر کے پیکر عمل بنادیتی ہے۔ اور یہ قطعاً ممکن نہیں کہ کوئی فرد یا جامعہ سیاسی ذمہ داری کے احساس بغیر زندہ ہو سکے۔ یا زندہ رہکر پیکر عمل بن سکے۔ اس لئے ـــ جبکہ: نماز پختہ نمازی کے دل پر اس سیاسی عالمگیر ذمہ داری کو حاکم بنا دیتی ہے تو اس سے نمازی کا زندہ جاوید اور مجسمہ عمل (عبداللہ) بنجانا یقینی ہے ـــ معمولی سیاسی زندگی، اقوام و امم اور نیز اُن کے افراد سے جمود، خمود- تنبلی و بیکاری، گوشہ گیری و عزلت اور محض خیالی قرب و منزلت کیلئے ترک دنیا اور ترک نعمات ولذات (رہبانیت) وغیرہ وغیرہ کو قطعاً دور کردیتی ہے۔ اس لئے نمازی میں اس سیاسی فطری ذمہ داری سے پیدا شدہ زبردست سیاسی زندگانی کے ذریعہ بالضرور یہ بیکار کن اور مرگ آسا اطوار دور بھاگ جائیں گے۔ اور یہ سیاسی زندگی اس کو سرگرم عمل اور پیکر حیات کار ہی بنا کر چھوڑے گی اور نہ یہ کہ اس کو سرگرم عمل بنا کر چھوڑیگی بلکہ: وہ اُس کے اس سیاسی جہاد اصغر (حرب و ضرب) کو بالضرور نفسانی ارادات اور سیاسی سیاہ اغراض کی پرستش یا امام کار بنانے سے بھی پاک کر کے چھوڑے گی۔

الحاصل :- نماز سے پیدا شدہ دولتی پختہ عبدیت اور سیاسی تابعیت کا لازمی اثر یہ ہے کہ نمازی کے نہ صرف اخلاق و اعمال کو ہی پاکی اور تہذیب ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس کے دل سے سیاسیات سے

اجنبیت، جہاد اصغر سے نفرت، اور نیز سیاست تمدن میں رنگی، حزبی، قومی، خاندانی اور شخصی اغراض کی مداخلت وغیرہ کا رنگ بھی یکسر دور ہو جاتا ہے ---- ایک واقعی نمازی میدان سیاست کا ضرور شہسوار اور مسلکی تلوار کا دھنی ہوگا۔ مگر کسی انسانی خانہ ساز قانون اور غیر فطری مسلک سیاسی کی حمایت اور کسی انسانی سیاہ غرض کی تنفیذ کے لئے نہیں ---- بلکہ: ---- ان سب کے توڑنے اور صرف یگانہ خدا کی حکومت قدسی کے قایم کرنے کے لئے!

جو انسان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر نظر رکھنے کے ساتھ ایمان و انصاف کا مالک بھی ہو۔ وہ بالضرور قبول کریگا۔ کہ آں حضور روحی فداہ کی خاص راہ یہی تھی۔ اور آپنے اپنی صرف اسی سیاسی روح کے ذریعہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو برق عمل (ما انا علیہ ۱۲) اور زندہ جاوید بنانے کے ساتھ ان کے نفوس کو غرض سے پاک اور مجسمۂ اخلاص وللٰہیت بھی بنا چھوڑا تھا۔ اور آنحضور اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے تمام عقائد، اخلاق و اعمال، و تعلیم و تعلم، تبلیغ و تنفیذ، نرمی و شدت، محبت و عداوت، صلح و جنگ وغیرہا) کے اوپر صرف یہی فطرت سیاسی حکمفرما اور اس کی برکت سے اُن کے ہر کام میں اخلاص اور لاغرضی اور للٰہیت تجلی ریز تھی یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا اور اپنے اصحاب کرام کا خون اور پسینہ ایک کر کے اور معاندین حکومت فطری کے ساتھ سینہ بسینہ لڑ لڑ کر جز برۃ العرب پر اپنی یا اپنے خاندان یا قوم کی حکومت قایم نہیں فرمائی ---- بلکہ: - اپنے مالک اور داتا (خدا ر ملک الناس) کی شاہنشاہیت قایم فرمائی ہے۔

جبکہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے پورے عمل کی تصویر صرف اسی فطرت سیاسی کے لئے "جہاد و عمل دائمی کے کلمہ سے کھینچی جاسکتی ہے۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرقہ ناجیہ کے متعلق "ما انا علیہ و اصحابی" ارشاد کے بعد کون شخص جسارت کرسکتا ہے کہ: وہ کسیکو سیاسیات فطری سے اجنبیت اور اس میں جہاد مبین سے نفرت کے ساتھ "صرف نماز کی بے اساس اٹھک بیٹھک اور روزہ کے بے ثمر فاقوں وغیرہ کے ذریعہ سے" دنیا کی فائق اور سیاسی عزت اور آخرت کی نجات ابدیت کا مستحق سمجھنے لگے!

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام کی سیرت عملی (ما انا علیہ و اصحابی) کی مخالفت کر کے نجات کا خیال ع ایں خیال است و محال است و جنوں ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا — لعلمت انک فی العبادۃ تلعب

ورب محمد صلے اللہ علیہ وسلم

نجات کی راہ صرف ایک ہی ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب کرام کی طرح اعلیحضرت الٰہی جل مجدہٗ کے دربار میں اسکی اجتماعی مالکیت اور حاکمیت کا عہد کرتے رہکر پھر استقامت کے ساتھ صرف اسی کی سیاسی تعمیل بھی کی جاتی رہی ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الآیہ ۲۴/۱۸

یہ حقیقت ہے کہ جنہوں نے اقرار کیا کہ: ہمارا مالک اللہ ہے پھر انہوں نے اس سیاست پر استقامت کی تو اُن پر خدا کے فرشتے نازل ہوتے (اور اطمینان دلاتے) ہیں کہ تم (اپنے) سیاسی دشمنوں سے ہرگز مت ڈرو! اور (انجام کا) غم مت کھاؤ اور جنت کی بشارت سنو۔ جس کا تم سے وعدہ ہو چکا ہے۔ اور (یہ کہ) ہم تمہارے حمایتی ہیں دنیا کی زلیست اور آخرت میں تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز موجود ہے جسے تمہارا جی چاہے۔ اور وہاں جو مانگو تمہیں ملیگا۔ یہ مہمانی ہے (تمہارے مالک) صاحب بخشش قدردان کی طرف سے ہ

اس لئے یہ ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ کوئی شخص یا کوئی قوم راہبوں کی طرح صرف اذکار و افکار مراقبات و چلہ کشیوں اور روزوں اور نمازوں میں منہمک اور حج کے پروگراموں پر روپیہ ضائع کرتے رہنے سے نجات کا مستحق ہو جائے۔ حالانکہ اسوہ حسنہ سیاسی محمدی اور حضرات صحابہ کی سیاسی فدایانہ خدمات کی ہوا تک بھی اس کو نہ لگی ہو۔ اور حکومت الٰہی کے فطری مسلک اور اس کی اقامت کا خیال بھی اس کے تاریک دماغ میں نہ گزرا ہو۔ (باقی)

معذرت اور اعلان

اساس انقلاب یا مراقبہ نماز کا ایک حصہ آپنے مطالعہ فرمایا۔ اہل علم اس حصہ سے اُس کاوش۔ دقیق مطالعہ اور عمیق فکر کا اندازہ فرما سکتے ہیں جس سے حضرت مصنف مدظلہ نے اس تصنیف مرتب فرمایا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ایک نیا علم کلام ہے جو سیاست کے رنگ میں اسلام کے اصلی نکتہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے امت کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

خاص لطف یہ ہے کہ جیسے جیسے مضمون چلتا گیا ہے۔ سلاست اور لطافت زیادہ ہوتی رہی ہے۔ آئندہ حصہ پہلے حصہ سے کہیں زیادہ دلچسپ ہے۔ اور بالخصوص مراقبہ نماز کا مضمون تو عجیب وغریب ہے

جس کا ایک حصہ اس وقت شائع کیا جارہا ہے۔ خیال تھا کہ یہ تمام مضمون اس نمبر میں شائع کردیا جائے مگر پھر حساب لگایا گیا تو رسالہ کے سو صفحات اسی مضمون کے لئے وقف ہو جاتے۔ بلاشبہ مضمون اس کا مستحق ہے کہ سارا رسالہ بھی اس کے لئے وقف ہو جائے تو غیر مناسب نہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ ناظرین کرام اُس چیز کو لامحالہ پسند ہی کریں جو ہمیں پسند ہو۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ سالگرہ نمبروں کا طریقہ ہو کہ رنگ برنگ مضامین پیش کئے جائیں۔ مجبوراً اس مضمون کی اشاعت کو ملتوی کیا گیا اور بنام خدا ارادہ کرلیا گیا کہ خوبصورت سائز اور عمدہ کاغذ پر اسکو کتابی شکل میں جلد از جلد شائع کیا جائے۔ البتہ رسالہ ہٰذا میں حضرت مولانا کے دوسرے مضمون حکومت الٰہی کا ترجمہ بجنسہ شائع کیا جارہا ہے اور انشاءاللہ آئندہ رسالہ میں حضرت موصوف کا وہ مضمون پورا شائع کیا جائے گا جس کی تمہید سورۂ فاتحہ کی سیاسی تفسیر کے عنوان سے گزشتہ نمبروں میں شائع ہو چکی ہے۔ یقین ہے ناظرین کرام اس ردوبدل کی قدر فرمائیں گے۔ (ادارہ)

غلام ہندوستان سے خطاب

(از مولانا فخرالدین صاحب فخر قاسمی حسینی- مقیم رنگون)

نہ ہوگا آہ تو آزاد اے ہندوستاں کبتک
غلامی کی رہیں گی زیب پایہ بیڑیاں کبتک

ترے دامن سے وابستہ غلامی سارے عالم کی
اے ظالم نہ ہوگا تجھ کو احساس زیاں کبتک

فلسطیں پر یہ کبتک ظلم کی افزونیاں ہونگی
مسلمانان ہر حد پر چلیں گی گولیاں کبتک

سبھی آزاد ہو جاتے جو تو آزاد ہو جاتا
اے غافل رہینگی تیری غفلت کوشیاں کبتک

حکومت کی بقا مضمر ترے آپس کے جھگڑوں میں
رہینگی تیری اے نادان! خانہ جنگیاں کبتک

جہاد حریت کے واسطے اُٹھ سر فروشی کر!
تغافل کیشیاں کبتک؟ خیال این و آں کبتک؟

بلند اپنا علم کریگی خواہش کب تجھے ہوگی
اُڑیگا تیرے سر پر اہل مغرب کا نشاں کبتک

نشاط و شادمانی کے فسانے اب سنا ہمکو
سنائیگا تو اپنے رنج و غم کی داستاں کبتک

پھنسائینگے تجھے کبتک "سبھا اور لیگ کے پھندے"
تجھے لوٹا کرینگے بیلچے اور قادیاں کبتک

رہے گی تابکے مرعوب خاطر تجھ کو محکومی
رہیگی تجھ پہ طاغوتی حکومت حکمراں کبتک

دعائیں میری اے فخر حزیں خالی نہ جائینگی
رہینگے بے اثر آخر مرے آہ و فغاں کبتک

مسلم سوشلسٹ

یعنی

رب العالمین کا سچّا پرستار

ملک النّاس کا سچّا فرمانبردار

رحمۃ للعالمین کا سچّا پیرو

جامعہ انسانیت کا سچّا خادم

سارے انسانوں کو ایک باپ ایک ماں

کی اولاد ماننے والا

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی سوشلزم

مسلم سوشلسٹ کے اصولی عقائد

سارے جہان کا پیدا کرنے والا ایک ہے

وہ احکم الحاکمین ہے ــــ رب العالمین ہے

ارحم الراحمین ہے

وہ ربّ النّاس ہے ملک النّاس ہے۔ الٰہ النّاس ہے

سب سے پہلے اور سب سے آخری نبی رحمۃ للعالمین ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ اس لئے بھیجے گئے کہ سارے جہانوں پر رحم کیا جائے

اسلام قانون ہدایت ہے۔ فرمان بشارت ہے۔ دستور رحمت ہے

روئے زمین پر بسنے والے آدمی ایک ماں اور ایک باپ کی اولاد ہیں

کالے گورے کی تفریق نہیں۔ بحر و بر کی کوئی تقسیم نہیں

پہلا باب

خاتم الانبیاء اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم

کو

دنیا میں کیوں مبعوث فرمایا گیا

(۱)

(خداوندی فرمان) :- وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ٥ (قرآن حکیم)

ہم نے تم کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ مہربانی کریں سارے جہانوں پر

(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حق جل مجدہٗ نے حضرت یحییٰ بن زکریا کو پانچ باتوں کا حکم فرمایا کہ وہ خود بھی انپر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو انپر عمل کرنیکی ہدایت کریں۔ حضرت یحییٰ نے انکی تبلیغ میں کسی قدر تاخیر کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ تبلیغ کریں۔ ورنہ مجھے فرمایئے میں ان باتوں کا اعلان کردوں

حضرت یحییٰ علیہ السلام :- جس تبلیغ کا مجھکو حکم ہوا ہے۔ اگر اسمیں آپ نے پیش قدمی کی تو مجھے خطرہ ہے کہ مجھکو زمین میں دھانس دیا جائے۔ یا اور کسی عذاب میں مبتلا کیا جاؤں۔

چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں آدمیوں کو جمع کیا۔ سارا بیت المقدس کھچا کھچ بھر گیا۔ چھتوں پر بھی آدمی ہی آدمی تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے تقریر فرمائی :-

"اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم فرمایا ہے کہ میں خود بھی اُن پر عمل کروں اور تم سے بھی عمل کراؤں :-

پہلی بات :- اللہ کی عبادت کرو۔ اور اسکی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ جو خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے۔ اُسکی مثال اُس شخص جیسی ہے جسنے خاص اپنا سونا یا چاندی خرچ کرکے ایک غلام خریدا۔ اور اس سے کہدیا کہ یہ میرا مکان ہے۔ اور یہ کام ہے۔ تم کام کرو۔ اور مجھکو دیتے رہو۔

وہ غلام کام کرتا ہے۔ مگر آقا کے سوا آمدنی دوسروں کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ تم بتاؤ۔ کیا تم میں سے کوئی راضی ہے کہ اوس کا غلام ایسا ہو؟"

دوسری بات :- خدا نے تم کو نماز کا حکم کیا ہے۔ جب تم نماز پڑھا کرو تو کسی اور طرف متوجہ مت ہو۔

سلہ ترمذی شریف۔ ابواب الامثال۔ باب ما جاء مثل الصلوٰۃ والصیام والصدقہ

کیونکہ حق جل مجدہٗ کی توجہات عالیہ بندہ کی جانب (حالت نماز میں) منعطف رہتی ہیں جب تک بندہ کسی اور طرف متوجہ نہ ہو:

تیسری بات:۔ خدا نے تم کو روزے کا حکم دیا ہے۔ روزے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص جو ایک گروہ میں ہے اس کے پاس مشک کی ایک تھیلی ہے۔ ہر شخص اسکی خوشبو سے معطر ہو رہا ہے۔ بلاشبہ روزہ دار کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔

چوتھی بات:۔ خدا نے تم کو صدقہ کا حکم دیا ہے۔ صدقہ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کو دشمن نے قید کر لیا۔ اس کے ہاتھ گردن کے پیچھے باندھ دئے۔ اور اسکو مقتل کی جانب قتل کے ارادہ سے چلے اس مقید نے کہا میں کل مال فدیہ میں پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے فدیہ پیش کر کے اپنی جان بچالی۔

پانچویں بات:۔ تم کو حکم ہے کہ اللہ کی یاد کرتے رہو، یاد الٰہی کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے تعاقب میں دشمن یورش کرتا ہوا چل رہا تھا۔ وہ ایک محفوظ قلعہ پر پہنچا۔ اور قلعہ بند ہو کر اپنی جان بچالی۔ ایسے ہی یاد رکھو کہ بندہ اپنی جان شیطان سے صرف اسی طرح بچا سکتا ہے کہ اللہ کی یاد رکھے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی احکام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"خدا نے مجھے خصوصیت سے پانچ باتوں کا حکم فرمایا ہے۔ جن کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں:۔

(۱) السمع (یعنی) خلیفہ اسلام کے احکام سننا

(۲) الطاعۃ " خلیفہ اسلام کے احکام کی اطاعت

(۳) جہاد (۴) ہجرت (۵) جماعت (پارٹی)

کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا، اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال پھینکی۔ مگر اس صورت میں کہ وہ پھر واپس ہو جائے۔ اور جو شخص جاہلیت (اسلام سے پیشتر کی۔ نسلی اور جغرافیائی یا سرمایہ دارانہ تقسیم کا حامی ہو کر) اس کا نعرہ لگاتا ہے وہ جہنم کی پارٹی میں ہے۔

کسی شخص نے کہا یا رسول اللہ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو روزے رکھتا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ اگرچہ نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہو۔

اے اللہ کے بندو اللہ کا نعرہ لگاؤ جس نے تمہارا نام مسلم و مومن رکھا ہے۔

(ترمذی شریف[۱] ص۱۰۹ و ص۱۱۰ ج ۲)

[۱] قال الترمذی رحمہ اللہ۔ ہذا حدیث حسن صحیح غریب۔ ۱۲

نتیجہ

عبادات کی تعلیم تمام انبیا علیہم السلام نے دی۔ بندگی بہر حال بندہ کا فرض منصبی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا خاص مقصود یہ ہے کہ وہ سیاست کو آئینہ رحمت بنایا جائے"۔ (واللہ اعلم بالصواب)

دوسرا باب

حقوق انسانیت

جامعہ بشریت کے بنیادی مطالبات

ماخوذ از بدور بازغہ وحجۃ اللہ البالغہ مصنفہ حجۃ الاسلام سیدنا حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ العزیز

استاذ علماء ہند متوفی ۱۱۷۶ھ

جامعہ بشریت اور اس کے خواص کھانے۔ پینے۔ رہنے سہنے۔ گرمی اور سردی سے بچنے۔ اولاد پیدا کرنے اور اسکی حفاظت کرنے اور اپنی جان کو آفتوں سی بچانے کا ہر ایک جاندار محتاج ہے۔

خداوند عالم نے جس طرح جانداروں کی الگ الگ قسمیں بنائیں ان قسموں کے بموجب اُن کو ان تمام چیزوں کے حاصل کرنے کی صورتیں بھی سمجھا دیں۔

تم ایک شہد کی مکھی کو لے لو پھلوں کے چوسنے۔ چھتا بنانے۔ شہد نکالنے۔ بچے پیدا کرنے اور پھر اجتماعی ضرورتوں کے لئے ایک سردار "یعسوب" کی فرمانبرداری وغیرہ وغیرہ کے تمام ہی طریقے فطری طور پر اسکو سمجھا دئے گئے ہیں۔ اسی طرح ہر جاندار کو دیکھو۔ اس کی خاص قسم کے بموجب کچھ تفاوت تو ہوگا۔ مگر ان مذکورہ بالا تمام باتوں کو وہ قدرتی طور پر جانتا ہوگا اور ان پر عامل ہوگا۔

اسی طرح انسان بھی۔ کھانے پینے۔ رہنے۔ حفاظت نسل۔ حفاظت جان وغیرہ وغیرہ کا فطری طور پر محتاج ہے۔ ان تمام چیزوں کا احساس فطری ہے۔ جس میں ہر ایک انسان مساوی حیثیت رکھتا ہے۔

البتہ وہ اور جانداروں کی بہ نسبت کچھ خاص امتیازات کا حامل ہے تو انہیں صنفی اور نوعی امتیازات کے بموجب اُسکو تین وصف خاص طور پر عطا کئے گئے۔

(۱) کسی اصولی نظریہ پر غور وخوض کے بعد اس کے لئے آمادہ اور مصروف جدوجہد ہوجانیکی قوت (بالفاظ دیگر) اصولی طور پر کوئی نصب العین معین کرکے اسکے لئے کوشش اور سعی کرنا

(یعنی) عام جاندار۔ بھوک۔ پیاس جیسے کسی طبعی اقتضا کے پیدا ہونے پر کسی حسی یا وہمی غرض کے

لئے آمادہ ہوتے ہیں۔ جب بھوک لگتی ہے تو خوراک تلاش کرتے ہیں۔ جب شکاری کو دیکھ لیتے ہیں تو بھاگنے دوڑنے کی فکر کرتے ہیں۔ مگر انسان بسا اوقات کسی ایسی چیز کو سوچتا ہے جس کا طبعی اور مادی طور سے سر دست کوئی تقاضا نہیں۔ ہاں عقلی اور فطری طور پر اس میں نفع بیشک ہوتا ہے۔ پر اس عقلی نفع کے استحصال کے لئے سرتا پا جدوجہد بن جاتا ہے۔

(۲) ظرافت۔ یعنی عقل یا نفس کے تقاضے کی چیزوں میں بہتری اور عمدگی کی خواہش۔

تشریح:۔ عام جاندار صرف اسی چیز پر قناعت کر لیتے ہیں کہ اُن کی ضرورت پوری ہو جائے مگر انسان چاہتا ہے کہ کھانے پینے، لباس پوشاک، بود و باش کے کی بہتر سے بہتر صورت حاصل ہو۔ عمدہ خوراک ہو۔ اچھا لباس ہو، عالیشان مکان ہو۔ کوئی حسینہ جمیلہ۔ رفیقہ حیات ہو وغیرہ وغیرہ

(۳) عقل اور استعداد کا تفاوت۔ یعنی کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جو مبادی اور اصول۔ قائم کر سکتے ہیں۔ اصولی نصب العین بنا سکتے ہیں۔ ضرورت کے بموجب ایجاد کر سکتے ہیں دوسرے انسان اس سے تو قاصر رہتے ہیں۔ البتہ ان ضرورتوں کا اجمالی احساس اُن کو بھی ہوتا ہے۔ جن کے پیش نظر اصولی نظرئے مرتب کئے جائیں۔

مثل مشہور ہے کہ۔ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" مگر اس ماں سے بچہ پیدا کرنا ہر شخص کا کام نہیں مثلاً ایک انسان بھوکا تھا۔ اس نے ایک درخت دیکھا اس کے پتے کھا کر پیٹ بھر لیا۔

لیکن ایک دوسرا شخص تھا۔ اس نے درختوں میں امتیاز کیا۔ دانوں اور غلوں میں انتخاب کیا مخصوص غلے غذا کے لئے منتخب کئے۔ پھر اسکو حاصل کرنے کے لئے پیداوار کے طریقوں پر غور کیا۔ بونے جوتنے۔ آبپاشی کرنے۔ کاٹنے۔ صاف کرنے کے طریقے ایجاد کئے۔ آبپاشی کے لئے کوئیں بنانے کا طریقہ نکالا۔ اس کے لئے چرس۔ رہٹ وغیرہ ایجاد کئے۔ کچا غلہ معدہ میں زود ہضم نہ تھا۔ نہ اتنا لذیذ تھا۔ تو پیسنے پکانے۔ چھلنے وغیرہ کے طریقے ایجاد کئے

وہ پتے کھانے والا۔ غبی اور نادان انسان ان تمام چیزوں کو دیکھ دیکھ کر خوش تو ہوتا رہا۔ مگر یہ اس کے امکان میں نہ تھا کہ کوئی چیز ایجاد کرتا۔

مختصر یہ کہ اسی قسم کے غور و فکر اور ایجاد و تدوین سے موجودہ دنیا نے عالی شان تمدن کا حیرت انگیز سرمایہ حاصل کر لیا۔

بہرحال یہ تین وصف انسان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جن میں انسان کے سوا کوئی جاندار اس کے ہم پلہ نہیں۔

خاص نکتہ ہم بسا اوقات ضرورتوں سے پریشان ہوئے۔ بہت پریشان ہوئے۔ یکایک دل میں ایک بات آئی۔ بات کیا تھی گویا ایک شعاع تھی۔ جس کی روشنی نے دل ودماغ منور کر دیا۔ یا ابرنیساں کا ایک قطرہ تھا تشنہ لب جستجو اسکے چوسنے کے لئے چھپٹی۔ اسکی حیثیت سائنس کی تھی۔ جو انسان کو عطا ہوا۔ ہم نے اس شعاع نور کو یا قطرۂ رحمت کو خوب بڑھایا۔ خوب پھیلایا۔ جس طرح ہم سائنس کو جتنا چاہتے ہیں بڑھاتے اور پھیلاتے ہیں۔

مگر سوچو۔ وہ شعاع کہاں سے آئی۔ وہ ابرنیساں کا قطرہ کہاں سے ٹپکا۔ ہمیں پیشتر سے اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ ہم اسکو پیدا کہاں سے کرتے۔

بلاشبہہ وہ فطرت کا ایک عطیہ ہے۔ جس طرح ہمارا یہ سائنس فطرت کا عطیہ ہے۔ جو ہمیں فطرت نے اس وقت دیا کہ جب ہمیں اپنی خبر نہ تھی۔ اور ہمارے وجود نے پوری طرح جسمانی قوت اور ہیئت بھی اختیار نہ کی تھی

فطرت کیا ہے۔ قانون قدرت۔ دستور پیدائش — کیا یہ قانون خود بخود ہو گیا۔؟ اس کا واضع کون ہے؟ (یہ بڑی دلچسپ بحث ہے جو ہمیں اس واحد ہستی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ جس نے نیست سے ہست کیا۔ وجود بخشا اور دنیا کا یہ سارا نظام مستحکم اصول پر قایم کیا۔ اگر یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج نہ ہوتی تو ہم اس کی تفصیل ضرور کرتے)

جامعہ بشریت یا انسانی اجتماعات کے مراتب دنیا کا کوئی انسان بھی آپ کو تنہا نہ ملیگا۔ لامحالہ دوسرے انسانوں کے ساتھ مل کر رہے گا۔ یہ یقینی بات ہے کہ سب کی طبعتیں یکساں نہیں ہوتیں۔ سب کے لئے یکساں سہولتیں بھی میسر نہیں آسکتیں۔ کوئی عقلمند ہوتا ہے کوئی بیوقوف۔ کسی کی طبیعت فطرۃً حسن پرست۔ نزاکت پسند۔ پاکیزہ ہوتی ہے کوئی اسکے بالکل برعکس

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن

کسی کو غور وفکر۔ تجربہ اور امتحان کے موقعے میسر آجاتے ہیں اور کوئی کوشش کے باوجود محروم رہتا ہے۔ اس تفاوت نے اجتماعی امور کو چند حصوں پر تقسیم کر دیا۔

(۱) ایسے امور جن سے اولاد آدم کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا گروہ بھی بے نیاز نہیں۔ خواہ وہ دامن کوہ میں رہتا ہو۔ یا سمندر کے کسی ساحل پر۔ ہمالیہ کی چوٹی پر اسکا نشیمن ہو یا سائبریا کے جنگلات میں مثلاً (الف) زبان۔ جو اجتماعی ضرورتوں میں سب سے مقدم ہے۔ جس کے بغیر انسان اپنا منشا دوسرے پر واضح نہیں کر سکتا۔ (ب) خوراک اور اس کے طریقے (ج) مویشی کو قبضہ میں کرنا (د) ازدواجی تعلقات

(۲) لیکن ایسے پست ترین اجتماع۔ جنکی ضروریات زندگی۔ بتوں اور پہاڑ کے غاروں تک محدود ہوں۔ دنیا نے شاید صرف اپنی ابتدا میں دیکھے ہوں گے۔ ہمارے سامنے جو اجتماع ہیں جن سے دنیا کی سیاست بحث کر سکتی ہے۔ وہ کم از کم دیہاتی آبادی ہے۔

لیکن انسان کی ترقی پذیر فطرت نے اس پر بھی قناعت نہیں کی۔

محبت اور انسیت اس کا شریف ترین جوہر تھا۔ جس نے اس کی اولاد کو اس سے جدا نہ ہونے دیا۔ تا آنکہ بچے باپ بن گئے۔ اور ایک نسل کا اضافہ ہو گیا۔

مگر نسل کی زیادتی نے ان کے اجتماع کو تھوڑے ہی عرصہ میں دو چند سے چہار چند کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹا گاؤں بڑا گاؤں بنا اور پھر وہ قصبہ ہو گیا۔

بسا اوقات ترقی پسند طبیعتوں نے اپنے گاؤں کے تھوڑے سے اجتماع کو پسند نہیں کیا۔ وہ بڑے گاؤں یا قصبہ میں چلا گیا۔ اسکا وطن اگرچہ اس کے ذہن اور عقل کے فیوض سے محروم رہا۔ مگر جہاں وہ پہنچا وہاں اس کی قدر ہوئی۔ طبیعت میں قدرتی طور پر جولانی پیدا ہوئی۔ وہ حکیم اور عقلمند کی حیثیت سے نمودار ہوا۔ موجد بنا۔ اور قصبہ کے تمدن میں چار چاند لگا دئے۔

اسی قسم کی افزائش نسل اور پردیسیوں کی آمد نے بسا اوقات کسی قصبہ کو شہر بنا دیا۔ اب انسانی اجتماع کے چار مرتبے ہمارے سامنے آ گئے۔

(۱) جنگلی (۲) دیہاتی (۳) قصباتی یا شہری (۴) ملکی (یعنی شہروں کے باہمی تعلقات)

بنیادی مطالبات جنگل سے گاؤں بنا۔ گاؤں سے قصبہ اور قصبہ سے شہر۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر لطف یہ ہے کہ انسان کی ضرورتوں میں کمی نہیں آئی۔ کھانے پینے۔ سایہ لینے گرمی حاصل کرنے۔ ازدواج وغیرہ وغیرہ کی حاجت پہلے سے تھی۔ مگر تیزیٔ طبع نے کھانے میں کچھ تکلفات پیدا کر دئے۔ گھاس پات چھوڑ کر غلہ کھانا شروع کر دیا۔

یہ پہلا مرحلہ طے ہوا ہی تھا کہ پکانے کی رسم نکل آئی۔ مگر ہاتھ پر پکانا ناممکن تھا تو برتن بنانے کی سوجھی۔ جو غلہ ہمارے سامنے جنگل کے خودرو پودوں سے حاصل ہو گیا تھا جو ہمیں اتنا پسند آیا تھا کہ ہم سب کھا گئے اس کا ہمیں پھر اشتیاق ہوا۔ جس کی بدولت رفتہ رفتہ فطری الہام نے کھیتی کا طریقہ سمجھا دیا۔ اب ہل۔ کدال۔ ڈول۔ رسی وغیرہ وغیرہ تمام ہی چیزیں رفتہ رفتہ ہمارے ہاتھوں میں آ گئیں

ہم نے ایک بچھڑا دیکھا۔ اچھا معلوم ہوا۔ پال لیا۔ جب بڑا ہوا تو ہماری آرام طلب طبیعت نے ہل کا جوا اپنے کندھے پر اتار کر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ وہ گویا ہمارے مقابلہ پر مشین تھا۔ خوب ہل جوتتا

اب ہم اس کے عادی ہو گئے کہ جتنے جانور ہمارے قبضہ میں آسکیں ان کو اپنے قبضہ میں لاکر اُن سے ڈ
کام لیں جو خود نہ کر سکیں۔

ایک گائے کا بچہ دودھ پی رہا تھا۔ ہم نے امتحان کی غرض سے تھن کو منھ لگا دیا۔ وہ نہایت شیریں معلوم ہوا۔ تو اب دودھ پینے کی ایک نئی سوجھی۔ اور اتنی سوجھی کہ برادران وطن نے تو اپنی ماں کو چھوڑ کر گائے ہی کو ماتا کہنا شروع کر دیا۔

جہاں گائے نہیں تھی وہاں۔ اونٹ۔ بکری وغیرہ سے یہی تجربہ عمل میں آیا۔

برہنہ رہنے میں کچھ پریشانیاں پیش آئیں۔ لڑکپن میں تو برہنہ رہے تھے۔ ہمیں کچھ احساس نہ تھا۔ لیکن جوان ہونے پر حسینوں سے واسطہ پڑا۔ تو کچھ نئی دنیا سامنے آ گئی۔ اور اب ہم اپنی ماں بہن سے چھپنے لگے۔ ہمارے پاس پتوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ مگر وہ سردیوں میں بیکار تھے۔

ہم نے دوسرے حیوانات کو دیکھا کہ وہ اپنے لانبے لانبے بالوں اور مضبوط کھال کی بدولت سردی سے محفوظ رہتے ہیں۔ ہم نے چاہا کہ ہمارے بدن کی کھال اُن جیسی ہو جائے۔ مگر اس پر ہمارا قابو نہ تھا۔ تو ہم اس کے پیچھے لگ گئے۔ اور جب وہ کسی طرح قابو میں نہ آیا تو اس کو مار کر اس کی کھال اتار لی۔ اور خود اپنا لباس بنا لیا۔

لیکن وہ بہت سخت تھی تو دفعتہً دل میں آیا کہ صرف بالوں کو کسی صورت سے کھال کی طرح بنا لو۔ فطری الہام نے ہماری امداد کی۔ ہمیں بٹنے کی سوجھ گئی اور پھر دوبارہ غور کیا تو ایک روشنی نے ہمارے دل و دماغ کو مسرت سے بھر دیا۔ وجہ یہ تھی کہ ہم کھونٹیاں گاڑ کر تانا تنا اور پھر ان کے آڑے رُخ پر دوسرے ڈورے کو نکال کر کپڑے کی طرح بنا۔ اس فطری الہام کی بدولت معلوم کر لیا تھا۔

بلاشبہ اس وقت انسان کے پاس بہت سا سامان مہیا ہو گیا۔

مگر مشکل یہ تھی کہ جس نے اپنا وقت کھیتی میں صرف کیا تھا۔ اس کو کپڑا بننے کی فرصت نہ مل سکی۔ برتن بنانے والا کھیتی نہ کر سکا۔

ہمارے پاس غلہ تھا پڑوسی کے پاس کپڑا تھا۔ ہم اگر اسکو چھینتے ہیں تو وہ ہمارا غلہ چھین لیتا ہے۔ ہم سردی سے پریشان تھے۔ اور پڑوسی بھوک سے۔ دفعتہً طبیعت نے ایک جدید نور محسوس کیا۔ یہ ایک نیا فطری الہام تھا۔ کہ غلہ دیکر کپڑا لے لو۔ بات خوب ہو گئی۔ مگر ایک نئی شاخ تبادلہ کی پیدا ہو گئی۔ جو ترقی کرتے کرتے خرید و فروخت اور تجارت کی موجودہ حد تک پہنچ گئی۔

بہرحال اس تمام کد و کاوش سے ہمارے پاس پیٹ بھرنے اور تن ڈھاکنے کا سامان فراہم ہو گیا۔

برابر کے جھونپڑے میں ایک حسینہ تھی۔ اس سے کچھ اُنسیت تھی۔ ایک دوسرا شخص آیا۔ اُس کو اٹھا کر چلتا بنا۔ اس کا تعاقب کیا گیا۔ تو وہ قتل وخون کے لئے آمادہ ہو گیا۔ حالانکہ وہ حسینہ خود اُس کو پسند نہ کرتی تھی۔ مگر اُس کی قوت کے سامنے مجبور تھی۔

خیال یہ بھی ہوا کہ اسی طرح حسینوں کی چوری کی جائے۔ وہ دلوں پر ڈاکہ ڈالتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود ان پر ڈاکہ ڈالا جائے

مگر فکر یہ تھا کہ یہ چوری بہت زیادہ چغلخور ہے۔ تھوڑے عرصہ بعد جب جیتا جاگتا بچہ پیدا ہوگا تو اس کا کون متکفل ہوگا۔ عورتوں نے خود یہ سوال پیش کیا کہ اُن کی اور اُن کی اولاد کی ضروریات کا نازک وقت میں کون ذمہ دار ہوگا —— اس سوال نے بہت زیادہ سرگردان کر دیا۔

ہاں۔ مگر وہی غیبی نور پھر سامنے آیا۔ اور اب یہ ارادہ کر لیا گیا کہ حسینہ کے باپ سے معاملہ طے کر لو۔ ایک دو آدمیوں کو اَور مددگار اور گواہ بنا لو۔ پھر اگر کوئی مزاحمت کریگا تو بہت سے ساتھی اور مددگار ہوں گے۔ ایک شریف خاتون رفیقہ حیات ہوگی۔ اولاد اپنی ہی ہوگی۔ اور باعث سکون اور موجب مسرت ہوگی۔ بڑھاپے کے وقت مددگار ہوگی۔ اور ہم بھی پھر خوب کما کما کر اس کو اچھی طرح رکھیں گے۔ اور اگر مرنے لگے تو اُسی کو اُس کا مالک بنا دیں گے۔

آج ہمیں بہت خوشی تھی۔ ایک رفیقۂ حیات میسر آئی تھی۔ اور ایسا سامان بہم ہو گیا تھا کہ ہم اگر مر بھی جائیں تو ہمارا نشان ختم نہ ہو۔ نوع انسان میں کوئی کمی نہ آئے۔ ہماری کمائی ٹھکانے لگے۔

ہم اس خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے۔ ہم بہت خوش ہوئے۔ دوست احباب کو جمع کیا۔ خوب خوب خوشیاں کیں۔ ولیمہ ہوا۔ عمدہ کھانے پکے۔ خوب کھلائے گئے۔

اس تجربہ یا غیبی الہام نے بڑی حد تک عصمت۔ آبرو۔ بقاء نسل وغیرہ وغیرہ کی ضرورتیں اور اُن کے فوائد ہمارے سامنے روشن کر دئے۔

ہم نے تو یہ تمام باتیں کافی غور وخوص کے ساتھ کیں۔ فطری الہامات ہماری امداد کرتے رہے جن کا ہمیں کافی اعتراف ہے۔ مگر مصیبت یہ تھی کہ بہت سے حاسد۔ خائن۔ شریر۔ جنگجو۔ سرکش بھی انسانی طبقہ میں موجود تھے۔ اُن سے یہ تو نہ ہو سکا کہ جفاکشی اور انصاف پسندی سے کام لیتے۔ وہ اگرچہ صورت میں انسان تھے۔ مگر سیرت میں بلاشبہہ درندہ تھے۔ ان کمبختوں نے ڈاکہ زنی چوری۔ عیاشی۔ آبرو پر حملہ۔ خونریزی۔ فتنہ وفساد شروع کر دیا۔ اور مصیبت پر مصیبت یہ کہ اس قسم کے بدمعاشوں کی ایک ٹولی اکٹھی ہو گئی۔ جس نے زندگی دوبھر کر دی۔

ہم سب بہت پریشان تھے اور ہماری طرح وہ سب لوگ پریشان تھے۔ جو ان بدمعاشوں اور سرکشوں کی ٹولی میں نہ تھے۔

یکایک اسی روشنی نے دل کو بقعۂ نور بنا دیا جس کی شعاعیں بارہا کاشانۂ دل پر پرتو ڈال چکی تھیں اور شاہراہ تمدن کی رہنمائی فرما چکی تھیں۔

خیال یہ کیا گیا کہ اس قسم کے تمام امن پسند شریف الطبع انسانوں کو فراہم کر کے باہمی امداد و تعاون اور ان سرکشوں کی مدافعت کا ایک معاہدہ کر لیا جائے۔

اپنی جماعت کا ایک نظام بنا دیا جائے اور اس کی نگرانی کے لئے ایک ایسے شخص کو جو اعلےٰ اخلاق کا بہترین نمونہ ہو ناظم اعلیٰ مقرر کیا جائے۔ تاکہ انسانیت پسند انسان امن اور عافیت کی زندگی بسر کر سکیں۔ اور سرکش۔ ظلم پسند۔ اگر اصلاح نہ قبول کر سکیں تو ان کی سرکوبی اور ایسی گوشمالی ہوتی رہے کہ اُن کی فتنہ انگیزی جامعہ بشریت اور اجتماع انسانی کے لئے وبال نہ ہو یہ تھا نظام حکومت کا سنگ بنیاد۔ جو قایم کیا گیا تھا اس لئے کہ انسان اپنی زندگی سکون اور عافیت کے ساتھ گزار سکے۔ اور اطمینان کے ساتھ ان کمالات کی طرف توجہ کر سکے۔ جن کے حاصل کرنے کے لئے اس کو انسانیت کا جامہ عطا فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے درجہ کو عام جانداروں سے بالا رکھا گیا ہے۔

بیشک ایک شخص کو ناظم اعلیٰ قرار دیا گیا تھا۔ اس کی امداد کے لئے کچھ اور آدمی مقرر کئے گئے تھے۔ مگر یہ سارا سلسلہ اس لئے تھا کہ انسانیت اور جامعہ بشریت کی ترقی اور بہبودی ہو۔ یہ لوگ حاکم اس لئے تھے کہ امن و عافیت بہبود و فلاح کی صورتیں سوچیں اور تمام باشندے ان کی پیروی کر کے اعلیٰ فلاح حاصل کریں۔

یہ درحقیقت انسان تھے۔ اجتماع انسانی کے افراد اور اعضا تھے۔ انسانی حیثیت سے ان کے حقوق عام انسانوں سے بالا ہرگز نہ تھے۔ دولت اور رفاہیت کے اتنے ہی مستحق تھے جتنے عام انسان۔ یہ مخدوم صرف اس لئے تھے کہ جامعہ انسانیت کے اعلیٰ خادم تھے۔ ان کی عظمت اس بنا پر کی جاتی تھی کہ حقوق انسانیت کے احترام و عظمت کے وہ محافظ تھے۔ شرافت انسانی کو دوبالا کرنا اُن کا فرض تھا۔ ہمدردی۔ خلق ان کا خاص منصب تھا۔ مگر بدقسمتی یہ ہوئی کہ نظام حکومت۔ جاہ اور شہرت کا ذریعہ بن گیا۔

کچھ محصولات عام لوگوں پر اس لئے مقرر کئے گئے تھے کہ ان مخلص خادمان انسانیت کی

ضروریات زندگی پوری ہوسکیں۔ لیکن حریص اور طماع لالچیوں کی نگاہیں اس پر جم گئیں۔

ان فتنہ انگیز۔ شہوت پرست۔ جاہ طلب۔ انسانوں نے جب امن پسند اور خادم خلق۔ نظام حکومت کے مقابلہ میں شکست اٹھائی۔ تو اب دوسری چولی بدل کر میدان میں آئے۔ اغوا۔ دسیسہ کاری اور خفیہ سازش کا جال اس کنارے سے اُس کنارے تک پھیلا دیا۔

وہ مخلص خادمان خلق پر نکتہ چینی کرنے لگے۔ امن وسلامتی اور خدمت خلق کے نام پر "انقلاب زندہ باد" کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھالیا۔

بسا اوقات عام انسانوں نے دھوکا کھا کر اُن کی حمایت کی۔ اُن کو نظام حکومت میں شریک کرلیا۔ مگر افسوس وہ "مار آستین" ثابت ہوئے۔

رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ نظام حکومت جو خدمت خلق اور جامعہ بشریت کی بہبود وفلاح کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ فرعونیت۔ شدادیت۔ نمرودیت اور طاغوتیت کا جلوہ گاہ بن گیا۔

سب سے پہلے ان شیطان صفت انسانوں نے اپنے ماتحتوں کا گلا گھوٹا۔ جامعہ بشریت کے پرخچے اڑا کر اس کو اچھا خاصہ جامعہ شیطانیت کرلیا۔ اور پھر ان کے حریص اور طماع حوصلے اور بڑھے۔ اپنے شہر سے گذر کر دوسرے شہر پر حملہ کردیا۔ تاکہ شہوت رانی کے اسباب زیادہ سے زیادہ وسیع ہوجائیں۔

اور اس صورت سے ملک گیری اور شہنشاہیت کا وہ خبیث مرض پیدا ہوا جس نے فرعون جیسے طاغوت سے موسیٰ علیہ السلام جیسے مخلص خادم خلق کے مقابلہ پر نہیں بلکہ اپنے خالق اور پروردگار کے مقابلہ پر مصر کے تخت شہنشاہیت سے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا نعرہ بلند کرایا۔

موت پر موت۔ مصیبت پر مصیبت یہ تھی کہ کالے گورے۔ عربی۔ عجمی۔ برہمن غیر برہمن۔ وغیرہ وغیرہ کی تقسیم نے انسان کو انسان کا دشمن بنادیا۔ اولاد آدم کو ایک دوسرے کے خون کا پیاسا کردیا۔

آپ بآسانی تسلیم کرلیں گے کہ انسان خیر اور شر کا مجموعہ ہے۔ جس طرح اس کو خدا نے عقل جیسا پاک جوہر عطا فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں طمع۔ حرص۔ حسد۔ بغض۔ کینہ وغیرہ وغیرہ کے وہ اخلاق بھی پیدا کردئے ہیں کہ جو درندوں اور شیاطین کے خواص ہیں۔

بلاشبہہ قدرت کا مطالبہ یہی ہے کہ انسان عقل اور روحانیت کو درندگی اور شیطانیت کے جذبات پر غالب کرکے ایک مقدس انسان کی حیثیت سے جامعہ انسانی کا بہترین خادم بنے۔

مگر کتنے ہیں جو فطرت کے اس فطری مطالبہ کو پورا کرتے ہیں؟

لیکن انسان اور کمزور انسان۔ جب شیطان صفت۔ جابر اور قہار درندوں سے جو اقتدار اعلیٰ کے مالک بن جاتے ہیں۔ گھبرایا کرتا ہے۔ تو وہ لامحالہ پناہ پکڑتا ہے۔ ایسے ہی پاکباز انسانوں کی جو اگرچہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں مگر مظلوم انسانوں کی حمایت سے وہ شیطانی گروہوں پر بہت بھاری ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خیر اور شر کی ایک جنگ چھڑتی ہے۔ مظلوموں کا ظالموں سے مقابلہ ہوتا ہے۔ کبھی وہ غالب کبھی یہ غالب۔ اسی صورت سے دنیا خیر و شر۔ انسانیت اور شیطانیت کی کارزار کا جولانگاہ بنی رہتی ہے

یہ تمام جنگ وجدال۔ قتل وخون۔ اُن مقاصد سے متعلق تھے جن کو سیاست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مگر نظر اور فکر کا ایک پہلو اور بھی تھا۔ جو انسان کے سامنے سب سے پہلے آیا۔

(۱) یہ فطری الہامات جو بار بار طبیعت میں آتے رہے۔ کہاں سے آئے۔ یہ ایک سوال تھا۔ ممکن ہے کہہ دیا جائے کہ انسان کے ذہن میں دیکھی سنی چیزوں کے عکس باقی رہ جاتے ہیں۔ اُن سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اور ضرورت کے وقت اُس عکس کی طرف توجہ منعطف ہوتی ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ کوئی الہام ہوا۔

مگر بحث اس وقت کی ہے جب انسان تمدن کے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا۔ اُس کے سامنے کوئی قصہ کہنے والا بھی نہ تھا کہ اُس سے کچھ سنکر ذہن نے اپنے خزانہ میں کچھ ڈال لیا ہو۔

(۲) اس سے مقدم سوال یہ تھا کہ اس کا سانس۔ اُس کی روح۔ اس کی عقل کہاں سے آئی۔ یہ تمام عالم اور اس کا یہ مضبوط انتظام کس نے قائم کیا۔

ہم بہترین گھڑی سیکڑوں روپیہ خرچ کر کے منگاتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ تیز اور سست ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات بند ہو کر ہمارا پروگرام بیکار کر دیتی ہے۔

لیکن یہ چاند اور سورج کی گھڑی غروب اور طلوع کے ٹائم لاکھوں برس سے اتنے مضبوط ہیں کہ دنیا ان ہی کے بھروسے پر جنتری بناتی ہے۔ نجومی ان کے اثرات سے اپنے تخیلات کا سارا گھروندا بنائے بیٹھے ہیں۔

اب سے ایک ہزار برس پیشتر۔ یکم جنوری کو جس منٹ پر دہلی میں آفتاب طلوع ہوا تھا۔ کیا اس سال اُس کے سوا دوسرے وقت آفتاب طلوع ہوا۔ اور کیا اس ایک ہزار برس کے بیچ میں کبھی

کوئی فرق پیدا ہوا۔

کوئی مشین دنیا میں ایسی نہیں جس کا کوئی بنانے والا نہ ہو۔ تو سوال یہ ہے کہ اس عالم کی تمام مشینری بنانے والا کون ہے۔

خود انسان اگر اپنی ساخت پر نظر کرے تو حکمت کے لاتعداد اسرار و معمے اس کے سامنے آئیں جن کو حل کرتے کرتے وہ تھک جائے۔ صرف ایک انگلی پر نظر ڈالیے۔ اس میں پورا نہ ہو۔ تین پوروں کے بجائے صرف دو ہوں۔ یا سیدھی سلاخ کی طرح سخت یا گوشت کی طرح نرم ہو ناخن نہ ہوں۔ یا سارا پورا ہڈی کا ہو۔ اس کو کس قدر نقصان پہنچیگا۔ اور کیا دنیا بھر کے ڈاکٹر انگلی کے کسی حصہ کو بھی قدرتی انگلی کی طرح بنا سکتے ہیں؟ ایک آنکھ اس میں لاکھوں حکمتیں۔ اس کی نگاہ کس قدر تیز کہا جاتا ہے آنکھ سے ایک شعاع نکلتی ہے۔ مگر خدا کی پناہ اس کی حرکت کس قدر تیز ہے۔ کہ ادنیٰ سے ادنیٰ وقت میں جس کی کوئی مقدار نہیں بیان کی جاسکتی وہ لاکھوں اور کروڑوں میل کے فاصلہ پر تاروں سے جا کر ٹکراتی ہے۔ اور اگر کوئی شعاع نہیں نکلتی بلکہ فوٹو کے چربے کی طرح کوئی طاقت ہے۔ تب بھی محو اور اثبات کی طاقت کس قدر تیز۔ ایک سیکنڈ کے کم سے کم وقفہ میں آپ نے ایک طرف سے دوسری جانب نگاہ گھمائی۔ لاکھوں چیزوں کا نقش آپ کی نگاہ میں آتا۔ اور مٹتا رہا۔ کس قدر تیز طاقت ہے۔ مگر کہاں سے پیدا ہوئی ——؟

ہر انسان کی صورت ایک دوسرے سے جدا۔ آواز جدا۔ خصلت جدا۔ طاقت جدا۔ طبیعت جدا۔ اگر بے حس حکمت اور ارادہ سے خالی کوئی مشینری کام کر رہی ہے تو یہ تفاوت کیوں؟ اس قسم کے سیکڑوں سوالات انسان کے سامنے آئے۔ جس سے اس کی سرگردانی روز افزوں ہوتی رہی۔ اس نے ایک عجیب تماشہ دیکھا۔

دنیا کی ہر چیز اس کے لئے تھی۔ اور وہ کسی کے لئے نہیں تھا۔

پہاڑ اور اُن کی فلک بوس چوٹیاں۔ دریا اور اُن کی بے پناہ گہرائیاں۔ جنگل اور اس کے تاریک جھنڈ۔ ساری زمین اور وسیع میدان۔ لہلہاتے ہوئے سبزہ زار۔ شاداب گلشن۔ گل اور غنچے۔ فضا میں اڑنے والے پرندے۔ سمندر کی مچھلیاں۔ ان سب کو وہ سمجھتا ہے۔ کہ اس کے لئے ہیں۔ جس کو چاہے جس کام میں لائے۔ کوئی روکنے والا نہیں۔

اگر کر سکے تو آفتاب کی کرنوں سمیٹے۔ اُن سے برقی طاقت بنائے۔ آسمانی فضا کو مسخر کرے۔ دریا کی سطح کو جولانگاہ بنائے۔ سب جائز۔ اس کا فطری حق۔ یہ تمام چیزیں اُس کی اور اُس کے لئے۔

مگر آخر یہ کیوں پیدا ہوا۔ اور کس کا ہے۔ کس لئے ہے۔ اس قسم کے سیکڑوں سوالات تھے۔ جو پیدا ہوئے اور ہوتے رہے۔

خلاصہ اور نتائج

گذشتہ تمام بحث سے بنیادی مطالبات کی تشریح کرنی تھی۔ خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) خالق کی معرفت　　(۲) انسانی شرافت کا مقصود۔
(۳) کیوں پیدا ہوا۔ کیا کرنا ہے۔ کیا جانتا ہے۔　　(۴) ہیئت
(۵) تحفظ مال　　(۶) تحفظ صنعت
(۷) تحفظ و ترقی تجارت　　(۸) تحفظ جان
(۹) تحفظ نسل　　(۱۰) تحفظ عصمت و ناموس
(۱۱) عدل و انصاف　　(۱۲) تمدن و تہذیب
(۱۳) حقوق ملکیت میں آزادی　　(۱۴) حقوق انسانیت میں مساوات

تیسرا باب

ظہور اسلام سے پیشتر عالم انسانی کی تباہ حالی

سیکڑوں قلم اس بحث پر حرکت کر چکے ہیں۔ ہمیں تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ربط مضمون کے لئے چند اشارات پیش کئے جاتے ہیں۔

عرب دنیا کا ایک پاک خطہ تھا۔ جس کو خدا نے اس مقدس بیت کے لئے منتخب کیا تھا۔ جو کروڑہا مخلوق کے لئے قبلہ بنایا گیا۔ جس کی زمین کو سب سے پہلی زمین بتایا گیا۔ جو عالم وجود میں ظہور پذیر ہوئی۔ اور جس کے شہر کو معمورۂ ارض کا مرکز قرار دیتے ہوئے "اُمّ القریٰ" کہا گیا۔

مگر درندگی اور فرعونیت اگر کسی مخلوق پر ناز کر سکتی ہے تو وہ بھی مخلوق تھی جو اس مقدس خطہ میں اس وقت آباد تھی۔ بلا شبہہ اس قوم میں شجاعت۔ خودداری۔ حریت۔ سخاوت کے جواہر بھی موجود تھے۔ مگر درندگی اور فرعونیت نے اُن جواہر کو تہ بتہ گندگی میں اس طرح چھپا دیا تھا کہ اگر اخلاق کے ان جواہر اور موتیوں کا ظہور بھی ہوتا تو اسی گندگی اور تعفن کے ساتھ۔ شجاعت اور خودداری کا بہترین منظر یہ تھا کہ باپ اپنی ننھی سی بچی کو اس لئے قتل کر دے کہ داماد کی غیرت ناک صورت نہ دیکھنی پڑے۔

سخاوت کا جلوہ گاہ۔ شراب اور جوے کی بزم ہوتی تھی۔ جو ان مجالس سے بچتا وہ بخیل تھا۔ ان خبیث اخلاق پر فخر کرنا۔ فرعونیت کا پہلا سبق تھا۔

باپ دادا کے انہیں اخلاق پر فخر۔ یہ اولاد کا منصبی فرض تھا جس پر جان قربان کرنا مقدس جہاد تھا فخر و غرور پر ادنیٰ ترین زد کے وقت خون آشام تلواروں کا میانوں سے نکلکر۔ ابنا ءعم کے سینوں میں پہنچ جانا۔ ایک نسلی فریضہ تھا۔ جو کسی حالت میں بھی نظر انداز نہ ہو سکتا تھا۔

شجاعانہ اخلاق کے ظالمانہ اور متکبرانہ ظہور نے سارے عرب کو دائمی جنگ کا میدان بنا دیا تھا جہاں چلنا پھرنا۔ تجارت۔ زراعت۔ صنعت۔ حرفت۔ ہر چیز تباہ ہو چکی تھی۔

عرب کی ساری مخلوق۔ مدنیت سے کوسوں دور تھی۔ ہر ایک قبیلہ علیحدہ قوم علیحدہ ملک علیحدہ وطن تھا۔ جس کو اپنی قوت پر دنیا میں زندہ رہنا تھا۔

بلاشبہ موت کا خوف اُن کے دل سے دور ہو گیا تھا۔ مگر ان کی قومی زندگی بہت محدود تھی۔ ان کے تعلقات اس سے بھی زیادہ محدود۔ اور ترقی کے راستے قطعاً مسدود۔ ایک قبیلہ کا سب سے بڑا سرمایہ اُس کا چشمہ تھا۔ جس کے گرداگرد اُس کے اونٹ اور بکریوں اور بھیڑوں کے گلے چرتے تھے۔ جن کے دودھ سے وہ زندگی بسر کرتے۔ کھال کے خیمے ڈول۔ مشکیزے بناتے۔ بالوں کو بٹ کر اور کات کر پہننے کے لیے کمبل بنا لیتے۔ یہ ان کی اقتصادی کائنات تھی۔

ذائقہ بدلنے کو طبیعت چاہتی تو جنگل کے جانوروں کا شکار کر لیتے۔ جب اُن کا چشمہ خشک ہو جاتا۔ یا اونٹ اور بکریوں میں کمی ہو جاتی تو کسی قبیلہ کو جا کر لوٹ لاتے۔ یہ ان کی سیاست تھی وہ خود کو تمام دنیا سے شریف کہا کرتے تھے۔ مگر افسوس صحیح شرافت کا احساس بھی مفقود تھا۔

وہ سات قصیدے جو آجتک سبع معلقات کے نام سے مشہور ہیں اور جن کو عکاظ سے میلے میں یکے بعد دیگرے سنایا گیا تھا۔ اور جن کی فصاحت پر عرب اس قدر گرویدہ تھے کہ ان کو خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے متکبروں کی پیشانیاں ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتی تھیں۔ ان کو اگر پڑھا جائے۔ تو آپ کی تہذیب بہت سے اشعار کا ترجمہ کرنے سے بھی شرمائے گی۔

یہی نہیں کہ صرف حسن و عشق اور شراب و کباب کے تذکرے سے وہ پر ہیں۔ بلکہ اُن کی تہذیب کا مرقع وہ اشعار ہیں۔ جن میں عیاشی کی پردہ دار کیفیتوں کو مزے لے لیکر بیان کیا گیا ہے۔

دنیا کو تعجب ہونا چاہیئے کہ اس فرعونیت۔ غرور۔ اور تمرد کے ساتھ ان کا احساس کسقدر تباہ تھا۔ انکو شرم نہ آتی تھی کہ وہ اپنی مغرور اور سخت گردنوں کو پتھروں کے سامنے جھکا دیں۔ انکو حیوان مان کر انکے سامنے گڑگڑائیں

اور برہنہ ہو کر اُن کے گرداگرد طواف کریں۔

عرب بہر حال غیر منظم تھے۔ جاہل تھے۔ غیر مہذب تھے۔

مگر اُن ممالک پر نظر ڈالیے۔ جن کو تہذیب اور تمدن کا گہوارہ کہا جاتا تھا۔

ہمیں اپنے عزیز وطن، ہندوستان کے متعلق سب سے پہلے بحث کرنی ہے۔ جہاں ہم پیدا ہوئے۔ جہاں ہمیں رہنا ہے۔ اور جس کی زمین میں ہمیں دفن ہونا ہے۔ جس کو آج ہم مقدس وطن بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اسلام کے ہزاروں لاکھوں چاند تارے مدفون ہیں۔

جو وطن ہزاروں مقدس اولیاء اللہ کا مسکن اور مدفن ہے۔ کیا وہ مقدس نہیں۔؟

ہندوستان کی قدیم تاریخ کا پتہ چلنا مشکل ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ اس وطن کے غرور اور تکبر کی تاریخ تمام دنیا سے نرالی ہے۔

بہت پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان ایک قوم سے آباد تھا۔ برہمن اور شودر کی تفریق یہاں نہ تھی۔ یہی قوم ہندوستان کی حاکم اور مالک تھی۔ مگر ایران کی طرف سے ایک دوسری قوم نے آکر ہندوستان فتح کرلیا اس فاتح قوم (ایرین یا آریہ) نے اپنی قوم کے تین ورن مان کر اونچے اونچے کام اُن کے سپرد کئے۔ اور چوتھا کام یعنی ان تینوں کی خدمت کرنا غریب شودر کا کام قرار دیا۔ جو ہندوستان کا پہلا مالک اور راجا تھا۔ اور پھر اس لئے کہ کسی وقت یہ مفتوح قوم مقابلہ کی طاقت نہ پیدا کرلے۔ منوجی نے اپنے خاص قانون میں جس کو "منوسمرتی" کہا جاتا ہے۔ فیصلہ کردیا۔ کہ

(الف) اچھوت کو علم سے محروم رکھا جائے۔

جو شخص شودر کو دھرم اور برت کا اپدیش دیتا ہے وہ مع اس شودر کے اسمبرت نام نرک (دوزخ) میں جاتا ہے۔ منوسمرتی۔ شلوک ۸۱ ادھیائے ۴۔ شودر کے پاس پڑھی بھی نہیں شلوک ۹۹۔ ادھیائے ۴

(ب) اچھوت سے معاشرتی بائیکاٹ رکھا جائے۔ یعنی شادی بیاہ تو در کنار۔ اُن کے پاس بھی نہ بیٹھا جائے۔ اُن کے جرم کی سزا اُن سے دوگنی چوگنی لی جائے۔

چانڈال وغیرہ جس عضو سے "بڑے" آدمیوں کے عضو پر ضرب کرے۔ اُس عضو کو کاٹ ڈالنا بھی منوجی کا حکم ہے۔ شلوک ۲۷۹۔ ادھیائے ۸

برہمن۔ کھتری۔ ویش۔ تینوں ورن اگر محبت کی وجہ سے نیچ ذات کی لڑکی سے دواہ کریں تو اپنے کل کو جلد ناش کردیتے ہیں۔ شلوک ۱۵۔ ادھیائے ۳

(ج) حکومت۔ دولت۔ تمدن۔ شہری اور مجلسی حقوق سے شودر کو محروم رکھا جائے۔

چانڈال۔ سوپج۔ یہ دونوں گاؤں کے باہر قیام کریں۔ برتن وغیرہ سے محروم رہیں۔
ان کی دولت سگ وخر ہے۔ شلوک ۵۱ ادھیائے ۱۰

آپ نے ملاحظہ کیا۔ انسانی غرور کا تماشہ۔ معاذ اللہ۔ یہ ہے فاتح قوم کا مفتوح کیساتھ معاملہ۔
کلیجہ مُنھ کو آنے لگتا ہے۔ تصور سے دل کانپ جاتا ہے (الامان۔ الحفیظ)

خدا کی لاتعداد مخلوق ہے۔ آدم کے بیشمار بیٹے ہیں۔ مگر کس طرح غرور و تکبر کی چکی میں انتہائی ذلت کے ساتھ پیسے گئے۔ افسوس صد افسوس۔

انسانیت لرزہ براندام ہے۔ آدمیت کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ تقسیم فطرت کے اصول پر تھی۔ یعنی جس شخص کو فطری طور پر تعلیم و تعلم سے رغبت ہو۔ وہ برہمن ہوا جس میں شجاعت اور دلیری فطری ہو وہ کھشتری ہوا۔ اور جس کی طبعیت میں نظم وضبط ہو۔ وہ ویش ہو گیا۔ اور جو ان تینوں صلاحیتوں سے خالی ہوا۔ وہ ان سب کا خادم قرار دیا گیا کیونکہ اس کی فطرت اسی طرف چلتی ہے۔ اس کے ماسوا اور کوئی صلاحیت اس میں نہیں۔

مگر مصیبت یہ تھی کہ اس تقسیم کو صلاحیت اور طبعی استعداد پر موقوف نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اس کا مدار نسل پر ہو گیا۔ برہمن کا بیٹا برہمن قرار دیا گیا۔ خواہ وہ اپنے اخلاق میں چنڈال سے بدتر ہو۔ شودر کا بیٹا شودر ہی رہا۔ خواہ اس کی فطرت کتنی ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو۔

بہر حال اس غرور اور نخوت نے صرف شودر ہی کو تباہ نہ کیا۔ بلکہ اس نے اولاً اونچی جاتیوں کے ماسوا جامعہ بشریت کے تمام افراد کو دائرہ انسانیت سے خارج کیا۔ اور ان تینوں ورنوں میں وہ حد بندی کر دی جو دو مختلف قوموں میں بھی نہیں ہو سکتی۔ آپس کا شادی بیاہ خاص خاص حدود میں محدود ہو گیا۔ کھانا پینا بھی عجیب عجیب قیود سے مقید ہو گیا۔ اور اس طرح انسانی غرور انسان کے گلے کا قابل نفرت طوق بن کر رہ گیا۔ یہ نعرہ ہمیشہ بلند کیا گیا اور آج بھی بلند کیا جا رہا ہے۔ اور مہابھارت کے میدان جنگ میں رام اور راون کی افسانہ نما جنگ میں بھی۔ "کہ" عدم تشدد سب سے اونچا دھرم ہے"
مگر اس پر عمل کہاں تک ہوا۔

کیا ہندوستان کا چپہ چپہ برہمن اور کشتری کی خانہ جنگیوں سے رنگین نہیں۔؟ اور جب ویدانت اور علم و عرفان کا دروازہ برہمن کے سوا تمام دنیا پر بند کر دیا گیا۔ تو دیکھو کمزور اور درماندہ لوگوں کا گروہ "بدھ" کے گرد اکٹھا ہو گیا۔ اور پھر تمہیں معلوم ہے کس طرح انسانی خون کی "ہولی" کھیلی گئی۔

آج اسپین کی جنگ پر دنیا، تہذیب ماتم کر رہی ہے۔ کہ ایک انسان کے دل کی ٹھنڈک یہ ہو کہ اُس کے بھائی کو۔ اُس کے چچا کو۔ ماموں۔ باپ یا دادا کو اُس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا جائے۔ مگر تم نے ہندوستان کی تاریخ پڑھی ہوگی تو کورو پانڈوں کی جنگ رام راون کی لڑائی۔ اور برہمن غیر برہمن اور پھر بودھ اور غیر بودھ کی لڑائیوں میں بارہا ہندوستان کو بربادی اور تباہی کا جہنم بنتے دیکھا ہوگا۔

جس نے بالآخر ہندوستان کو سیکڑوں ریاستوں۔ ہزاروں حکومتوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ اور ایک باپ کی اولاد کو ہزاروں ٹولیوں میں بانٹ دیا تھا۔

انسانی خون کی ارزانی کے لئے میدان جنگ کا بازار ہی مخصوص نہ تھا۔ بلکہ اُس کے ماسوا عورت کے لئے اول سے آخر تک موت کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔

سب سے پہلے تو اس کو جینے کا حق ہی مشکل سے دیا جاتا۔ پیدائش کے وقت ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا۔ لیکن اگر زندہ بھی رہتی تو صرف مرد کے لئے۔ مرد کے مرنے پر مذہبی فریضہ تھا کہ وہ اپنی جان مرد کی چتا پر قربان کر دے۔ جس کو "ستی" کی مقدس رسم سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

بلاشبہ جانوروں کے گوشت کھانے کو کسی زمانہ میں بند کر دیا گیا۔ لیکن آواگون کا عقیدہ قائم کر کے ہر جانور کو مجرم روح قرار دیا گیا۔ اور نہ صرف جانور بلکہ شودر کو بھی اسی صف میں کھڑا کر دیا گیا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اخلاقی اور روحانی اعتبار سے شودر اور حیوانات یا غریب آدمیوں۔ مصیبت زدہ لوگوں پر رحم و کرم کرنا۔ مجرم اور گناہگار روحوں کو اس عذاب سے نجات دلاتا ہے۔ جس کے وہ مستحق تھے۔ اور جس سے نجات دلانا گویا سوسائٹی کو اور جرم پر آمادہ کرنا ہے۔

تم نے بیسویں صدی کے دور تہذیب میں ہزاروں دوکانوں پر وہ فوٹو زیبائش کے لئے آویزاں دیکھے ہوں گے۔ جن میں کچھ عورتیں مادرزاد برہنہ ہو کر تالاب میں نہا رہی ہیں۔ اور شری کرشن جی مہاراج اُن کے کپڑے لیکر ایک درخت پر جا بیٹھے ہیں۔ برہنہ عورتیں اُنکی خوشامد کر رہی ہیں کہ کپڑے دیدو اور وہ وہیں سے بیٹھے بیٹھے تاک رہے ہیں۔

اسی قسم کا واقعہ عرب کے ایک مشہور شاعر "امرء القیس" کا بھی ہے۔ جس کو وہ "دارجلجل" کے واقعہ سے تعبیر کرتا ہوا اپنے قصیدے میں اُس پر فخر کرتا ہے۔ مگر تاہم یہ فرق ضرور ہے کہ ان واقعات کے ہوتے ہوئے عرب نے امرء القیس کو مقدس انسان نہیں تسلیم کیا۔

لیکن جو قوم ایسے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے اُس کے متعلق تقدس کے خیالات بھی قائم کرے تو

اس کی تہذیب کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں باقی رہجاتی۔

آج بیسویں صدی میں اس واقعہ کو غلط کیا جا رہا ہے۔ مگر ہمیں پانچویں صدی عیسوی کے حالات سے بحث کرنی ہے۔ اور اس زمانہ کے اخلاق کا مرقع پیش کرنا ہے۔

لِنگ کی پوجا آج بھی ایک عجیب تہذیب کا نقشہ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ اور عرب کی طرح ہندوستان کی اس بوالعجبی پر بھی حیرت زدہ ہے کہ ایک طرف وہ غرور کہ برہمن کسی کی پکائی ہوئی روٹی بھی نہیں کھا سکتا۔ اور دوسری طرف انسانیت اور شرف آدمیت کی یہ توہین کہ اس کا مقدس سر ہر عجیب چیز کی ایڑیوں میں ٹھوکریں کھاتا پھرے۔

افسوس یہ مختصر مضمون اتنی گنجائش نہیں رکھتا کہ سولہ سو سال پیشتر کی دنیا کا نقشہ تفصیل سے پیش کیا جائے۔ ہمارا تعلق زیادہ تر عرب اور ہندوستان سے ہے۔ ان کے مختصر حالات پیش کئے گئے۔ دنیا کی شاندار اور مہذب حکومتیں اس زمانہ میں دو تھیں۔ روم اور فارس۔ مگر روم کے "کولوسیم" "Colossum" کے افسانے اب تک تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔ جس میں ہزارہا انسان شمشیر زنی کے کمالات اور رومی امراء کے شوق تماشا کی نذر ہو گئے۔

مہمانوں کی تفریح کے یا دوستوں کی خاطر داری کے طور پر غلاموں کو درندوں سے پھڑوا دینا یا جانوروں کی طرح ذبح کر دینا یا اُن کے جلنے کا تماشا دیکھنا یورپ اور ایشیا کے اکثر ممالک میں کوئی معیوب بات نہ تھی۔

قیدیوں اور غلاموں کو مختلف طریقوں سے عذاب دیکر مار ڈالنا۔ اس عہد کا عام دستور تھا۔ جاہل اور خونخوار امراء سے گذر کر یونان اور روما کے بڑے بڑے حکما و فلاسفہ کے اجتہادات میں بھی انسانی جانوں کو بے قصور ہلاک کرنے کی بہت سی وحشیانہ صورتیں جائز تھیں۔ رومی قانون سازوں کو اپنے قانون کی اس خصوصیت پر خاص فخر تھا کہ اس میں باپ کو اولاد پر غیر محدود اختیارات حاصل ہیں چنانچہ بیٹے اور بیٹی کو قتل کر دینا قانون کی نگاہ میں قابل باز پرس جرم نہ تھا۔

فارس کے "نوشیرواں عادل" کا نام مشہور ہے۔ مگر اسی کے مقدس وطن میں۔ ماں بہن سے ازدواجی تعلقات قایم کر لینے میں کوئی قباحت نہ تھی۔

شاہ اور ارباب حکومت کے لئے ساری رعایا کی جان۔ مال۔ عزت۔ آبرو۔ ایک جائز چیز تھی۔ جس کے مقابلہ پر کسی ایک کو بھی دم مارنے کا حق نہ تھا۔

مختصر یہ کہ جامعہ بشریت پارہ پارہ ہو چکا تھا۔
ملکی۔ نسلی۔ قبائلی۔ تقسیم نے ایک ایک گھرانے کو دوسرے سے جدا کر دیا تھا۔ مرد اور عورت میں ایک امتیازی خلیج حائل کر دی تھی۔

صاحب اقتدار۔ اور ارباب حکومت کے سوا۔ انسانیت کا کوئی احترام باقی نہ رہا تھا۔ ایک غریب اور کمزور کے لئے دولت دنیا سے حصہ پانے کا کوئی حق نہ تھا۔ اس کے ضمیر کو آزادی کا نغمہ سنانا بھی سب سے بڑا گناہ تھا۔

اس کے لئے یہ بھی جائز نہ تھا کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز پر اپنا مذہب اپنے حاکم کی مرضی کے خلاف اختیار کرے۔

کسب اور عمل۔ غریب اور کمزور کا فرض یقیناً تھا۔ مگر اُس کے لئے نہیں اُس کے آقا کے واسطے۔ تم پانچویں۔ چھٹی۔ ساتویں صدی عیسوی کی تاریخ پڑھو۔ اور بار بار پڑھو۔ اگر تمہارے اندر انسانیت کا کوئی درد ہے۔ رحم و کرم سے تمہاری فطرت نے حصہ لیا ہے۔ تو ممکن نہیں تمہارا دل اس خونین تاریخ پر نہ روئے جس کا تماشا یہ زمین اور آسمان برسہا برس تک دیکھتے رہے ہیں۔

چوتھا باب

موجودہ دنیا کی تباہ حالی

اور

اُس کے اسباب

دنیائے قدیم کی خونیں داستان تم نے سنی۔ مگر دنیائے حاضر سے کیا آپ مطمئن ہیں؟

بدقسمتی یہ ہے کہ سو سالہ غلامی نے ہمارا احساس معطل کر دیا۔ ہماری حالت اس یرقان زدہ مریض کی ہے جو اپنے مرض کا احساس نہیں رکھتا۔ اور تمام دنیا کو زرد دیکھنے لگتا ہے۔

آج اسپین میں کیا ہو رہا ہے۔ فلسطین کس طرح آگ و خون کا جہنم بنا ہوا ہے۔ چین پر کس طرح قہر و غضب کی بجلیاں گرائی جا رہی ہیں۔ آزاد سرحد کی زندگی کس طرح تنگ کی جا رہی ہے۔ وحشی جانوروں کی طرح پاکباز مجاہدین کو کس طرح بموں اور گولوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اٹلی نے حبش میں کیا کیا۔ فرانس نے مراکش کو کس طرح تباہ کیا۔ شام و لبنان میں کیا محشر بپا ہے

برطانیہ اور فرانس نے مسلمانوں کو کس طرح برباد کیا۔ عربوں اور ترکوں کی آویزش کیوں ہوئی۔ روس میں کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے۔

ہندوستان کو کس طرح تباہ کیا گیا - یہاں کی سلطنت کس طرح ناپید کی گئی - مسلمانوں کا کلچر کس طرح برباد کیا گیا - آج اسلام اور اسلامی کلچر کے بلند بانگ محافظ کیوں اسلامی کلچر سے ناآشنا ہیں - کیوں یورپین معاشرت کے دلدادہ اور اسلامی وضع و قطع سے متنفر ہیں - آج ہندو مسلم نفرت انگیزی کا مقدس فرض کیوں انجام دیا جا رہا ہے - کیوں جگہ جگہ بلوے کئے جاتے ہیں -

ہندوستان جو سونے کی چڑیا تھا - آج فاقہ - بیماری - تباہ حالی کا کیوں مرکز بن گیا - اس کی دولت کہاں گئی - کیوں گئی - وہ بنگال جس کے مسلمان کیلئے "بقول ہیکالے" غریب ہونا ناممکن تھا - آج کیوں فاقہ زدہ ہے - وہ ہندوستان جس کے بازاروں میں "بقول مورخ مقریزی" غلہ کی طرح ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگے رہا کرتے تھے - آج کیوں اتنا مفلس ہو گیا کہ اس کی تین چوتھائی آبادی کو ایک وقت کھانا ملنا بھی مشکل ہے -

اس قسم کے سیکڑوں سوالات ہیں انکے نہایت مستند جوابات ہیں میں سب ہی سنا دیتا - اپنے دل کے پھپھولے خوب خوب توڑتا - جگر کے ہر ایک زخم پر پوری طرح نشتر لگاتا - اگر اس مضمون کا دامن کچھ بھی وسیع ہوتا - صرف اتنا سُن لو کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں مسلمان تہذیب و تمدن کی امانت لیکر اندلس پہنچے - صداقت اُنکے ساتھ تھی - طارق نے مٹھی بھر نوجوانوں کے بل بوتے پر ایک حکومت قائم کر لی - تین صدی تک اُسکی ترقی رہی اُندلس رشک جنت بن گیا - چہرۂ زمین کی روشن آنکھ ہو گیا -

راتوں کی تاریکیوں میں تارے آتے اور آسمان کے جھروکوں سے اُسکی زیارت کرتے - للچائی نگاہوں سے اسکو گھنٹوں دیکھتے رہتے -

آس پاس کی قوموں نے اسکی ترقی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا - اُن کے نوجوان پہنچے کہ ترقی کے راستے معلوم کریں - علم و حکمت کے جواہر سے دامن بھر بھر کر اپنے اپنے وطن میں واپس ہوئے -

وہ شیطان صفت انسان - جو اُن کے ملکوں پر مسلط تھے - جب انہوں نے نوجوانوں کو ترقی کے نغمے گاتے ہوئے سنا - اپنے اقتدار کے متعلق خطرہ محسوس کرنے لگے - انہوں نے ان نوجوانوں کو لامذہب بے دین - قابل گردن زدن قرار دیکر سیکڑوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا -

مگر ترقی کا جذبہ دلوں میں پیدا ہو چکا تھا - انقلاب کی روح پھونکی جا چکی تھی - یہ ظلم و تشدد گویا تیل تھا جو جلتے ہوئے انبار پر ڈالا جا رہا تھا - بہر حال نوجوانوں نے ترقی کے راستے دریافت کر لئے اور وہ مرتے مارتے انقلاب کی تحریک میں کامیاب ہو گئے -

تاریخ نے دوسرا ورق پلٹا - وہی مسلمان جو تہذیب و تمدن کے حامل بن کر اندلس پہنچے تھے

عیش و عشرت کے دلدادہ بن گئے - نظام حکومت میں سستی پیدا ہونے لگی - عدل و انصاف کا پرچم سرنگوں ہونے لگا - انسانیت کے بنیادی مطالبات نظر انداز ہونے لگے - وہ فلسفہ اور حکمت جس کا درس قرطبہ جیسی یونیورسٹی میں دیا جاتا تھا - اُن کی عیش و آرام طلبی پر قربان ہو گیا -

انقلابی نوجوان اُٹھے - امن و سلامتی کا نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور پورے اُندلس کا تختہ یکلخت الٹ دیا - محکوم حاکم بن گیا - مسلمان کا نام و نشان اُندلس سے مٹا یا گیا - اور مخصوص قومیت کا اس کو گہوارہ بنا لیا گیا - —— یہ عروج یورپ کی صبح تھی -

یورپ نے اُور سبق تو تمام بھلا دیا - البتہ فلسفہ اور سائنس کا سبق خوب خوب یاد رکھا - اُس پر کافی تجربہ کیا - نئی نئی ایجادات کیں -

لیکن اُن ایجادوں سے روپیہ کمانا انکو مشکل تھا - کیونکہ اُن کے ملک کی زمین تنگ تھی - انہوں نے دوسرے ممالک کی طرف رخ کیا - لیکن ترکوں نے اُن کا راستہ بند کر دیا - تو انہوں نے سمندروں میں جدوجہد کے گھوڑے دوڑائے - اُنہوں نے نئی دنیا معلوم کر لی - جس کا نام " امریکہ " ہے - اس کے بعد وہ بڑھے اور ہندوستان پہنچ گئے - (یہ تمام تفصیلات تو آپ " آنے والے انقلاب کی تصویر " میں ملاحظہ فرمائیں جو کتب خانہ فخریہ امروہیہ گیٹ مراد آباد سے ۱/ علاوہ محصولڈاک مل سکتا ہے - اور جو اس قدر مقبول ہوا کہ پہلا ایڈیشن چند ماہ میں ختم ہو گیا اور اب دوسرا ایڈیشن پہلے سے زیادہ خوبصورت طرز پر طبع کرایا گیا ہے - یہاں تو مختصراً یہ عرض کرنا ہے کہ) مسلمانوں کی ترقی کا فلسفہ بھی معلوم کر لیا تھا - وہ " امن اور سلامتی عالم تھا " مگر ان درندوں کو اس فلسفہ پر عمل کی توفیق تو نہ ہوئی - کیونکہ اُس کے لئے عیش پرستانہ طمع کو قربان کرنا ضروری تھا - ہاں دوسری قوموں کو دھوکا دینے کے لئے نئے ترانوں سے اُس کو گانا شروع کر دیا -

عہد عالمگیری کے بعد ہندوستان کی حکومت نقطہ اعتدال سے ہٹ گئی تھی - مغلیہ سلطنت کے حصے بخرے ہو کر خانہ جنگی شروع ہو گئی تھی - عام ہندوستانیوں نے امن و سلامتی کے ترانوں کو بڑی گرمجوشی سے سنا - کیونکہ اس وقت سے گیارہ سو برس پیشتر بھی - جب بودھ اور برہمنوں کی خانہ جنگیوں سے وہ تنگ آچکے تھے - امن و سلامتی کی آواز جو مسلمانوں کی زبان سے اُن کے کانوں میں پڑی تھی وہ نہایت مبارک ثابت ہوئی تھی - —— ہندوستانیوں نے خیال کیا تھا کہ تاریخ نے ایک نیا دروازہ کھولا ہے اور اب امن و سلامتی اس قوم کے ذریعہ دریائی راستوں سے ہندوستان میں آنا چاہتی ہے -

مگر افسوس - " خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا "

بہر حال انگریزوں نے ہندوستان لے لیا۔ لیکن ان کے ساتھ سائنس جدید کی ایک ایسی مصیبت تھی جس کے ہوتے ہوئے امن و سلامتی عالم اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک اسی کے تقاضے کے بموجب نظام حکومت نہ ہو۔

صورت یہ ہوئی کہ سائنس جدید کے ذریعہ سے طرح طرح کی مشینیں ایجاد ہوئیں۔ جو انسان کے مقابلہ میں بہت تیز تھیں۔

اب شکل یہ ہوئی کہ جو کام ایک ہزار انسان ایک دن میں کرتے تھے وہ صرف ایک مشین نے صبح سے شام تک کر دیا — ایک ہزار انسان جو اس کام کو کرتے تو ایک ہزار گھروں کی روزی چلتی تین چار ہزار عورتوں اور بچوں کا پیٹ پلتا۔ لیکن اس مشین کے ذریعہ سے صرف دس پندرہ کاریگروں کو معمولی تنخواہ ملی۔ باقی سارے انسان بھوکے مرنے لگے۔ اور انکی روزی کا حصہ نفع کی شکل میں مالکان مل کے قبضہ میں پہنچا۔ اور ستم پر ستم یہ کہ وہ مل بھی قائم کئے گئے لنکا شائر اور مانچسٹر میں۔ اور اُن کا مال بیچا گیا ہندوستان میں۔

یعنی جو مزدور وہ بھی یورپ میں اور جو نفع کمانے والے وہ بھی یورپ میں۔ ہندوستانیوں کو اتنا فائدہ بھی نہیں ہوا کہ پندرہ آدمی بھی ملازم ہو جاتے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی دولت کا سیلاب یورپ کی طرف بہنے لگا۔ وہ سرسبز و شاداب ہو گیا اور ہندوستان قحط زدہ قلاش۔

مگر خیر وہ مل۔ رفتہ رفتہ ہندوستان بھی آنے لگے۔ مگر کیا وہ عام ہندوستانیوں کیلئے باعث برکت تھے؟

اس کا اندازہ اس سے کر لیجیے کہ ہمارے ضلع میں پانسو آدمی رات کے وقت لالٹین جلانے پر ملازم تھے۔ ایک کمپنی نے بجلی لگا دی۔ دس پندرہ آدمی بجلی کے کارخانے میں ملازم ہوئے پانسو بیکار ہو گئے اور پانسو کے بال بچے جو تقریباً دو ہزار تھے فاقہ مرنے لگے۔

اسی طرح تم اتمام ترقی یافتہ صنعتوں کو قیاس کر لو۔

پھر یہ صورت ہندوستان ہی میں پیش نہیں آئی۔ یہی شکل تمام دنیا میں پیش آئی۔

سائنس جدید کی دوسری برکت یہ تھی۔ کہ خرچہ جنگ بہت بڑھ گیا۔ پہلے تلوار بندوق کافی ہو جایا کرتی تھی۔ اور جنگ کے اندر مالی اور جانی نقصانات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ نادرشاہ (جس کا تذکرہ ہندوستان کے بچہ بچہ کی زبان پر آج تک ہے) جب ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ تو صرف بیس ہزار آدمی مرے تھے۔

اور جب اُس نے دہلی میں قتل عام کر کے خزانہ لوٹا تو پندرہ کروڑ کا نقصان ہندوستان کا ہوا تھا
لیکن جنگ جرمنی کے زمانہ میں ہمدان جنگ کا یومیہ خرچہ تقریباً دو کروڑ پونڈ
یعنی تقریباً تیس کروڑ روپیہ تھا۔

اب اتنا روپیہ کہاں سے آئے۔ یورپ نے تو ملوں اور سیکڑوں قسم کی بے ایمانیوں سے دولت کے انبار لگا رکھے تھے۔ غریب ایشیا کیا کر سکتا تھا۔ اور کیا کر سکتا ہے۔

نتیجہ جو ہوا ظاہر ہے۔ ترک اور عرب۔ اُس جنگ کے زخموں سے آجتک کراہ رہے ہیں۔ اس تمام لوٹ کھسوٹ کا ایک عجیب پہلو یہ تھا کہ ایک ہندوستانی کی قیمت ایک انگریز کے مقابلہ سو گنا کم قرار دی گئی۔ یعنی اردو مڈل پاس کی تنخواہ (اگر وہ خوش قسمتی سے ہزاروں ٹھوکریں کھا کر ملازمت حاصل کرلے) تو صرف ۱۵؎ روپیہ۔ اور صرف اسی قابلیت کے انگریز کی تنخواہ جو کلکٹر یا سپرنٹنڈنٹ بنا کر بھیجا جائے۔ اوسطاً پندرہ سو روپیہ۔

فرق صرف یہ کہ وہ ہندوستانی یہ یورپین۔ اوس زبان اردو اس کی انگریزی۔

باقی رہے غریب مولوی یا پنڈت۔ ان کی قیمت حکومت کی نظر میں ایک پیسہ کی برابر بھی نہیں۔ وہ وہ اپنے زمانہ کے ارسطو ہوں یا جالینوس لیکن اگر اردو مڈل یا کوئی انگریزی کی ڈگری حاصل نہیں کی تو وہ صرف چپراسی یا کانسٹبل بنائے جا سکتے ہیں۔ کسی عہدے یا منصب کے ہرگز مستحق نہیں۔ یہ تھی اسلامی کلچر یا مذہبی کلچر کی قدر۔

بہرحال اس قسم کی تباہ حالیوں نے آج دنیا کو نئے انقلاب کے راستہ پر ڈالدیا۔ بھوکوں اور پیٹ بھروں کی جنگ شروع ہو گئی۔ اور اب یہ سوال پیدا کیا گیا کہ جب سائنس جدید کی ترقیات کا دنیا سے ناپید کرنا ناممکن ہے تو لامحالہ حکومت کا طریقہ بدل دینا چاہیئے۔

ایسا ہرگز نہ ہو کہ جو چاہے مل قائم کرلے۔ بلکہ مل اور اس قسم کے بڑے بڑے کاروبار حکومت قائم کرے۔ وہ حکومت کی ملکیت ہوں۔ اور عام ملک والوں کی پرورش حکومت کا فریضہ ہو۔

یہ ہے اصل روح بالشوزم۔ کمیونزم۔ اور سوشلزم وغیرہ کی۔

اس میں عجیب عجیب بولیاں بولی جاتی ہیں۔ مثلاً افراد کی ملکیت اٹھا دی جائے۔ پردہ نہ رہے۔ مذہب نہ رہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ سب چیزیں ضرورت سے زائد۔ اور زائد سے زائد تباہی کو دعوت دینی والی ہیں۔ صرف اتنا ہی کافی ہو سکتا ہے کہ افراد کی ملکیت کو محدود کر دیا جائے۔ مثلاً دس ہزار سے زیادہ کا کاروبار عوام نہ کر سکیں۔ اس سے بڑا کاروبار حکومت کے لئے مخصوص ہو۔ اور تمام

بیکاروں کو کام پر لگانا۔ ورنہ اُنکو وظیفہ دینا حکومت کا فرض ہو۔

(تفصیلات کے لیئے ملاحظہ ہو آنے والے انقلاب کی تصویر)

مختصر یہ کہ بیکاری۔ خود غرضی۔ زر پرستی۔ عیاشی کا طوفان آج بھی دنیا کو اُسی گرداب بلا میں ڈالے ہوئے ہے۔

آج بھی امن وامان کے مدعی سات سمندر پار کے ہمدردی خلق کی خاطر ہندوستان جیسے غیر مہذب ملک میں پہنچ رہے ہیں۔ تاکہ غریب اور تباہ حال انسانوں کا خون چوس چوس کر بزم عیش پرستی کی ہر ایک رونق کو دوبالا کریں۔ جہاں شلجمی حسن کی ستم پرور پریاں برہنہ رقص کرتے ہوئے ہوئے گلگوں کے ساغر پیش کر رہی ہوں۔ اور خدمت خلق کے سچے خادم۔ بدمستی کا ریکارڈ دنیا کی تاریخ میں مات کر رہے ہوں۔

تمہیں خبر نہیں یورپ کے ظلمتکدہ میں عہدو میثاق اس لئے نہیں کیا جاتا کہ کسی کمزور کو فائدہ پہنچایا جائے۔ بلکہ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہی کہ اپنی ضرورت پوری کرکے اسکو ردی کی ٹوکری میں ڈالدیا جائے۔ تفرقہ ڈالو۔ خلق خدا کے خون کی ندیاں بہاؤ۔ تاکہ استعمار کی ہوسناکیاں پوری ہوں اور کروڑوں کمزور اور درماندہ انسانوں کی گردنیں۔ رب کعبہ کے بجائے یورپین فرعونوں کے آستانوں پر جھکتی رہیں۔ اور جو اصلاح کی آواز اٹھائے۔ اس کی زبان بند کردو۔ فتنہ وفساد کے بہانہ سے قید خانے میں ڈالدو۔ اور طبیعت چاہے تو جرم بغاوت میں تختہ دار پر لٹکادو۔

فرعون اور قارون کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ دنیا اُن پر لعنت بھیجتی ہے۔ مگر کیوں سنو! قرآن کریم کی زبان میں فرعون کا جرم کیا تھا۔

ان فرعون علا فی الارض — (۱) فرعون چڑھ گیا ملک میں۔ استعمار پسند۔ مغرور اور متکبر ہوگیا۔

وجعل اھلھا شیعًا — (۲) استعمار اور خود غرضانہ اقتدار کو باقی رکھنے کے لئے اہل ملک کے گروہ کردئے۔ یعنی "تفرقہ ڈالو حکومت کرو" کی پالیسی اختیار کی۔

یستضعف طائفۃ منھم — (۳) اہل ملک کی ایک جماعت کو کمزور کرتا تھا۔ (مثلاً دوسری جماعت کو حکومت میں زیادہ اقتدار دیا۔ اس کے اقتصادی حقوق محفوظ کردئے۔ ایک جماعت پر ٹیکس کی بھرمار کردی۔ اسلحہ ضبط کرلئے۔ صنعت وحرفت تجارت اور ترقی کے راستے بند کردئے)

یذبح ابناءھم — (۴) انکے بیٹوں کو قتل کرنے لگا کیونکہ اسکو پیشین گوئیوں کے باعث یہ خطرہ ہوگیا تھا کہ اس کمزور پارٹی میں کوئی ایسا بچہ پیدا ہوگا جو انقلاب پیدا کرے گا۔ مگر

مگر وہ بیوقوف تھا۔ ورنہ اسکول اور کالج کھول کر انکی ذہنیت بدل دیتا۔ اور غلاموں کی تعداد میں اضافہ کرتا رہتا۔

ویستحیی نساء ھم (۵) عورتوں کو زندہ رکھتا تھا (مقصود تو یہی تھا کہ عیش پرستی کا سامان پورے ٹھاٹ سے بنا رہے۔ مگر تاہم انسانیت کے لئے ایک رحم تھا۔ کہ کم از کم کھیتی کی زمین تو باقی رہے۔ اگرچہ پیداوار بیکار ہی ہو۔ مگر افسوس دور حاضر کی تہذیب تو۔ گوپوں اور بموں کی بارش میں سب کو ایک ہی گھاٹ اتارتی ہے۔

انہ کان من المفسدین (سورہ قصص ۱۶ ج ۲۰) (۶) بیشک وہ فساد پیدا کرنے والا تھا (انسانیت کو مختلف پارٹیوں میں تقسیم کرکے اس کے احترام کو فنا کر رہا تھا۔ اور اپنی عیش پرستی استعمار و اقتدار کو محفوظ کر رہا تھا)

پھر سنو۔ قارون کی حقیقت کیا تھی۔ اور اس کا جرم کیا تھا۔

ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغی علیھم (۱) قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا۔ اس نے اپنی قوم کے مقابلہ پر سرکشی کی (سرمایہ داری کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا)

واٰتیناہ من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ۔ (۲) ہم نے اسکو اتنے خزانے بخشدئے تھے کہ انکی کنجیوں ہی کو اٹھاتے اٹھاتے قوی آدمیوں کی ایک جماعت تھک جاتی تھی

اذ قال لہ قومہ۔ لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین (۳) اُس کی قوم نے کہا۔ اترا مت (مغرور مت ہو) اللہ تعالیٰ متکبروں کو پسند نہیں کرتا۔

وابتغ فیما اتاک اللہ الدار الاخرۃ (۴) جو تجھکو خدا نے دیا ہے اسکے سلسلہ میں دار آخرت (عاقبت) تلاش کر (محض نماز روزہ کافی نہیں غریبوں کی (خدا کے واسطے) امداد کر۔ یہی کافی نہیں کہ انہیں نوکر رکھ کر آدھی روٹی دے اور انکی کمزوری سے فائدہ اٹھاتا رہے۔

ولاتنس نصیبک من الدنیا (۵) تیرا جو حصہ دنیا میں ہے اسکو فراموش مت کر (بہت ممکن ہے مقصود یہی ہو کہ ساری دنیا کا اوسط آمدنی نکالکر اپنا حصہ قرار دے۔ اور اسکے لحاظ سے اپنی دولت سے فائدہ اٹھا۔ اس صورت پر تو یہ سرمایہ داری کی صریح موت ہے۔ اگرچہ اس فراخ نظری کا اعلیٰ معیار وہ ہے جو قرآن پاک کے سامنے ہے کہ صرف ایک قوم ایک ملک نہیں۔ بلکہ ساری دنیا کو سامنے رکھا جائے)

واحسن کما احسن اللّٰہ الیک — اور جس طرح خدا نے تمپر احسان کیا۔ تم اہل دنیا پر احسان کرو

ولا تبغ الفساد فی الارض — (۶) زمین میں فساد کی خواہش مت کرو۔ (کہ سود در سود لیکر ہزاروں گھروں کے چراغ گل کرو۔ اپنے گھر میں اجالا رکھو۔ یا مزدوروں کو تنگ ترین زندگی پر مجبور کرکے صرف اپنا خزانہ پر کرتے رہو۔

ان اللّٰہ لا یحب المفسدین — (۷) اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ سرمایہ داری کا فساد خدا کی نظر میں ایسا ہی قبیح ہے جیسا حکومتی فساد۔ یا چوری ڈکیتی وغیرہ کا فساد)

قال انما اوتیتہ علی علم عندی۔ — (۸) میری دولت میری مہارت کی بنا پر مجھکو دی گئی۔ (کیا دنیا کے یہ غریب اور کمزور بھی میری طرح سود لیتے۔ سرمایہ جوڑتے۔ مل اور کارخانے قائم کرنے اور ڈپلومیسی کے ماہر ہیں۔ تو پھر چین کی زندگی بسر کرنے کے کیسے مستحق؟ ساری دولت خاص طور پر میرا حصہ ہے۔ رحم وکرم دقیانوسی خیال ہے غربا پروری حماقت ہے۔ آخرت اور عذاب آخرت ڈھکوسلا ہے (معاذ اللہ)

فخرج علی قومہ فی زینتہ — (۹) اپنی قوم کے سامنے بن ٹھن کر نکلا۔

قال الذین یریدون الحیٰوۃ الدنیا یا لیت لنا مثل ما اوتی قارون۔ انہ لذو حظ عظیم۔ — (۱۰) جن کی نظریں صرف دنیا کی زندگی پر جمی ہوئی تھیں (جو قارون کے مرض میں مبتلا تھے اگرچہ اتنی دولت سے محروم تھے) کہہ اٹھے کاش ہمارے پاس بھی ایسا ہی ہوتا جو قاروں کو دیا گیا۔ وہ بڑے حصہ والا ہے۔ (یہ ہوئے سرمایہ داروں کے ایجنٹ۔ شیطانوں کے مرید۔ فرعونوں کے کاسہ لیس شمس العلماء خان بہادر۔ رائے بہادر۔ سر اور راجہ۔ مہاراجہ)

پانچواں باب

عقیدۂ توحید کی تشریح

جامعہ بشریت کا حقیقی مربی ——— نظام عالم کا مقنن اعظم

راحت۔ امن۔ خوش حالی۔ آشتی۔ رحم۔ انصاف۔ کیسے پیارے لفظ ہیں۔ انسان ان کا کیسا دلدادہ ہے۔ وہ ہمیشہ انہیں پکارتا رہا۔ اور ان کے نعرے لگاتا رہا۔ مگر افسوس کامیابی بہت کم نصیب ہوئی ——— وجہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا ضرورتمند انسان کا کمزور طبقہ ہوتا رہا۔ بلاشبہ اسکو خوشگوار الفاظ کی حقیقت کا سچا اشتیاق رہا۔ اور اس کے لئے وہ ہمیشہ ہر ایک قربانی پر آمادہ رہا۔

مگر بدقسمتی سے اکثر یہی ہوا۔ کہ خودغرض۔ مکار۔ آگے آگئے۔ انہوں نے قیادت کا علم ہاتھ میں لیا اور بھولے بھالے انسانوں کی ٹولیوں کو اپنے ساتھ ملاکر انقلاب پیدا کردیا۔
اور جب وہ خود اقتدار کے مالک ہوگئے۔ دولت ان کے قدموں میں آگری۔ تو کمزور انسانوں کی ٹولیوں نے دیکھا کہ ان کی مصیبت میں ایک رتی بھر بھی کمی نہیں ہوئی۔ فرق صرف یہ ہوا کہ آقا بدل گئے۔ غریب انسان پہلے کی طرح بدستور غلام اور مجبور باقی رہا۔
تم نے خود دیکھ لیا۔ انگریز نے کس طرح مغلیہ سلطنت کے مقابلہ میں امن وسلامتی کا جھنڈا بلند کیا تھا۔ اور پھر اقتدار حاصل کرنے پر اسکو اپنے ہی ہاتھوں کس شاندار طرح سے سرنگوں کیا۔
دنیا آج تک تعجب کرتی رہی کہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرعون نے قتل کا حکم صادر کیا تھا تو قانونی اور آئینی طور پر موسیٰ علیہ السلام کو دو قسم کے جرم کا مجرم قرار دیا تھا۔ مذہب کی بربادی اور ملک میں فساد انگیزی۔

قال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربہ	فرعون نے کہا مجھے موقعہ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں وہ پکار لے اپنے خدا کو۔
انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد (سورۂ زخرف ۶-۵ ج ۲۵)	(وجہ قتل) مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دیگا (حکومت برطانیہ اور اس کے ہمنواؤں کو بھی خطرہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ۔ مفتی کفایت اللہ صاحب کے متعلق یہی لاحق ہوگیا ہے) یا پھیلائے زمین میں فساد (چنانچہ رحم دل برطانیہ درد سے بےچین ہے کہ بالشوزم یا کانگرسی پروپیگنڈا۔ ہندوستان میں فساد پھیلادے گا)

عالم انسانی نے جب اس قسم کے جھوٹے مدعیوں کا تجربہ کرلیا۔ تو اب وہ دوسرے نظام حکومت کی طرف متوجہ ہوئے کہ نظام حکومت جمہوری ہو۔ انتخابات کے ذریعہ مجلس قانون ساز مرتب ہو۔ اور جملہ ارکان حکومت اس کے ماتحت ہوں۔ ملوکیت کا خاتمہ کردیا جائے۔ کسی کو بادشاہ اس لئے نہ بنایا جائے کہ اس کا باپ بادشاہ تھا۔ بلکہ حاکم اعلیٰ کا انتخاب بھی رائے عامہ ہی سے ہو۔
بلاشبہ۔ یہ نقشہ وہی ہے۔ جسکو انسان کی فطرت نے قدرتی اور الہامی طور پر قائم کیا تھا جس کا تذکرہ ہم دوسرے باب میں سیدنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف سے اقتباس کرتے ہوئے تفصیل سے کرآئے ہیں۔ مگر اسمیں بھی انسان نے ایک بڑی ٹھوکر کھائی۔
غلطی یہ تھی کہ جزوی اور کلی قانون کا اختیار اسی مجلس کو دیدیا۔ اور اپنے ہی جیسے انسانوں سے

رحم اور انصاف کا طالب ہو گیا۔ حالانکہ ناممکن ہے کہ کبھی بھی کوئی جمہوریہ دنیا کے اندر مساوی طور پر تمام انسانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ برت سکے۔۔۔۔ فریب خوردہ بھولے انسان نے جمہوریہ سے عدل و انصاف کی توقع اس لئے کی تھی کہ ارا کین حکومت انتخاب کے وقت اس کی رائے کے محتاج ہوں گے۔

بیشک یہ حالت ضرور پیش آئی۔ لیکن مصیبت یہ ہوئی کہ (۱) نظام حکومت اکثریت کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ تجویز یہ پاس کی گئی کہ ہر ایک بالغ ووٹ دے۔ مگر اکثریت کے غلبہ سے اب بھی نجات نہ نصیب ہوئی۔

(۲) بایں ہمہ۔ یہ نظام حکومت خود اکثریت کے عوام کے لئے بھی عدل و انصاف کا حامل نہ ہو سکا۔ کیونکہ قانون درحقیقت عوام نے نہیں بنایا۔ بلکہ ان چند نمایندوں نے بنایا، جو کروڑوں میں سے منتخب کئے گئے تھے لیکن کیا ان نمایندوں میں ہر شخص اعلیٰ اخلاق کا مالک تھا؟ وہ انصاف و رعدل۔ رحم و کرم کا متوالا تھا؟ اور کیا اسکو عوام کے ساتھ اتنی ہی محبت تھی جتنی اپنی ذات کے ساتھ۔ یا اپنے گھرانے اور اپنی برادری کے ساتھ۔

اور پھر کیا ہر نمایندہ کو عوام کے جذبات کا صحیح علم تھا۔ انکی ضرورتوں کا صحیح احساس تھا۔ ہرگز نہیں۔ حالت یہ ہے کہ امیر کو غریب کے درد دکھ کی خبر نہیں اور غریب امیر کے لذت پرست جذبات سے واقف نہیں۔ شہری اور دیہاتی کی ضرورتوں اور ان ضرورتوں کے بموجب جذبات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

تاجر دستکار کی پریشانی سے بے خبر۔ اور دستکار تاجر کی ضرورت سے قطعاً بے پروا۔ ایک مرد اور ایک عورت۔ ساری زندگی ساتھ گذار دیتے ہیں۔ مگر کیا مرد کو نسوانی جذبات کی واقفیت ہوتی ہے۔ اور اس کے دل میں وہی چیزیں امنگ پیدا کیا کرتی ہیں جو عورتوں کے دلوں کو بھاتی اور فریفتہ کرتی ہیں۔

ہاں بیشک۔ غیر ملکی نظام حکومت کے مقابلہ پر اہل ملک کی مشترک اور عام ضرورتوں کے لئے یہ نظام مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن عدل و انصاف کا مکمل نقشہ ناممکن ہے کہ اس سے ظہور پذیر ہو۔

(۳) اور پھر وہ انسان جو ایک جمہوریہ کی حدود حکومت سے باہر ہوں۔ وہ اگر کسی وجہ سے کسی توجہ کے مستحق ہو بھی جائیں۔ تو اُن ناانصافیوں سے تو محروم رہ نہیں سکتے جو جغرافیائی یا نسلی تقسیم کے تقاضے پر اُن کے ساتھ برتی جائیں۔ اور خصوصاً ایسے موقعہ پر جہاں ہر ایک کے مفاد کا دوسرے سے تصادم ہو۔

(۴) وضع قانون کے بعد اجراء قانون کا نمبر آتا ہے۔ جو تنخواہ دار نوکروں کے سپرد کیا جائے۔ جو مکر و فریب شہوت پرستی اور خود غرضی میں کسی سے کم نہیں ہوتے۔ یہاں رشوت کی گرم بازاری ہوتی ہے۔ کبھی تعصب کے

ع۔ چنانچہ علماء ربانی انگریزی اقتدار کے مقابلہ میں اسکو ترجیح دیتے ہوئے اس کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور اس جدوجہد کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ دو نقصانوں کے مقابلہ ہر ایک کو برداشت کرنا اور دوسرے کو ہٹانے کی جدوجہد کرنا فطرت کا تقاضا ہے۔ اور شریعت کا حکم ہے۔ من ابتلی ببلیتین فلیختر اہونہما۔

شعلے بھڑکتے ہیں۔ کبھی شہوت پرستی کے جذبات برروئے کار آتے ہیں۔ ہزاروں بے ایمانیاں۔ ہزاروں مکاریاں ان خودغرض حاکموں اور چاکروں کے دامن میں پناہ لیتی ہیں۔ کیا یہ نوع انسانی کیلئے رحمت بن سکتی ہیں؟

سچے خادمان خلق

عقل انسانی گھبرا جاتی ہے۔ بار بار پریشان ہوکر سب طرف دوڑتی ہے۔ گھبرا گھبرا کر بار بار سوال کرتی ہے۔ کہ وہ فطرت۔ وہ مقدس فطرت جس نے انسان کی ہر موقعہ پر رہنمائی کی۔ ہر آڑے وقت میں کام آتی رہی۔ کیا اس مرحلہ پر اُس نے انسان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اسکی رہنمائی سے منھ موڑ لیا۔

لیکن درحقیقت یہ بر خود غلط انسان اور وارفتہ انسان کی غفلت ہے۔ بلاشبہ انسان ہر موقعہ پر غافل ہوتا رہا۔ اس ناصبر اور ناشکوہ نے ہر جگہ یہی سمجھا کہ ہر ایک چیز کا ذمہ دار اور اسکا حقیقی مالک یہی ہے۔ نہ کوئی پیدا کرنیوالا ہے نہ پالنے والا۔ نہ رزق دینے والا۔ نہ کوئی رحم کرنیوالا ہے نہ کوئی شفا دینے والا۔ نہ کوئی اسکی فطری ضروریات مہیا کرنے والا۔

مگر یہ سراسر دھوکا تھا۔ اگرچہ انسان ہمیشہ اس دھوکے میں مبتلا رہا (الا ماشاءاللہ)

سنو اور غور سے سنو۔ دنیا کی تاریخ اعلان کر رہی ہے۔ کہ انہیں درندہ صفت عیش پرست۔ خود غرض ظالموں کے جمگھٹوں میں ایک مقدس جماعت بھی پیدا ہوتی رہی ہے۔ جو سچے خادمان خلق تھے اور جامعہ بشریت کے سچے ہمدرد۔ کلیہ انسانیہ کے سچے بہی خواہ۔ انہوں نے سوتے ہوئے انسان کو بیداری کے لیے ہمیشہ جھنجھوڑا۔ غافل انسانوں کو ہوشیار بنانے کے لئے ہمیشہ ندا دی۔ اور گلے پھاڑ پھاڑ کر کہا کہ او غافل انسان۔ تو سب سے پہلے خود اپنی ہستی پر نظر کر۔

تو کیا ہے؟۔ سوچ۔ تیرا حقیقی مربی کون ہے۔ غور کر۔ انسانیت کیا چیز ہے؟۔ اسکو شرافت کیوں مرحمت ہوئی۔ وہ دنیا کی تمام چیزوں سے کیوں بالا ہے۔ اُس کے فرائض کیا ہیں۔ سمجھ اور عمل کر

ہمدردان انسانیت کی اس مقدس جماعت نے آگاہ کیا۔ کہ اگر کوئی ریل گاڑی جا رہی ہے۔ تو عقلمندی یہ ہے کہ مسافر اُس میں بیٹھ لے۔ یہ عقلمندی نہیں کہ عاجز۔ مفلس اور مجبور ہوتے ہوئے اس خیال میں لگ جائے کہ ریلوے کے تمام انتظام سے آنکھ بند کر کے الگ ڈبہ بناؤ۔ اور اسکو بلا پہیوں کے دوڑاؤ۔

غافل انسان۔ قدرت تیری حماقت پر ہنستی ہے۔ جب تو اپنے جیسے انسانوں کے سامنے بھیک کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے اور سمجھتا رہتا ہے کہ قدرت نے تجھکو یتیم چھوڑ دیا ہے۔ اس نے تیرے لئے کچھ نہیں کیا۔ تو اپنی جیسوں کو رزاق سمجھتا ہے۔ حالانکہ زمین سے غلہ قدرت نے پیدا کیا۔ بارش اُس نے برسائی۔ ہوا اُس نے چلائی۔ آفتاب کی دھوپ اُس نے پیدا کی۔ پودا نکالنا اس کا کام تھا۔ بڑھانا۔ پکانا سب قدرت کا کام تھا

ان مقدس انسانوں نے دعوت دی کہ انسان اپنی نظر کو وسیع کرے۔ وہ نگاہ اوپر اٹھائے۔ دیکھے

یہ آفتاب۔ یہ چاند۔ یہ آسمان۔ یہ زمین۔ یہ سمندر۔ یہ پہاڑ غرض کائنات کی تمام چیزیں کسی نظام کے ماتحت ہیں یا غیر منظم، غیر مرتب۔ نہ دن کا ٹھکانا ہو۔ نہ رات کی انتہا۔ نہ گرمیوں کا کوئی موسم نہ برسات کے کچھ مہینے۔ نہ بیماری کا کوئی اصول نہ شفا کا کوئی طریقہ۔ نہ پیدائش کا کوئی نظم۔ نہ موت کے لئے کچھ اسباب۔

ان مقدس انسانوں نے انسان کو چیلنج کیا کہ وہ غور کرے۔ اور گہرا غور کرے۔ کہ صرف اس چیز کے علاوہ جس کا نظم اُس نے اپنے ذمے لیا ہو یا جسکو وہ اپنا ذاتی حق سمجھتا ہے۔ کیا کائنات کی کوئی چیز بھی نظم سے خالی ہے ـــ اے کاش انسان غور کرنے لگے تو وہ بآسانی سمجھ سکیگا کہ اس کی مثال اسی بے وقوف مسافر کی ہے جو پلیٹ فارم پر کھڑا گاڑیوں کی آمد و رفت ریلوے کا انتظام۔ مسافروں کی روانگی وغیرہ وغیرہ سب دیکھ رہا ہے۔ نظام کی خوبی کو پسند کر رہا ہے۔ اس کی تعریف میں قصیدے گا رہا ہے۔ مگر نہیں سمجھ سکتا کہ یہ نظام اسکے لئے بھی ہے۔ وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ان مقدس انسانوں نے بار بار اعلان کیا "کہ انسان کے لئے فلاح اور بہبودی کی بہترین اور کامیاب شکل صرف یہی ہو سکتی ہے کہ "خود کو" بھی کائنات کے ہمہ گیر نظام کا ایک جز سمجھے۔ اور جس طرح وہ پیدائش زندگی، موت اور ان کے تمام متعلقات میں نظام قدرت کے سامنے لازمی اور فطری طور پر گردن جھکائے ہوئے ہے وہ اپنی اجتماعی ضرورتوں اور مابعد الموت کی فلاح کے لئے بھی اسی قدرت کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ وہ اس حماقت میں تو ہرگز مبتلا نہ ہو کہ یہ تمام قدرت۔ قادر کے بغیر ہے ـــ قانون فطرت اگرچہ نہایت مضبوط ہے۔ مگر اسکا بنانیوالا کوئی نہیں ہاں یہ غور کرے۔ اور یہی غور اسکا عاقلانہ اور منصفانہ غور ہوگا۔ اور یہی غور اسکو شک و شبہہ کی تمام تاریکیوں سے نجات دلا کر اطمینان اور یقین کا نور بخشیگا۔ کہ ـــ اس بے پناہ قدرت کا جو مالک ہے وہ کیسا قادر، کیسا خالق۔ کتنا جلیل القدر۔ کتنا عظیم الشان۔ کیسا مالک ہے۔ نظام عالم کے قانون کا جو مقنن ہے وہ کیسا حکیم۔ کیسا دانا۔ اور کیسا بصیر ہے۔ لامحالہ اسکی قدرت بے انتہا۔ اسکی دانائی۔ اور حکمت غیر محدود۔ اس کا علم اسکا ارادہ سارے عالم کو محیط۔ اس کا رحم و کرم۔ اسکی داد و دہش ایسی عام۔ کہ کائنات کی ہر چیز اسکی وظیفہ خوار۔ اسکی بخشش سے حصہ یاب۔ خود انسان اپنی زندگی میں جو اسکی سب سے بڑی دولت ہے۔ اور اچھی طرح غور کرے تو یہ بھی یقین کر لے کہ تمام ضروریات زندگی میں اسی کے لطف و کرم سے حصہ پانیوالا۔

تو جب ایک ہی نیچر۔ ایک ہی فطرت۔ ایک ہی قدرت اس تمام کائنات میں کارفرما ہے عقل کی موشگافیوں نے۔ سائنس کی تحقیقات نے عالم انسانی۔ عالم حیوانات اور اس ساری کائنات کا مرکز صرف ایک ہی نیچر اور ایک ہی قدرت کو پہچانا۔ تو کیا انسان کا مربی اور اسکا خالق ایک کے سوا دو ہوں گے ـ؟

اگر دو ہوتے تو کیا اقتدار کا سوال وہاں پیدا نہ ہوتا۔ اور کب نظام عالم درہم برہم نہ ہو گا۔ ان مقدس

بندگان خدا نے انسانوں کو بار بار للکارا کہ اوخدا کی زمین پر بسنے والو ۔۔۔۔ غافل اور نادان انسانوں دیکھو تم نیچر کے سامنے جاکر گردنیں جھکا دیتے ہو۔ یہ تمہاری نادانی ہے تمہاری گردنیں نیچر کے بنانیوالے کے سامنے جھکنی چاہئیں ۔۔۔۔۔۔ تم نے فطری طور پر یقین کیا کہ دنیا کی تمام چیزیں میرے لئے ہیں۔ ابر و باد کی تمام گلکاریاں صرف میرے لئے ہیں۔ یہ بہنے والے دریا۔ یہ گول زمین۔ یہ اونچے پہاڑ۔ یہ روشن آفتاب۔ یہ چمکنے والے چاند تارے۔ یہ سبز و شاداب منظر۔ یہ قدرت کا گلشن اور چمن۔ سب میرے لئے ہے۔

تم نے یہ سمجھا صحیح سمجھا۔ یہ سب تمہارے ہیں۔ قدرت کی ہر چیز تمہاری ہے۔ مگر افسوس تمہاری عقلوں پر پردہ پڑ گیا۔ تم نے یہ نہ سمجھا کہ تمہارا پروردگار کون ہے۔ تمہارے لئے یہ تمام نعمتیں جس نے مہیا کیں وہ تم پر کتنا مہربان ہے۔ کتنا رحیم و کریم ہے تمہیں اُسی کی حمد و ستائش کرنی چاہئے۔ اور اسی کے سامنے جھکنا چاہئے

تمہیں اسی سے اپنی فلاح اور اپنے اجتماعی نظام کیلئے دستور مانگنا چاہئے۔ اُسی سے قانون کی درخواست کرو۔ اسی کا خوف دل میں بٹھاؤ۔ اور یہ یقین کرو کہ ہم اسکے سامنے جوابدہ ہیں ہمارے تمام اعمال کا وہ محاسبہ کریگا ہمیں اُسی کے قانون کو لیکر انسانیت کی خدمت کرنی ہے۔ اُسی کا قانون مکمل قانون ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہی مساوی طور پر تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُنکی ضرورتوں کو جاننے والا ہے۔ اور انکے جذبات سے واقف ہے۔ کیونکہ وہی خالق ہے۔ وہی واقف اور علیم ہے۔ جب تک بادشاہ اور حاکم۔ اراکین حکومت اور ممبران جمہوریہ۔ رب ذوالجلال کے یقین کے ساتھ۔ اس کے عدل و انصاف کے قانون کو مضبوطی سے پکڑ کر اور اُسکی بارگاہ میں اپنی مسئولیت اور جوابدہی کے صحیح احساس کے ساتھ مخلوق خدا کی خدمت نہ کریں۔ تو وہ جھوٹے ہیں۔ کذاب ہیں۔ دجال ہیں۔ مکار ہیں۔ فریبی ہیں۔ ہرگز انصاف قائم نہیں کر سکتے۔ اور کسی طرح انسانیت عظمیٰ کے خادم نہیں بن سکتے۔ دیکھو اور غور کرو۔ کس قدر مبارک ہیں یہ الفاظ۔ اور کتنے معنی خیز اور تمہاری ضرورتوں کے ذمہ دار ہیں۔ یہ کلمات۔ جن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

شروع کرتا ہوں اُس خدا کے نام پر جو بے انتہا مہربان اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تمام تعریفوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔ وہی خدا جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے۔ جو بے انتہا مہربان اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ جو محاسبہ اور بازپرس کے دن کا مالک ہے۔

خداوندا۔ ہم صرف تیرے ہی سامنے عاجزی اور اطاعت کی گردن جھکاتے ہیں۔ اور صرف تیرے ہی سے (اپنے اجتماعی۔ انفرادی۔ اخلاقی۔ روحانی۔ دنیاوی۔ اخروی معاملات میں) مدد چاہتے ہیں۔

ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔ ان لوگوں کا راستہ بتا۔ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

جنکو خلق کا سچا خادم بناکر انسانیت عظمیٰ کو ان سے آرام پہنچایا جس سے وہ تیری بارگاہ میں بڑے درجوں

کے مستحق ہوئے تا ہمیں ان لوگوں کے راستہ سے روک (جو خدمت خلق کے جھوٹے دعویدار ہو کر ہمیشہ کے لئے حکومت سے محروم کر دیئے گئے اور اس طرح) اُن پر تیرا غضب نازل ہوا (جیسے یہودی) نہ اُن لوگوں کے راستہ پر چلا (جو خدمت خلق کا دعوی کرتے ہوئے اگرچہ حکومت پا لیتے ہیں مگر وہ اس خدمت کو انجام نہیں دے سکتے کیونکہ) وہ گمراہ ہیں۔ (جیسے عیسائی)

یہ ہے عقیدہ توحید کا سیاسی پہلو۔ یہ ہے سورہ فاتحہ کی اجمالی تفسیر۔

(ان کی تفصیلات کے لئے آپ حضرت مولانا محمد میاں صاحب منصور انصاری کا "اساس انقلاب اور مراقبہ نماز" ملاحظہ فرمانے کی کوشش کریں۔ جو کتب خانہ فخریہ عنقریب شائع کریگا۔ (انشاء اللہ)

نیز ہمیں مسرت ہے کہ ہمارے محترم مولانا ابو المحاسن سید محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار مدظلہ العالی بھی اس موضوع پر ایک کتاب تحریر فرما رہے ہیں۔ جو یقیناً دنیا تصنیف میں عجیب و غریب ہوگی اور گویا اسلام کا سیاسی علم کلام ہوگا۔ دعا ہے کہ خداوند عالم جلد اسکو مکمل فرمائے۔ آمین)

چھٹا باب

عقیدہ رحمۃ للعالمین کی تشریح

مرکز رحمت۔ ہادی اعظم ـــــــ سب سے پہلا پرستار اور شکر گزار

(۱)

شکر کیا ہے؟ کسی محسن کے احسان کا اعتراف و اقرار

یوں تو یہ معمولی سی بات ہے۔ لیکن اثر و نتیجہ کے اعتبار سے بہت بڑی چیز ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ایک معمولی نوکر اگر آقا کے احسان کا قلبی اعتراف رکھتا ہو۔ تو لامحالہ عملی طور پر وہ اپنے آقا کا وفادار ہوگا۔ اور وفاداری کا صلہ اس کے لئے مزید احسانات کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ بشرطیکہ آقا بھی قدردان ہو۔

یہ شکر گزاری اور قدردانی ہر ایک کا اخلاقی فرض اور اخلاق کا اعلیٰ جوہر تسلیم کیا جاتا ہے۔

حضرت حق جل مجدہٗ اعلیٰ اخلاق کے خالق اور سرچشمہ ہیں۔ اُنکی بارگاہ میں شکر گزاری کی قدردانی بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ حیثیت رکھتی ہے۔ اُن کی بارگاہ کا قانون ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم ـــــ اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں بڑھاؤں گا

(۲)

دنیا کی پیدائش کس طرح ہوئی؟ اس کا جواب انسانی عقل آجتک نہیں دے سکی۔ نقلی چیزوں سے اس کا جواب دیا گیا۔ امن۔ سلامتی۔ رحم۔ عدل و انصاف کے پیش نظر سب سے پیارا جواب وہ ہے جو

اسلام نے دیا۔ جو امن و سلامتی رحم و انصاف کے طالبوں کے لئے سب سے زیادہ واجب التسلیم ہے۔

ایک خدا تھا۔ اُس کے سوا کچھ نہ تھا۔ (حدیث شریف)

سب سے پہلے ایک نور پیدا کیا (حدیث شریف)

وہ نور سراسر حمد تھا۔ سرتاپا شکر تھا۔ نیاز تھا۔ اعتراف احسان تھا۔ اسی لئے اُس کا نام حامد ہوا۔ (شکر گزار) اور جبکہ وہ حامد (شکر گزار) تھا۔ تو حضرت حق کی بارگاہ سے جب اسکی آمد کی بشارت دیگئی تو "احمد" نام تجویز ہوا[ع] (بہت زیادہ تعریف کے قابل۔ بہت زیادہ شکر ادا کرنے والا)

اور جب وہ دنیا میں رسول بنکر آیا تو اس کا نام "محمد" تھا (جسکی بہت زیادہ تعریف کی جائے)

(۳)

جبکہ یہ نور سراسر حمد تھا۔ تو لامحالہ اُس کے شکر پر زیادتی بھی لازم تھی۔ چنانچہ خلق کی افزایش شروع ہوئی۔ انتہا یہ کہ رفتہ رفتہ سارا عالم پیدا کیا گیا۔ مگر کس قدر خوشگوار ہے یہ سلسلہ کہ ایک طرف سے نیازمندی اور اعتراف احسان۔ دوسری طرف سے قدردانی اور افزائش انعام۔ اور کیسا مبارک ہے یہ عقیدہ کہ سارے عالم کا آغاز نور ہے۔ جس کا خطاب "رحمۃ للعالمین" ہے۔

(۴)

تم سارے عالم پر نظر ڈال جاؤ۔ یہاں ایک ایک خزانہ موجود ہے۔ جس کے اجزا تمام عالم میں منتشر رہتے ہیں روشنی کا خزانہ ــ آفتاب (چاند تارے سب اسی سے روشن) گرمی کا خزانہ۔ سائنس جدید کے بموجب آفتاب ہے اور سائنس قدیم نے ایک کرہ تسلیم کیا ہے۔ پانی کا خزانہ۔ سمندر۔ اسی طرح۔ ہوا۔ مٹی۔ اور پھر سونا چاندی غرض تمام معدنیات تمام جمادات کا خزانہ نظر آئیگا۔

یہ تمام خزانے اگر اپنی اپنی جگہ رہیں تو دنیا کی کوئی چیز بھی وجود میں نہ آئے۔ لیکن صورت یہ ہے کہ ان خزانوں سے کچھ اجزا پھیلتے ہیں۔ دوسرے خزانے کے اجزا سے ملتے ہیں۔ اور ایک تیسری چیز پیدا کر دیتے ہیں۔ آفتاب کی تیز تیز کرنیں سمندر پر پڑیں۔ پانی نے جوش کھایا۔ مان سون اٹھا۔ ہواؤں نے اُس کو زمین کے خشک حصوں پر پہنچا دیا۔ آفتاب کی کرنوں نے اس کو دوبارہ پگھلا کر زمین پر برسا دیا۔ سطح زمین نے پانی چوسا۔ اُس کے نباتاتی اجزا کو قوت حاصل ہوئی۔ شاداب سبزہ پیدا ہو گیا۔ غلہ پیدا ہو گیا وغیرہ وغیرہ

سوال یہ ہے کہ رحمت۔ ہدایت۔ نعمت۔ عذاب۔ بھلائی۔ برائی وغیرہ وغیرہ کا بھی اسی طرح کوئی

ع یاتی من بعدی اسمہ احمد سے اگر معنے مفعولیت کی تفصیل ہو ع۲ اگر معنی فاعلیت کی تفصیل ہو واللہ اعلم

خزانہ ہے یا نہیں۔

کاش۔ سائنس جدید۔ مادی چیزوں کی طرح۔ ان معانی اور ان اخلاقی چیزوں سے بھی بحث کرتی تو ہمیں سمجھانے میں دقت نہ ہوتی۔ مگر سائنس جدید اس تحقیقات سے کوری ہے۔

لیکن ہماری عقل۔ ہمیں یہی بتاتی ہے۔ کہ جب ساری موجود چیزوں کی فطرت اور اس کا نیچر ایک ہی ہے تو مادی چیزوں کی طرح لامحالہ ان تمام اخلاق اور معانی کے لئے بھی خزانے ہوں گے۔

اور پھر اُن کے باہمی اختلاط سے کوئی تیسری چیز بھی یقیناً بن جاتی ہوگی۔ سائنس سے ہٹ کر جب ہم کسی بھی مذہب سے دریافت کریں تو وہ ہماری عقل کی تائید کرتا ہے۔

راحت و آرام کا خزانہ جنت۔ تکلیف کا خزانہ۔ دوزخ۔ اطاعت کا مخزن۔ فرشتے۔ سرکشی کا مخزن شیاطین۔

بلاشبہ رحم و کرم۔ ہدایت۔ وغیرہ کا مخزن۔ اور مرکز ذات حق جل مجدہ ہے۔ لیکن سلسلۂ کائنات میں جس طرح نور کا مخزن آفتاب کو مانا گیا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ ذات باری عز اسمہٗ کے لئے بھی بولا گیا ہے۔ اور بلاشبہ مادی آفتاب کے نور میں اور حضرت حق جل مجدہ کے نور میں بے انتہا درجوں کا فرق ہے۔ اور بظاہر یہی سبب ہے کہ انسان کی نظر اسکو نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ آفتاب کی روشنی اگر دوگنی بھی ہو۔ انسان کی نگاہ اسکو نہ دیکھ سکے گی۔ اور اگر دیکھے تو نگاہ نگاہ نہ باقی رہے گی۔

بہر حال جس طرح سلسلہ کائنات میں نور کا خزانہ آفتاب کو مانا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسی طرح رحمت اور ہدایت وغیرہ اعلیٰ اخلاق کا مخزن بھی کوئی ہے یا نہیں اور اگر ہے تو وہ کون ---؟

یہ یقینی چیز ہے کہ اگر رحمت۔ ہدایت وغیرہ بلند ترین اخلاق کا کوئی مخزن ہوا تو وہی ہوگا۔ جو کامل مطلق۔ کی سب سے پہلی مخلوق ہو

ہمیں قرآن کریم نے یہ بتایا ہے کہ تمام انسانوں کی روحیں۔ انسان کی پیدائش سے پہلے اُس وقت پیدا ہو چکی ہیں۔ جس کو اصطلاح میں ازل کہا جاتا ہے۔

ان روحوں کو پیدا کرنے کے بعد حضرت حق جل مجدہٗ نے ان سے دو عہد لئے تھے۔

؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا ارشاد "نورانی اراہ" اس طرف مشیر ہے۔ نیز دوسری حدیث میں ہے حجابہ النور (اس کا حجاب نور ہے) اسی حدیث کے ایک حصہ میں ہے کہ اگر ایک پردہ بھی اُسکے نور کا اُٹھ جائے تو تمام عالم نیست و نابود ہو جائے۔ نیز قرآن پاک میں بھی بصر انسانی کے ادراک نہ کر سکنے کو بیان فرما کر ارشاد ہوا ہے:۔ ھو اللطیف الخبیر یہاں لطافت کا استعمال نہ دیکھ سکنے کی اسی وجہ کی طرف مشیر ہے۔

پہلا عہد حضرت حق کی ربوبیت اور اس کے پروردگار یعنی خالق اور پالنے والا ہونے کے متعلق تھا جس کو عہد الست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسرے عہد کے متعلق قرآن پاک کے الفاظ یہ ہیں:۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔

(آل عمران ۹۲ ج ۳)

جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا کہ جو کچھ بھی میں نے تمکو کتاب و حکمت دی ہے۔ پھر تمہارے پاس رسول آوے اُن خداوندی کتابوں کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہیں۔ تو تم اسپر ضرور ایمان لاؤگے اور ضرور ضرور اس کی مدد کروگے۔

آیت میں انبیاء علیہم السلام کو لفظ نبی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اُس کے بعد" رسول" کا لفظ لایا گیا ہے۔ عربی قواعد کے لحاظ سے اس کے معنی "بڑے رسول" کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بہر حال علامہ تقی الدین سبکی جیسے محقق علماء کی تحقیق کے بموجب آیت کا خلاصہ یہی رہا کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اگر امداد کسی صورت سے ممکن ہو تو امداد کرنے کا عہد لیا گیا۔ جسکی تکمیل کی صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ انبیاء سابقین کی اُمتیں اگر اپنی صداقت پر باقی رہیں تو اُن کا فرض ہو جاتا کہ اس بڑے رسول پر ایمان لائیں اگر یہاں رسول کو عام ہی رکھا جائے تب بھی گویا ہر نبی کے لئے دوسرے نبی کی تصدیق لازم ہو گئی۔ یہ فرض اس کا بھی ہوا۔ اور اُسکی امت کا بھی کہ ہر آنیوالے نبی کی تصدیق اور امداد کرے۔ اب چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک سب سے آخر تھا تو لامحالہ سب نبیوں کا آپ پر ایمان لانا۔ اور اپنی اپنی امتوں کو آپکی تصدیق اور آپکی امداد کی ہدایت کرنا۔ فرض ہو گیا۔ اس بحث کے نتیجہ کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی الانبیاء" تمام نبیوں کے نبی" کی حیثیت دی گئی۔

اور بلا شبہہ یہی تقاضا تھا۔ اُس اولیت کا جو آپ کے نور کو عطا ہوئی۔

یہی تقاضا تھا اُس حمل کا جو آپ کے وجود گرامی کی اصل حقیقت ہے۔

یہی تقاضا تھا۔ اس شکر کا۔ جس کے نتیجہ میں تمام کائنات عالم وجود میں آئی۔

اور یہی تقاضا ہے اس بلند ترین خطاب کا جو آپ کو مرحمت ہوا یعنی" رحمۃ للعالمین"

(۵)

نبی وہ انسان ہے۔ جو اعلیٰ ترین اخلاق کا نمونہ بنا کر عالم انسانی کی طرف اس لئے بھیجا گیا ہو کہ

ع خصائص کبریٰ۔ علامہ جلال الدین سیوطی ص ج ۱

عالم انسانی کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دے۔

لامحالہ نبی الانبیاء کا مطلب یہی ہوا کہ وہ اعلیٰ ترین نمونہ بلکہ سلسلہ کائنات میں خزانہ ہے۔ رحم کا۔ کرم کا۔ عدل و انصاف کا۔ زہد و تقویٰ وغیرہ وغیرہ جملہ اخلاق عالیہ کا۔

(۶)

درحقیقت انسان کو ہدایت فرمانا خداوند عالم کی رحمت ہے۔ اس کا احسان ہے ورنہ کوئی عقل لازم نہیں کرتی کہ خدا اسکو سیدھے راستہ کی تعلیم بھی دے۔ ایک مکان بنانے والے کے لیئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اُس میں رہا کرے۔ وہ چاہے تو اُسکو اصطبل بنادے۔ چاہے تو اس میں تنور لگوا دے۔

بہرحال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا خطاب عطا فرمایا گیا تو یہ صراحت ہو گئی کہ آپ ہی ھدًی للعالمین "یعنی تمام جہانوں کے لیے مرکز ہدایت ہیں۔ جیسے کہ مرکز رحم ہیں۔

(۷) ہماری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح کائنات عالم کی ہر ایک نوع اور ہر ایک جنس کے لیئے خاص خاص مرکز ہیں۔ تو رحمت اور ہدایت کا مرکز وہ ہے جس کو خالق ذوالجلال قادر مطلق کامل و مکمل نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ جس کے اخلاق و صفات کے جوہر پاک کو نور بنایا گیا۔ اور جس کو سراسر "رحمت" قرار دیا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(۸)

اس حقیقت کو دوبارہ واضح کرتے ہوئے کہ مخلوق کا ہر ایک کمال اپنا نہیں بلکہ عطا کردہ ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی کائنات کا آفتاب کہیں گے۔ کیونکہ حضرت حق نے اپنے لئے فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد ہوا لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین ـــــ حضرت حق جل مجدہٗ ارحم الراحمین۔ ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا گیا۔ رؤف رحیم فرمایا گیا۔

حضرت حق جل مجدہٗ بلاشبہہ تمام صفات کمال کا حقیقی مرکز ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں۔ تمام نبیوں کے نبی ہیں۔ یعنی تمام کامل انسانوں کے معلم اور ہادی۔ یعنی جس طرح ساری دنیا۔ تمام چاند اور تارے۔ اپنا اپنا نور آفتاب سے حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنے اپنے وقت میں تاریک دنیا کو اجالا بخشتے ہیں۔ اسی طرح یہ تمام کامل انسان اپنے کمالات رحمۃ للعالمین۔ نبی الانبیاء کے مخزن کمالات سے حاصل کرتے رہے۔ اور اپنے اپنے زمانہ میں ضرورت اور استعداد کے موجب نوع انسانی کو کمالات بخشتے رہے۔ کمالات کی ہدایت کرتے رہے۔

ساتواں باب

عقیدۂ توحید اور رحمۃ للعالمین کا اثر

سیاسیات عالم پر

(۱)

انسان دنیا میں منتشر اور پراگندہ تھا۔ وہ ہزاروں ٹولیوں پر تقسیم ہو چکا تھا۔ لیکن جغرافیائی نقشہ نے ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا تھا۔ کہیں رنگ اور صورت کے امتیازات تھے۔ کہیں نسلی جنگ تھی۔ کہیں قبائلی جنگ — دنیا پراگندگی اور اختلافات کا عبرتناک جہنم بنی ہوئی تھی۔

جامعہ بشریت۔ ایک دردناک عذاب میں مبتلا تھا۔

یکایک رحمت حق متحرک ہوئی۔ فاران کے اُفق پر نور کا تڑکا نمودار ہوا۔ مکہ کی وادی سے رحمت اور ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا۔ جس نے انسان کی تمام ٹولیوں کو ندا دی۔

تم ایک خالق کی مخلوق ہو — صرف ایک کے سامنے جھکو۔

ابراہیمؑ ہوں یا اسحاقؑ۔ موسیٰؑ ہوں یا عیسیٰؑ۔ مرکز فیض ایک ہی ہے۔ نور ایک ہی ہے۔ تم مرکز نور کی تلاش کرو۔ تمام لڑائیاں ختم کردو۔ ایک آفتاب کی روشنی میں آجاؤ۔ دنیا کا کوئی خطہ۔ کوئی ٹکڑا۔ کوئی ملک اور دنیا کی کوئی جماعت۔ کوئی ٹولی نہیں جس میں اس مرکز نور کا نور نہ پہنچا ہو جس میں آفتاب ہدایت کے چاند تارے طلوع نہ ہوئے ہوں۔

جس قوم کے پاس بھی ہدایت اور رشد و کمال کا کوئی حصہ موجود ہے وہ جزء ہے اسی ایک مخزن کا وہ فیض ہے اسی ایک مرکز کا۔ وہ پرتو ہے اسی ایک نور کا

ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ کوئی جماعت ایسی نہیں جس میں نبی نہ آیا ہو

آج سے۔ نسلی امتیازات کا خاتمہ ہے۔ رنگ اور صورت کی تفریق۔ دفن کردی گئی۔

عرب اور عجم کے تمام امتیازات زیر خاک کر دئے گئے۔ وہ آبائی فخر جس پر قبائل کو ناز ہے اور اتنا ناز کہ اسی کے نام پر ایک دوسرے کی تذلیل اور توہین کے درپے ہیں۔ وہ سب۔ جہنم میں ڈالدو۔ وہ دوزخ کی چیز ہے۔ جامعہ بشریت کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کیسی اچھی تھی یہ دعوت۔ کیسی پیاری تھی یہ آواز۔ کاش فرعون اور قارون کے پیرو۔ غرور اور ظلم کے دیوتا۔ خود غرضی اور شہوت رانی کے اصنام اپنی خود غرضیوں۔ اپنے غرور اور تکبر کو چھوڑ کر

اس کی طرف کان لگاتے اور دل کے کانوں سے سنکر اسکو دل میں رکھتے۔ اس کے بموجب عمل پیرا ہوتے۔ لیکن جب کہ وہ فرعون اور قارون کے پرستار بن چکے تھے۔ تو کیسے ہو سکتا تھا کہ رحمٰن کے پرستار بنتے۔ انہوں نے اس آواز سے اپنے وقار اپنے جاہ وجلال اپنی اغراض اور اپنی خواہشات کے لئے خطرہ محسوس کیا اور وہ پرے جماکر اس آواز کو دبانے اور آواز دینے والے کو کچلنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔

مگر جنگ کا رخ پلٹ چکا تھا۔ برادریوں کی تفریق یکسر ختم ہو گئی تھی۔ نسلی اور جغرافیائی جنگ کے بجائے۔ نور و ظلمت۔ کی جنگ چھڑ گئی تھی۔

سب سے پہلے اس سبق کا عملی اثر یہ تھا کہ اسی آبائی نخوت اور غرور کی فضا میں پلے ہوئے نوجوان جب اس انقلابی تحریک کے دلدادہ اور حلقہ بگوش ہو گئے تو ان کو کوئی عار نہ محسوس ہوئی کہ وہ اپنے آقا کے حکم کے بموجب اس ملک میں پہنچکر پناہ لیں۔ جسکو وہ تمام دنیا میں ذلیل سمجھا کرتے تھے۔ جہاں کے آدمی ان کے ہاں صرف ایک ہی کام کے لئے آتے تھے۔ یعنی غلامی کے لئے۔ اور جن کی رنگت تمام دنیا میں بدترین اور قابل مضحکہ تھی۔ یعنی حبشی رنگت۔ اور جن کا بادشاہ "اصحمہ" وہ تھا جس پر غلامی کا ایک دور گزر چکا تھا۔

دیکھو یہ ہے انقلاب۔ انہیں مغرور اور متکبر دیوتاؤں کے بیٹے کس طرح آج بغلگیر ہو رہے ہیں۔ بلال حبشی سے سلمان فارسی سے۔ صہیب رومی سے۔ یہ تھا سب سے پہلا سبق۔ جس کی تعلیم دی گئی ان الفاظ میں:-

لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خیراً منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن — الی قولہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات ع ۲)

اے ایمان والو۔ مذاق نہ اڑائے ایک قوم دوسری قوم کا۔ بہت ممکن ہے وہ بہتر ہوں ان سے۔ اور نہ عورتیں مذاق اڑائیں دوسری عورتوں کا۔ شاید وہ بہتر ہوں اُن سے۔ اور عیب مت ڈالو ایک دوسرے میں۔ اور چڑانے کے لئے نام مت ڈالو۔ ایمان کے بعد گنہگاری بری بات ہے (یعنی مسلمان ہونے کے بعد گنہگار (قانون الٰہی کا غیر پابند) نہ ہونا چاہئے۔ اور جو توبہ (رجوع) نہ کریں وہی ہیں ظالم۔ اے مسلمانوں بچتے رہو بہت کچھ بدگمانیوں سے۔ کیونکہ بعضے گمان گناہ ہیں۔ اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا۔ اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔ کیا تم میں سے کسی کو پسند ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اس سے تمکو گھن آتی ہے۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بیشک اللہ

توبہ قبول کرنیوالا ہے۔ رحم فرمانے والا۔ اے آدمیو۔ ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہارے خاندان اور قبیلے اس لئے بنادیئے کہ آپس میں پہچان سکو۔ بلاشبہ خدا کے ہاں اس کی عزت زیادہ ہے جس کا ادب (تقوی) زیادہ ہے۔ اللہ سب جانتا ہے اور خبردار ہے۔

نیز ارشاد ہوا

فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله۔ ذالك الدین القیم (قرآن حکیم)

اللہ کے پیدا کرنیکا ایک طرز جسپر تمام آدمیونکو پیدا کیا خدا کے پیدا کرنے میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی صحیح اور مضبوط مذہب

کالا ہو یا گورا۔ یورپ کا ہو یا ایشیا کا۔ عربی ہو یا عجمی۔ برہمن ہو یا شودر۔ سارے انسانوں کی پیدائش کا طرز ایک ہی۔ فطرت نے سبکو یکساں کیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مزید تشریح فرمائی کل مولود یولد علی الفطرة۔ ہر بچہ ایک ہی طرز پر پیدا کیا جاتا ہے۔

اور دیکھو تعلیم کی کامل تصدیق اور عملی تکمیل یہ ہی کہ جب مساوات اور انسانی یکسانیت کا سب سے پہلا اور سب سے کامل علمبردار۔ ظفر و نصرت کے پرچم لہراتا ہوا۔ سارے مغرور اور متکبروں کی اکڑی ہوئی گردنیں اسلامی عظمت و جلال کے سامنے خم کرتا ہوا مکہ معظمہ پہنچتا ہے۔ (تو کروفر اور جاہ جلال کے اس عظیم الشان مظاہرہ کے ساتھ کہ جب دنیا کے مسولینی اور ہٹلر۔ تمام معاہدات اور اعلانات کو ردی کی ٹوکری میں ڈالتے ہیں۔ یہ انسان اور انسانیت کا حقیقی رہبر حشمت و شوکت کی اونچی چوٹی پر کھڑے ہوکر اپنے مشہور خطبہ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

لینتهین اقوام یفتخرون بآبائهم الذین ماتوا انما هم فحم جهنم او لیکونن اهون علی الله من الجعل الذی یدهده الخراء بانفه۔ ان الله اذهب عنکم عبیة الجاهلیة وفخرها بالآباء انما هو مومن تقی او فاجر شقی الناس بنو آدم وآدم خلق من تراب (ترمذی شریف جلد ۲ و سیرة ابن ہشام)

جو قومیں اپنے مرے ہوئے باپ دادوں پر (جو کہ دوزخ کا کوئلہ ہو گئے ہیں) فخر کرتی ہیں وہ اس فخر و غرور سے رک جائیں۔ ورنہ خدا کے نزدیک اس گوبر کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائینگی جو اپنی ناک سے پلیدی ہٹاتا ہے۔ اللہ تعالی نے زمانہ جاہلیت کا غرور اور باپ دادوں پر فخر کا پرانا طریقہ تم سے مٹادیا۔ صرف یہی صورت ہے کہ یا مومن جو پرہیزگار (قانون خداوندی کا پابند) ہو۔ یا بدکار بدبخت۔ سارے آدمی آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔

فلیس لعربی علی عجمی فضل ولا لعجمی علی عربی فضل ولا لاسود علی ابیض فضل۔ ولا لابیض علی اسود فضل الا بالتقوی۔

لہٰذا نہ عربی کو عجمی پر فضیلت اور نہ عجمی کو عربی پر۔ نہ کالے کو گورے پر۔ نہ گورے کو کالے پر۔ مگر صرف قانون کی پابندی سے۔

یا معشر قریش لا تجیئو بالدنیا تحملونہا علی رقابکم ویجی الناس بالاخرۃ۔ فانی لا اغنی عنکم من اللہ شیئا[1]

اے قریش کی جماعت[1]۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اور آدمی تو (سامان) آخرت لیکر آئیں اور تم دنیا کو گردنوں پر لادے ہوئے آؤ۔ یقین جانو میں تمہیں خدا سے بے نیاز نہیں کر سکتا

یہ خطبہ کہاں دیا جا رہا ہے۔ اس شہر میں جو "ام القریٰ" تمام بستیوں کی "اصل" ہے۔

اس بیت کے دروازے پر (کھڑے ہو کر دونوں چوکھٹوں پر دست مبارک رکھکر) جو نوع انسان کے فائدے کیلئے سب سے پہلے بنایا گیا۔ جسکو رب العالمین کا بیت کہا جاتا ہے۔ جسکی طرف مسلمان نماز کے وقت رخ کیا کرتے ہیں۔ تم نے دیکھا۔ مرکز رحمت نے۔ انسانی آبادی کے مرکز سے۔ مساوات اور انسانی یکسانیت کا کیسا پیغام سنایا۔ اور نسلی غرور کے دیوتاؤں کو کس طرح ڈانٹا۔ یہ ہے اسلام کا نکتہ جسکو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہ ہے دین متین کا سوشلزم جس سے ساری دنیا کو امن وعافیت کا پیغام ملتا ہے۔ یہ ہے عقیدۂ توحید کا اثر۔ کہ عالم انسانیت کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا

لازمی تقسیم تم نے دیکھا۔ عالم انسانیت کی وحدت اور مساوات کس بلند آہنگی سے ثابت کی گئی۔ اب صرف ایک تقسیم لازمی رہی جس سے کوئی مساوات۔ کوئی قانون بھی مستثنیٰ نہیں۔ یعنی ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ صرف یہی ہے وہ تقسیم جس کو اسلام اور کفر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مگر کیا دنیا کی کوئی مساوات۔ دنیا کا کوئی سوشلزم۔ کمیونزم۔ اس تقسیم سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟

ہزاروں دھکے کھانے کے بعد۔ آج دنیا۔ ملوکیت پر لعنت بھیج رہی ہے۔ مگر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پونے چودہ سو سال پیشتر ارشاد فرمایا تھا۔

اخنع اسم الی اللہ یوم القیامۃ رجل تسمی ملک الاملاک۔ لا ملک الا اللہ۔ قال ابو سفیان شاہنشاہ (شیخین۔ ابو داؤد۔ ترمذی) (الفتوحات الربانیہ ۳۷ج)

یعنی نام خدا کے نزدیک قیامت کے دن یہ ہے کہ کوئی انسان اپنا نام ملک الاملاک تجویز کرے۔ یعنی شاہنشاہ۔ ملک صرف اللہ کا ہے۔

---

[1] جمع الفوائد ص ۱۹۳ ج ۲ بظاہر یہ بھی اسی خطبہ کا ٹکڑا ہے جو ابن ہشام نے نقل کیا ہے۔

[2] دیکھو کس طرح خاص اپنے قبیلہ کو دنیا اندوزی سے روکا جا رہا ہے۔ اور کس طرح بارگاہ رب العزت میں ناجائز سرمایہ داری سے برأت کا اعلان کیا جا رہا ہے ۱۲

حضرت حق نے ارشاد فرمایا ان الحکم الا للہ (حکم صرف خدا کا ہے)

آج دنیا سرمایہ داری پر لعنت بھیج رہی ہے۔ مگر قرآن پاک کا یہ ازلی اعلان ہے:۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون

جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ کر (کنز بنا کر) رکھتے ہیں اور انکو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انکو دردناک عذاب کی خبر سنادو — اس روز کہ دوزخ کی آگ میں سونے چاندی کو تپایا جائے گا اور اس سے انکی پیشانیاں۔ انکے پہلو۔ اور انکی کمریں داغی جائینگی کہ "یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ رکھا تھا۔ اب چکھو اسکو جو جوڑ رکھا تھا۔ (پ ۱۰ ع ۱۱)

بیشک اسلام نے ملکیت تسلیم کی ہے۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم فطرت کے مخالف نہیں۔ نیز دولت کا چالیسواں حصہ سالانہ نکالنے سے "کنز" کی مذکورۂ بالا نحوست باقی نہیں رہتی۔ مگر "رحمت" اور "عافیت" کا صحیح پھیلاؤ یہ ہی کہ "دولتمند" یا "غنی" کا معیار اتنا گھٹادیا۔ کہ جو شخص ضروریات سے فاضل ۵۲ تولہ چاندی کا سال بھر مالک رہے۔ اس پر بھی چالیسواں حصہ خرچ کرنا فرض ہے۔

اور پھر رحمت عامہ کا دوسرا حصہ ملاحظہ ہو کہ ارشاد ہے:۔

اما السائل فلا تنھر (سورہ ضحیٰ ج ۳۰)　　سائل کو مت ڈانٹو۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (ذاریات پ ۲۶)　　انکے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم (مفلس) کا

رسول اللہ صلے علیہ وسلم کا ارشاد ہے

ان فی المال حقاً سوی الزکوٰۃ　　مال میں زکوۃ کے سوا حق ہے۔

پھر امن عامہ کا پورا نظارہ کرنا ہو تو غور کرو کہ یہ حکم صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔

زکوٰۃ کے مقابلہ پر غیر مسلم پر صرف تین ٹیکس ہیں۔ جنکو جزیہ کہا جاتا ہے

۱۲ درہم سالانہ۔ یعنی ۲۰ ر ماہوار۔ معمولی درجہ کے کمانے والے مردوں پر۔ اوسط درجہ کے مردوں پر۔ ۲۴ درہم سالانہ یعنی ۲ ر ماہانہ۔ اسکے بعد وہ جسقدر دولت بھی رکھے اسپر صرف ۴۸ درہم یعنی ۴ ر ماہانہ واجب ہوں گے۔ ہاں بیشک تجارت کی شکل میں مسلم سے وہی چالیسواں حصہ لیا جائیگا۔ اور غیر مسلم سے بیسواں حصہ۔ لیکن اسکی تلافی اور تدارک کے لئے یہ بھی قابل غور ہے کہ مسلم سے اس کے مویشی پر بھی خاص خاص قسم کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ مثلاً تیس گائے بیل ہوں۔ تو ایک سالہ بچھڑا۔ لیکن غیر مسلم پر یہ زکوٰۃ نہیں۔

(۳)

اصول حکومت قرآن پاک کی ایک چھوٹی سی آیت غور و خوض کے لئے نقل کی جاتی ہے۔ جس ترتیب پر بے اختیار قربان ہونے کو جی چاہتا ہے۔

رب الناس۔ ملک الناس۔ الہ الناس۔

یعنی چونکہ وہ تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے (لہٰذا) انسانوں کا بادشاہ ہے۔ (اور اسی لئے وہ) تمام انسانوں کا خدا ہے۔

۴

وضع قانون (الف) اصول قانون اور اساسی دستور بنانے کا حق صرف اسی کو ہوگا جو ہر ایک انسان کی فطرت اُس کے جذبات رجحانات اور اسکی ضرورتوں سے واقف ہو۔ لہٰذا

ان الحکم الا للہ ——— حکم "قانون" صرف اللہ کا۔

کیونکہ —— وہ رب العالمین ہے۔ تمام جہانوں کا پالنے اور پیدا کرنے والا۔

وہ ارحم الراحمین ہے۔ تمام مہربانوں میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑا مہربان۔

لہٰذا وہ احکم الحاکمین ہے یعنی حکومت کے تمام دعوے داروں میں سب سے بڑا حاکم۔

چونکہ اس کے ماسوا نہ کوئی پروردگار ہے۔ نہ ارحم الراحمین۔ لہٰذا

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الظالمون ——— ہم الفاسقون

جو خداوند عالم کے نازل کردہ قانون کے بموجب فیصلہ نہ دے وہ ظالم ہے۔ فاسق ہے

(ب) انسان محض فرمانبردار نائب کی حیثیت سے اُس قانون کو نافذ کرے اسی لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔

انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ یعنی آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ارشاد ہوا تھا کہ میں زمین پر خلیفہ بناتا ہوں"

چنانچہ اسلامی جمہوریہ کے ناظم اعلیٰ کو یہی خطاب دیا گیا۔ یعنی خلیفہ۔ یعنی خدا کا نائب تاکہ اس کا قانون نافذ کرے۔ اور تمام اہل ملک کا نائب تاکہ اُن کے باہمی نظام کو برقرار رکھے۔ ہر ایک کا ملکی۔ شہری۔ اقتصادی اور انسانی حق ادا کرتا رہے۔ جو ایک امانت ہے۔ غور کرو ارشاد ربانی ہے

ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ امانتیں اُن کو ادا کردو جن کی

الی اہلہا۔ واذا حکمتم بین الناس وہ ہیں۔ اور جب تم انسانوں کے درمیان فیصلہ کرنے

ان تحکموا بالعدل - ان اللہ نعما یعظکم بہ - ان اللہ کان سمیعا بصیرا

لگو تو انصاف کیساتھ فیصلہ کرلو - بلاشبہ خداوند عالم جس چیز کی نصیحت کر رہا ہے - وہ بہت ہی بہتر ہی - بیشک خدا تمام چیزیں سُنتا اور دیکھتا ہے - (لہٰذا تم ہر فیصلہ کے وقت یقین رکھو کہ خدائے برتر کے سامنے جوابدہ ہوگے)

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم - فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ و والی الرسول -

اے مسلمانو! - اللہ کی اطاعت کرو - رسول کی اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو - پھر اگر تم آپس میں کسی چیز کے متعلق جھگڑنے لگو تو اسکو خدا اور اسکے رسول کی طرف لیجاؤ (کیونکہ وضع قانون کا حق انہیں کو ہے)

(ج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے آئے کہ قانون الٰہی کی تفصیل کردیں - مگر چونکہ وہ قانون رحمت ہے - لہٰذا آپ کے بھیجنے کا مقصد یہی ہوا کہ تمام جہانوں پر مہربانی کی جائے -

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

(د) چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا گیا - لہٰذا

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

جو تم کو رسول دے وہ لے لو - اور جس سے روکے رُک جاؤ -

(ہ) آپ کے تمام خلفاء کی حیثیت وہ ہے جو فاروق اعظم نے فرمائی :-

انی قاسم مسئول

میں تقسیم کرنے والا ہوں - جس سے بازپرس ہوگی -

(۵)

قانون کا نظریہ قانون میں سب سے اہم چیز - منشا اور نظریہ ہے - گاندھی جی ۱۹۳۶ء میں کہا کرتے تھے

"میں ایسا نظام چاہتا ہوں جس میں آزادی کی روح ہو"

گذشتہ تحریر کے بعد اس کے لئے مزید دلائل کی ضرورت نہیں کہ اس قانون کا نکتہ نظر قرار دیا گیا

ھدایت - رحمہ - احسان - عدل - تقوی - چنانچہ -

(الف) ولقد جئناھم بکتاب فصلناہ علی علم ھدی ورحمۃ لقوم یومنون (قرآن حکیم)

ہم نے پوری واقفیت اور علم کیساتھ انکو ایک مفصل کتاب دی ہے کہ جو اسپر یقین رکھیں اُن کی راہنمائی ہو اور مہربانی کیجائے

(یقین کی قید ہر قانون کے لئے لازمی ہے - کوئی بھی قانون ہو اسکی برکت یقین اور اُس کی تعمیل کے بعد ہی ظاہر ہوگی)

(ب) اس قانون کا آغاز جس شان سے ہوا - اس کو ہم پانچویں باب کے آخر میں درج کر آئے ہیں -

(ج) ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان۔ وینھاکم عن الفحشاء والمنکر

خدا تم کو حکم کرتا ہے۔ انصاف اور احسان کا۔ اور تم کو منع کرتا ہے فحش اور بری باتوں سے

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل

جب آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو۔ تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

(د) ایسا انصاف کہ

یاایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولایجرمنکم شنان قوم علی ان لاتعدلوا۔ اعدلوا ھو اقرب للتقوی (سورہ مائدہ)

خلاصہ یہ ہے کہ خداوندی احکام کو مضبوطی سے قائم کرو۔ انصاف کے ساتھ شہادتیں دو۔ ہرگز ہرگز ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی مخالفت اور کینہ پروری تم کو ناانصافی پر آمادہ کردے (حالانکہ ایسی ناانصافی کو آج کل قوم پروری سمجھا جاتا ہے) انصاف سے کام لو۔ وہی تقوی سے قریب کی چیز ہے

(ہ) یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولاتموتن الا وانتم مسلمون

اے مسلمانوں خدا سے پورا پورا تقوی کرو۔ یعنی دینی اور دنیاوی۔ روحانی اور مادی امور میں قانون الٰہی کی پوری پوری پابندی کرو۔ اور صرف مسلمان ہوکر یعنی اس کے احکام کی اطاعت کرتے ہوئے مرو۔

(و) دعوی عدل وانصاف غلط ہے۔ اگر ظالم کی سزا میں سستی کی جائے۔ ظالم کے حق میں رحم۔ نوع انسان پر ظلم ہے۔ آج ڈکیتی۔ چوری۔ زنا۔ شراب خوری وغیرہ کا بازار گرم ہے۔ جو نوع انسان کو تباہ کئے ہوئے ہے۔ کیونکہ انکی سزا قرار واقعی نہیں۔ جس شخص نے خود بھی جیل کاٹی ہو اسکے نزدیک ایک چور اور ڈاکو کیلئے قید کی سزا جرم کا عادی بنانا ہے۔ اسلامی قانون نوع انسان کے امن کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی تصور کرتا ہے۔ لہذا مذکورہ بالا جرائم کی سزا بھی انتہائی سخت ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سارے ملک میں اگر ایک مرتبہ اسلامی تجویز کردہ سزاؤں پر عملدرآمد ہو جائے۔ چور کا دہنا ہاتھ کاٹ دو۔ ڈکیتی میں اگر قتل نہ ہو تو ایک ہاتھ ایک پاؤں کاٹ دو۔ خاص خاص صورتوں میں زنا کے ہر دو مرتکب کو سنگسار کردو۔ ورنہ سو سو کوڑے لگاؤ۔ شراب خور کے اسی کوڑے مارو۔ اور ان تمام میں اگر سفارش یا غلط قسم کے رحم سے کام لوگے تو دنیا کے امن وامان کو تباہ کرڈالوگے۔

(ز) آجکل گرام سدھار کا چرچا ہے۔ امت اسلامیہ اور اس کے نظام ملی کی غرض سمجھنے کیلئے ذیل کی آیات یاد رکھنی چاہئیں

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم ساری امتوں میں (اس لئے) بہتر ہو کہ نوع انسانی

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ کے فائدے کیلئے پیدا کئے گئے ہو جسکی صورت یہ ہے کہ اچھی باتوں کا حکم کرو۔ بری باتوں سے روکو۔ اللہ پر یقین رکھو۔ (لفظ حکم خاص طور پر قابل لحاظ ہے)

(ح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت اور حکومت کے متعلق ارشاد فرمایا " انھا امانۃ وانھا حسرۃ وندامۃ یوم القیامۃ۔ الامن اخذھا بحقھا وادی الذی علیہ فیھا (کتاب الاموال لابی عبیدہ ص) (ترجمہ) حکومت ایک امانت ہے اور قیامت کے روز وہ حسرت اور ندامت ہوگی۔ صرف وہ شخص مستثنیٰ ہوگا جو حق کے بموجب لے اور جو حقوق اس پر واجب

(ط) سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ حقوق انسانیت میں سب مساوی ہیں۔ شہری حقوق سب کے یکساں ہیں رفاہ عام کی چیزوں سے ہر ایک برابر کا فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ اور جتنا کوئی زیادہ غریب ہوگا اتنا ہی زیادہ مستحق ہوگا

عورت اور مرد نوع انسان کی دو قسمیں ہیں۔ مگر ایک دوسرے کے لئے لازم۔ ایک دوسرے کا پردہ پوش باعث سکون۔ عورت مرد کا جز اُس کی شفقت کی مستحق۔

(ی) سود لینے کا حق کسی کو نہ ہوگا۔

(ک) ہر ایک قوم اپنے مذہبی امور میں آزاد ہوگی۔ اپنے کلچر کی خود محافظ ہوگی۔ مگر یہ کہ کوئی فعل خلاف انسانیت کریں۔ جیسے ماں بہن سے نکاح۔ یا لڑکیوں کو مار ڈالنا۔ یا کسی انسانی جان کو ناحق قتل کرنا بھینٹ چڑھانا

(ل) مسلمان کی حیثیت محافظ کی ہوگی۔ دوسری قوموں کو ذمی کہا جاتا ہے۔ یعنی اُن کی جان و مال۔ اُن کے حقوق کی ذمہ داری مسلم حکومت پر لازم ہے

(م) خطاب قوم سے من حیث القوم ہوگا۔ یعنی اس کے سرداروں سے گفتگو کر کے سرداروں کے ذریعہ سے معاملہ طے کیا جائیگا۔ مگر یہ کہ اس صورت سے عام افراد کو نقصان پہنچے اور ملوکیت کی شان کا شخصی تسلط باقی رہے

(ن) قبائلی یا پنچائتی نظام نہیں توڑا جائے گا۔ مگر یہ کہ اس سے افراد کو نقصان پہنچے۔

(س) مسلمانوں کو وہ محصول ادا کرنے پڑیں گے جو شریعت نے مقرر کر دئے۔

لیکن غیر مسلموں سے اراضی کا محصول وہ لیا جائیگا جس پر عوام کی رائے حاصل کرلی جائے۔ اور جسکو وہ بسہولت برداشت کرسکیں۔

(ع) روحانی اصلاح سب سے بڑی چیز ہے۔ مگر نہایت خوشگوار طور پر۔ لہٰذا حکم ہوا۔

جادلھم بالتی ھی احسن۔ نہایت ہی بہتر اور موزوں صورت سے تبادلہ خیالات کرو۔

لیکن اگر دل مطمئن نہ ہو تو لا اکراہ فی الدین۔ مذہب کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں۔

لکم دینکم ولی دین۔ تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔

منشاء قانون بدعمل۔ مذکورہ بالا دفعات کی نظائر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انقلاب کے لئے

کیا لائحہ عمل اختیار کیا۔ جہاد کا مقصد کیا ہے۔ اور وہ نوع انسان کے لئے رحمت ہے یا زحمت۔ یہ تمام مباحث

آسمانی حکومت کی تصویر

ترجمہ

حکومت الٰہی

(از حضرت علامہ غازی ابو الحامد محمد بن عبد اللہ انصاری مدظلہ مقیم کابل (جلا وطن از ہندوستان)

پہلا باب — قانون اور قانون سازی

تمہید (الف) قانون (شریعت)

تعریف | افراد انسانی کے اختیارات کی حد بندی - اُنکی جانوں اور اُن کے مالوں میں حقوق کا مقرر کر دینا اور اُن کے لئے فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کے طریقے اور رسومات بنا دینا۔

(ب) حکومت - بادشاہی - فرمان فرمائی -

کسی قوم یا کسی ملک کے لئے ایسا قانون بنا دینا جس کی اطاعت لامحالہ کرنی پڑے۔

(ج) فرمان برداری - محکومی - تابعداری - یعنی (عبدیت)

قوانین کو جاری ہونے دینا - اُن کی پابندی کرنا۔

جو حکومتیں دنیا میں قایم ہیں ان کے اصلی اور فطری - یا جعلی اور غیر فطری ہونے کی پہچان یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ جامعہ بشریت پر کسی انسان کو قابو یافتہ اور مطلق العنان غلبہ دیا جا رہا ہے یا نہیں۔ جو نظام حکومت کسی انسان یا انسانوں کی کسی جماعت کو انسانیت اور جامعہ بشریت پر تشریعی یعنی دستور سازی اور اصولی قانون بنانے کا حق دے وہ جعلی اور غیر فطری ہے۔ کیونکہ اصولی قانون بنانے کا حق اتنا بلند اقتدار ہے اور ایسا اونچا تصرف ہے کہ مالک کے سوا کسی کے لئے بھی اس کا استعمال جائز نہیں۔

اب غور کرو کہ جامعہ بشریت کا مالک کون ہے تاکہ قانونسازی کا حق اُسکے سپرد کر کے عالم انسانی کو زحمت سے نجات دلا دیں۔

(د) جامعہ بشریت کا مالک —— (دلیل عقلی)

اصل کتاب فارسی میں ہے۔ خاکسار نے اصطلاحی الفاظ اور کتاب کے مفہوم کو بجنسہ باقی رکھتے ہوئے سہولت کے لئے کسی فقرہ کے معنی میں ترتیب بدل دی ہے۔ اور کہیں توضیح کیلئے کوئی لفظ زیادہ کر دیا ہے حضرت مصنف نے کہیں کہیں حاشیہ بھی درج فرمایا ہے۔ احقر نے انکے تمام حاشیوں کا ترجمہ اسوقت ضروری نہیں سمجھا آیندہ خدا نے توفیق دی تو شائع کر دیا جائے گا۔

انسان ایک حباب ہے، نہ اس کا وجود اصلی - نہ اُس کا کوئی وصف اصلی - وہ دونوں میں کسی کا محتاج ہے نورِ آفتاب کا زمین پر آنا جانا - مثال ہے ہمارے وجود اور صفات کے آنے اور جانے کی - آفتاب کی طرح ہمارے وجود اور صفات کا مرکز کون ہے - ؟

وہی جسکو ہم خدا کہتے ہیں - یقیناً وہی مالک حقیقی ہے جامعہ بشریت کا - اور ہماری ملکیت ایک عرضی اور طفیلی ہے - جو مالک اصلی کے مرکز ملک سے ہم تک پہنچی ہے - اسی طرح ہماری تمام صفتیں - عقل، علم، غیرہ وغیرہ عرضی اور طفیلی ہیں -

(کس قدر فریب خوردہ ہوگا ذرۂ بےمقدار اگر وہ اپنے وجود یا اپنی چمک دمک کو اصلی اور حقیقی کہنے لگے - یہی مثال ہماری بھی ہے)

اب ہمارے سامنے سلسلۂ ملک میں حسب ذیل تقسیم آگئی -

مالکیت اصلی - مالکیت عرضی - مالک اصلی - مالک عرضی - مملوک خاص - مملوک عام -

اصلی مالکیت - خدا ر بالا و برتر کی مخصوص صفت ہے - کائنات کا مالک اصلی صرف وہی ہے -

مالکیت عرضی - انسان کی صفت ہے اور انسان مالک عرضی - یا مالک ظلی ہے -

مملوک خاص - وہ ہے جو صرف خداوند عز اسمہ کی اصلی مالکیت کے ماتحت ہو - اور صرف خدا ہی کی مملوک ہو - مملوک خاص صرف بشریت اور انسانیت ہے -

جامعہ بشریت صرف خدا ہی کی ملک ہے - کوئی اس کا ساجھی نہیں - اور یہ بھی نہیں کہ انسان کی طفیلی اور عارضی ملک انسان کے سر پر آن پڑے اور انسان کو انسان کا مملوک کردے - بشریت فطری طور پر انسان کی ملکیت سے آزاد ہے -

مملوک عام - وہ ہے کہ حقیقی مالک کی حقیقی ملکیت کے ساتھ عارضی مالک کا عارضی مملوک بھی ہوجائے - (گویا نور آفتاب کے سامنے ایک آئینہ آگیا)

مملوک عام - وہ تمام کائنات ہے جو انسان سے کم درجہ رکھتی ہو -

مثلاً تمام جاندار - سارے نباتات - جمادات - معدنیات - عنصریات - برق - دخان - اسٹیم وغیرہ وغیرہ -

---

ــــہ چنانچہ قتل و خون فطرتاً حرام قرار دیا گیا ہے - حتیٰ کہ خودکشی بھی حرام مانی جاتی ہے - اسلام نے قتل ناحق پر سخت سزا مقرر کی ہے - خواہ کوئی اپنے زر خرید غلام کو مارے یا کسی کو یا خودکشی کرلے شریعت کی نظر میں سخت ترین مجرم ہے -

ان تمام چیزوں پر حضرت حق جل مجدہٗ کی حقیقی ملکیت کا نور پرتوفگن ہے۔ لہٰذا وہ خدا برتر بالا و برتر کی مملوک حقیقی ہیں۔ مگر چونکہ اس نور ملکیت کے درمیان انسانی ملکیت کا عکسی آئینہ آگیا ہے۔ لہٰذا مجازی اور عارضی طور پر ان تمام چیزوں کو انسان کی ملک بھی کہا جاتا ہے اور اسی بنا پر اس کو "مملوک عام" کا لقب دیا گیا۔

مذکورہ بالا تقسیمات اور تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ

جامعہ بشریت کے حقیقی اور اصلی مالک صرف حضرت حق جل مجدہٗ ہیں جو خالق اور رب العالمین ہیں۔ لہٰذا عالم انسانی میں فرماں فرمائی کا حق خالق اور پروردگار کے سوا کسی کو نہیں دیا جا سکتا۔

فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون (قرآن حکیم) جان بوجھ کر (نادان مت بنو) کہ خدا کے شریک بنانے لگو

دلیل اجتماعی۔ حریت۔ مساوات۔ عدالت یورپین اقوام کے نزدیک آئینی دستور اُور اجتماعی قوانین کے اصول ہیں۔

ان اصول کے پیش نظر ہی یہ دلیل واضح ہے

عالم انسانیت کا قانون ساز ایک کو قرار دیکر اس کے احکام کو انسانیت کے لئے قیود اور بندش قرار دیا جائے تو۔ مساوات انسانی کا دعویٰ کافور ہو گیا۔

اگر کسی ایک منتخب یا غیر منتخب جماعت کو عالم بشری کا عام متصرف قرار دیا جائے۔ تب بھی (خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ)

کیونکہ اپنے ہی جیسے انسانوں کی ایک جماعت کو انسانی اکثریت پر مالک بنا دینا۔ خواہ اُن کے ووٹ اور اُن کے انتخاب ہی سے ہو۔ بہر حال حریت شکن ہے۔ اور مساوات کو پامال کرنے والی۔ اور عدل و انصاف پر کاری ضرب لگانے والی۔

چنانچہ موجودہ حکومتوں کے نظام میں اقلیتوں کی مظلومیت اور اکثریت کی زیادتیوں سے اس نظام حکومت کا ظلم اور زیادتی ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔

لہٰذا وظیفہ عقل اور فریضہ اجتماع ہے کہ قانون سازی یعنی عالم انسانیت پر مالکانہ تصرفات کے لئے کوئی مافوق الطبیعۃ ہستی۔ تلاش کریں۔

تاکہ اُس کی فطری حکمرانی سے حکم اور بادشاہی کا عقد و حل اور تمام موجودات سے اعلیٰ اور فائق۔ تمام انسانوں کے خالق اور تمام کائنات کے مالک کی فرمانفرمائی کی برکت سے عالم انسانی

غیر فطری حکومتوں کے عذاب سے نجات پاکر دنیاوی فلاح اور اُخروی سعادت سے آشنا و ہمکنار ہو
چونکہ رب العالمین کی حاکمانہ برتری اور نوع بنی آدم میں اس کے مساوات پرور احکام کی برکت سے اجتماعی فسادات (یعنی ظلم - عدم مساوات - اور غیر انسانی قیود) نہیں پیدا ہوتے - بلکہ اس کی ربوبیت عامہ - اور رحمانیت مطلقہ کے اصولی قوانین - نیز مذکورہ بالا فسادات سے اُس کی بے نیازی - مذکورہ فسادات کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکتی ہے - لہٰذا ہم خالق حقیقی کی پادشاہی کو اصلی پادشاہی کہتے ہیں اور اس کے ماسوا جمہوریت - پارلیمنٹری یا شخصی قسم کی تمام حکومتوں کو غیر فطری اور جعلی حکومتیں قرار دیتے ہیں -

سلطنت الٰہیہ

بادشاہ قانون صدر اعظم حدود سلطنت

حکم اور قانون سازی ایک ایسا مرتبہ ہے جو امامت سے بالا ہے - اور خداوند عالم کا مخصوص حق ہے - اور امامت امت کا وظیفہ ہے - ہمیں اُسی سے بحث کرنی ہے - مگر چونکہ امامت کی بحث اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک قانون سازی کا ایک نقشہ نہ پیش کر دیا جائے لہٰذا پہلے ہم قانون سازی کے متعلق ایک مختصر نقشہ پیش کرتے ہیں اس کے بعد امامت کی تصویر پیش کرینگے

بادشاہ

مادہ ۱ بادشاہی (یعنی انسانی تصرفات کی حد بندی - عالم بشری کے ذمہ حقوق کا مقرر کرنا - اور تابعداری کے مراسم اور طریقے تجویز کرنا جن کو عبادت کہا جاتا ہے) اعلیٰ حضرت خالق عالم کا مخصوص حق ہے -

"محمد" صرف پہنچانے والے ہیں -	ما محمد الا رسول
بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان (یعنی ایسا قانون) اپنے فرمانبردار بندے پر نازل فرمایا (جو صاف صاف حق اور ناحق کا فیصلہ کرتا ہے)	تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ
حکم (قانون) صرف اللہ کا ہے -	ان الحکم الا للہ -
جو خدا کے نازل کئے ہوئے قانون پر فیصلہ نہ دے وہ ظالم ہے -	من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظالمون (الآیات)

وغیرہ وغیرہ

مادہ ۲۔ صرف ذات خالق قدوس ہی اپنے تصرفات میں غیر مسئول ہے اور کسی کی یہ شان[1] نہیں ہو سکتی۔

لا یُسئَلُ عما یفعل وھم یُسئَلُوْنَ	اُس سے باز پرس نہیں کی جا سکتی۔ ان سب (از انسانون سے) باز پرس کی جائے گی۔

قانون

مادہ ۳: ان احکام کے مجموعہ کو قانون کہا جاتا ہے جو خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچائے۔ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ۔ جو کچھ تمہارے سامنے رسول لاے ہیں اسکو لے لو۔

مادہ ۴: قانون کی زبان عربی ہے

انا انزلناہ حکما عربیا	ہم نے ایسا قانون نازل کیا جسکی زبان عربی ہے۔
قرآنا عربیا	ایسا قرآن جسکی زبان عربی ہے۔

---

[1] قاعدہ کلیہ ہے کہ مالک اپنے تصرفات میں غیر مسئول ہوتا ہے۔ چونکہ تمام کائنات خداوند عالم کی مملوک ہے۔ لہذا کسی انسان فرشتہ یا جن کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ احکام الہی میں چون وچرا کرے وہ جو چاہتا حکم دیتا۔ مگر اس کے بے انتہا رحم وکرم اور غیر محدود عدل وانصاف نے کائنات اور مخلوقات کی امداد فرمائی۔ چنانچہ خداوندی احکام کو حکمت سے پُر اور انسان کے شرف۔ سعادت اور ابدی فلاح کے عین مطابق نازل فرمایا گیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ اسی طرح جو چیزیں انسان کی مملوک ہیں اگرچہ وہ ملکیت نقلی اور مجازی ہے۔ مگر تاہم انسان اُنکے سامنے جوابدہ نہیں۔ اینٹ پتھر گائے۔ بیل کے متعلق اس کو پورا اختیار دیا گیا ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ ان چیزوں کو انسان سے باز پرس کا حق نہیں۔ ہاں خالق کائنات جو انسان کا بھی مالک ہے وہ انسان سے ان چیزوں کے متعلق قانون بنانے اور اُن کے ساتھ برتاؤ کرنے وغیرہ کے متعلق باز پرس کر سکتا ہے۔ ۱۲ (از مصنف)

[2] یہ احکام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل ہوئے خداوندی وحی کی دو قسمیں ہیں۔ جلی اور خفی۔ یعنی ظاہر اور پوشیدہ (۱) پھر وحی جلی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ اسکی عبارت بھی خدا عزوجل کی جانب سے نازل ہوئی ہو" اسکو "کتاب اللہ" کہتے ہیں۔ وحی متلو۔ قرآن۔ فرقان۔ حکم۔ ذکر وغیرہ اسی کے القاب ہیں۔ ہر زمانہ میں کتاب کے لاکھوں حافظ موجود رہے ہیں اور آجتک یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ ہر سال رمضان شریف میں مسلمانوں کی جماعت میں ایک حافظ قرآن شریف سناتا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

صدر اعظم

مادہ ۵: حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قانون الٰہی کو پہنچانے اور اسکو جاری کرنے کے لئے خدا کی طرف سے منتخب اور مامور کئے گئے۔

انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ۔ — ہم نے آپ کو شاہد۔ مبشر۔ نذیر اور داعی بنا کر بھیجا ہے۔

بلغ ما انزل الیک — جو تم پر نازل ہو اس کی تبلیغ کرتے رہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دوسرے حافظ اور نمازی سلتے ہیں اور اس صورت سے ہر مسجد میں سیکڑوں ہزاروں غازیوں کے سامنے دہرانے کا سلسلہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے چل رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کا ایک شوشہ بھی آج تک نہیں بدل سکا۔

وحی جلی کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کی عبارت رب العالمین کی طرف سے نازل نہیں ہوئی صرف اُس کا مضمون القا کیا گیا۔ اس کا نام سنت ہے اور اسی کو حدیث خبر یا وحی غیر متلو بھی کہدیا کرتے ہیں۔

حدیث یا وحی غیر متلو کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں (۱) حدیث قولی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات (۲) حدیث فعلی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مضمون کی تبلیغ اپنے فعل مبارک سے فرمائی۔ جس کو کسی صحابی نے نقل کیا۔ اگرچہ سنت اور حدیث بھی ہم تک جن جن واسطوں اور سندوں سے پہنچی ہے وہ تمام محفوظ ہیں۔ اور ہر شخص کا نام اُس کے حالات۔ اُس کے متعلق اہل علم کی رائیں کتابوں میں جمع کر دی گئی ہیں۔ مگر تاہم قرآن پاک کی طرح متواتر اور محفوظ نہیں۔ لہذا اس کا مرتبہ قرآن پاک کے بعد مانا جاتا ہے۔

۲۔ وحی خفی۔ قرآن پاک اور سنت میں بہت سے جزوی واقعات ہیں۔ (بائی لاز) یا تفصیلی احکام کے طور پر بہت سے احکام اور اُن کے اصول نکالے جا سکتے ہیں۔ شارع نے اس قسم کے قضیوں اور احکام میں اہل نظر و فکر کو اجازت دی ہے کہ ان کے اصلی معنی اور مفہوم اور ان کے حقیقی منشا کے پیش نظر تفصیلی احکام اخذ کریں۔ اسی کو استنباط یا قیاس کہا جاتا ہے۔ ائمہ مجتہدین کا یہی کام ہے کہ وہ کتاب اور سنت کی روشنی میں شریعت کی اصل منشا کو سمجھکر جزوی واقعات اور قضیوں سے تفصیلی احکام (بائی لاز) مرتب کریں۔

ان تفصیلی احکام کے مجموعہ کو علم فقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

یا ایہا النبی جاھد الکفار و المنافقین۔ — اے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کفار اور منافقین سے جہاد کرو۔

بہرحال حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو داعی۔ مبشر۔ مبلغ قرار دیا گیا۔ اور احکام الٰہی کو دنیا میں نافذ کرنے کے لئے کفار اور منافقین سے جہاد کا حکم ہوا۔ یہی شان ہوتی ہے صدر اعظم کی۔

حدود سلطنت

مادہ ۲۶: حقوق کے لحاظ سے سلطنت الٰہی کی حدبندی حد امکان سے خارج ہے۔ کیونکہ

وہ ہر چیز کا خالق ہے — خالق کل شی

تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے — رب العالمین

آسمانوں اور زمین کا ملک اسی کا ہے — لہ ملک السموات و الارض

(بقیہ حاشیہ) چونکہ یہاں مجتہد کی درایت اور اس کے فہم کو بھی دخل ہوتا ہے۔ لہذا غلطی کا احتمال بھی رہتا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ بھی مسلم ہے کہ کوئی مجتہد خطا اور غلطی سے معصوم نہیں۔ اگرچہ یہ بھی جائز نہیں کہ اپنی پوری جدوجہد صرف کئے بغیر کوئی مسئلہ بیان کر سکے۔ ہر ایک مسئلہ میں منشاء شریعت کے معلوم کرنے کے لئے جدوجہد کو آخری حد پر پہنچا دینے کا نام اجتہاد ہے۔

گذشتہ بیان سے معلوم ہو گیا کہ شریعت کے تمام احکام میں کسی انسان کو فرمانفرمائی اور اپنی عقل پر دنیا کو چلانے اور نوع انسان کے لئے اپنی عقل سے قانون وضع کرنے کا حق قطعاً نہیں دیا گیا۔ بلکہ صورت یہ ہوئی کہ کتاب اللہ۔ خداوند عالم کا صریح اور صاف فرمان ہے سنت بھی فرمان خداوندی ہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُسکی عبارت حضرت حق کی طرف سے صادر نہیں ہوئی۔ درحقیقت وہ توضیح اور تفسیر کرتی ہے کتاب اللہ کی اور جو کتاب اللہ کے معارض ہو اُسکو منسوخ تصور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قیاس۔ وہ حضرت حق جل مجدہٗ کا حکم خفی ہے۔ جس کو مجتہد نے واضح اور ظاہر کر دیا۔ پس اصل قانون ساز حضرت حق جل مجدہٗ اس کے مبلغ اور مفسر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کے واضح اور ظاہر کرنے والے اور جزئیات پر پھیلانے والے حضرات مجتہدین رحمہم اللہ۔

ایک چوتھی چیز اور بھی ہے۔ جس کو اجماع کہا جاتا ہے۔ یعنی علماء امت کا متفقہ فیصلہ اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہ سنت یا وحی خفی میں اس فیصلہ کا کوئی ثبوت ہے۔ اس صورت میں اس اجماع سے کوئی نئی چیز نہیں معلوم ہو رہی۔ صرف اسی سنت کی تائید ہے۔

(۲)

باب التنفیذ

اجرار قانون

توضیح | پہلے عرض کیا گیا کہ پادشاہ اسلام۔ ما فوق الطبیعۃ ہستی ہے جو خالق کائنات ہے (تعالیٰ شانہ) اُس کے فرامین قانون ہیں اور اس قانون کے جاری کرنے کی خدمت حضرت رسالتمآب رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوئی تھی۔

امامت امت | یعنی آب۔ رسالت پناہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے وقت اجرار قانون کا فریضہ امت اسلامیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ (چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص شخص کو نامزد نہیں فرمایا)

امت مرحومہ اپنے میں سے اہل حل وعقد کو منتخب کر کے یہ خدمت انکے سپرد کر دیتی ہی (چنانچہ سقیفہ بنو ساعدہ میں صحابہ کرام کا اجتماع ہوتا ہے) اہل حل وعقد اور مدبرین امت اپنے افراد میں سے جس کو

(بقیہ حاشیہ) دوسری صورت یہ کہ کوئی ایسا واقعہ ہے کہ اُس کے متعلق مخالف یا موافق کوئی تصریح یا اشارہ شریعت میں نہیں ملتا۔ ایسے اجماع کو دین کا جزا اور شریعت کا کوئی واجبی حکم تو نہیں مانا جا سکتا۔ البتہ ایک نظیر کی حیثیت ضرور حاصل کر لیتا ہے۔

ارکان شوریٰ اور کثرت رائ | کتاب اللہ۔ سنت۔ یا قیاس سے جو احکام ثابت ہو چکے ہیں کسی خلیفہ یا امام کو نہ اس میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار ہے۔ اور نہ کوئی مجلس شوریٰ اس میں کوئی مشورہ دے سکتی ہے۔ البتہ ان کے سوا جو صورتیں پیدا ہوں اُن کے متعلق حکم قرآنی ہی۔ "وشاورھم فی الامر" یعنی معاملات میں ارباب حل وعقد سے مشورہ کر لو) دوسرے موقعہ پر مسلمانوں کی شان بتائی گئی وامرھم شوریٰ بینھم (یعنی ان کے معاملات کا آپس میں مشورہ ہوتا ہے) اب مشورہ کے بعد یا تو ایک طرف اتنی آرا آگئیں کہ اس کو "سواد اعظم" کہا جا سکتا ہے تو اس کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "سواد اعظم کا اتباع کرو" لہٰذا امام اور خلیفہ کے لئے مخالفت ناجائز ہوگی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں طرف مساوات ہو۔ یا معمولی زیادتی ہو۔ ایسی صورت میں امام کو اختیار ہے کہ جس جانب کو چاہے اختیار کرے۔ مگر بہر حال اہل الرار اور مفکرین کی اتباع اور عام مخلوقات اور بالخصوص مسلمانوں کی فلاح اور بہبود کو مطمح نظر قرار دیکر فیصلہ کرنا خلیفہ کا فرض ہے۔ (مختصر ترجمہ حاشیہ حضرت مصنف مدظلہ العالی)

سب سے بہتر جانتے ہیں۔ آزادانہ انتخاب کے ذریعہ سے اپنی رہنمائی کے لیے منتخب کر لیتے ہیں۔ اہل حل و عقد کو "شوریٰ" کہا گیا۔ اُن کے انتخاب کردہ رہنما کو "امام"۔

اور پھر "امام مع شوریٰ" (موجودہ اصطلاح میں "امام باجلاس شوریٰ" کا نام "امارت المومنین"، "خلافت رسول رب العالمین"، "امامت امت" اور قرآنی زبان میں "اولوالامر" کہا جاتا ہے۔

امام کی حیثیت خالق عالم (حضرت حق جل مجدہ) کی بادشاہی کا خادم اور زیر دست حضرت حق جل مجدہ کے صدر اعظم کا وکیل۔ اور قوانین الٰہی کے اجرار کا ذمہ دار ہے۔ یعنی (امت کا قائم مقام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ)

چنانچہ۔ امام کا ہاتھ۔ قانون سازی اور حکمرانی کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔ اُس کے اقتدار کا آغاز صرف اسی سے ہے کہ اعلیٰ حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ کے قوامین کو نافذ کرتا رہے کون نہیں جانتا کہ اجرار احکام۔ ایک فرمانبردارانہ حرکت ہے

غور فرمایئے۔ ہیئت اجرائیہ۔ یعنی "مجلس وزرار" ہمیشہ قانون ساز قوت کے زیر فرمان رہ کر اپنا فرض ادا کرتی رہتی ہے۔

اسی بنا پر ہم امامت کو خالص خدمت گاری اور فرمانبرداری (عبدیت) سمجھ کر اُس کے وجود کا فرض صرف یہی جانتے ہیں کہ

(۱) قانون ساز قوت (یعنی اعلیٰ حضرت باری تعالیٰ شانہ) کی مرضیات اور اس کے احکام کے منشا کو بے چون وچرا۔ تسلیم کر کے اولاً خود اُس کی پابندی کرے۔

(۲) پھر کسی رد و بدل اور ترمیم و تنسیخ کے بغیر۔ ممالک محروسہ میں اُن کو جاری کرے

(۳) حکومت الٰہی کی مملکت میں۔ کسی غیر کا کوئی قانون کوئی اقتدار ہرگز ہرگز تسلیم نہ کرے

ایاک نعبد و ایاک نستعین

اس توضیح کے بعد ہم۔ امامت کے دستور اساسی کو پیش کر کے عالم اسلام کے مفکرین سے استفتا کرتے ہیں۔

بینوا و توجروا

امامت امت

امتِ وسط - اولوالامر - امام - دارالاسلام - دارالسلام - لسان رسمی (سرکاری زبان) بیت المال

امت وسط

مادہ ۱: وہ منظم جماعت جو قانون الٰہی کے اجرار اور تعمیل کی ذمہ دار ہو۔ "امت وسط" ہے۔

کذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس

اولوالامر

۲:- وہ منظم جماعت جو دائرہ امت میں نیابتہً قانون کو جاری کرتی ہے (یعنی اہل حل وعقد) اولوالامر - امارت المومنین یا امامت امت کہلاتی ہے۔

اولی الامر منکم -　　امرہم شوریٰ بینہم

امام

۳:- امامت کے امیر - یعنی رہنما - یا صدر (یا ناظم اعلی) کو امام - خلیفہ رسول اللہ علیہ السلام - یا امیرالمومنین کہا جاتا ہے۔

الامام جُنّۃ (حدیث شریف) خلیفۃ رسول اللہ ابوبکر -

امیر المومنین عمر - رضی اللہ عنہما (ملاحظہ ہوں کتب تاریخ)

۴: ارکان شوریٰ - ایک شخص کو اوصاف اجتماعی میں سب سے بہتر جان کر اپنی آزادانہ رائے سے امام منتخب کرلیتے ہیں۔

اوصاف اجتماعی | بلوغ - ذکوریت - اسلام - عقل - علم قانون (مسائل شرعیہ سے پوری وقفیت اور اُن میں بصیرت) قدرت ادارہ - شجاعت - عدالت - پابندی قانون (تقویٰ) حسب ضرورت ایسے قبیلہ کا فرد ہونا جو امت[۱] میں سب سے زیادہ بااثر ہو - خلیفہ سابق کی اولاد میں سے[۲] نہ ہو

---

۱ الائمۃ من قریش - ۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

۵: ولی عہد | اوصاف اجتماعی اور منافع امت کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جیسا صادق۔ مخلص اور متقی خلیفہ اگر کسی کو نامزد کر دے تو اولوالامر یعنی ارکان شوریٰ اور ارباب حل وعقد کے قبول کرنے پر امام ہو جاتا ہے (بشرطیکہ ارکان شوریٰ نے صداقت اور حق پرستی کے ساتھ اس کو قبول کیا ہو)

۶: امام کا فرض منصبی | اجرار قانون (جو فریضہ امت تھا) کی رہنمائی کرنا

۷: امام با جلاس شوریٰ | قوانین الٰہی کی تبلیغ اُن کے اجرار اور دار السلام کی ترقی اور حفاظت کے متعلق امت کا وکیل عام ہے۔ اور امت کے سامنے جوابدہ۔

۸: صحیح طور پر جو امام منتخب کیا گیا ہو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہے اور امام کی حیثیت بادشاہ حقیقی کے دربار میں جواب دہ۔

۹: خلیفہ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) ہونے کی حیثیت سے امام کا فرض یہ بھی ہے۔ کہ قانون کے نفاذ و اجرار، دار الاسلام کی ترقی اور حفاظت کے متعلق امت کی حیات اور اس کے احساس کا لحاظ رکھے۔ یعنی امت کے وکلاء سے مشورہ کرتا رہے۔

وشاورھم فی الامر۔

۱۰: امام یا شوریٰ کا فیصلہ۔ ایک جائز اور مباح کو (یعنی جس کے کرنے نہ کرنے میں نہ کوئی ثواب نہ گناہ) واجب کر دیتا ہے (مثلاً ولائتی مال کے بائیکاٹ کا حکم ہوا تو بائیکاٹ واجب ہو گیا)

۱۱: امت کے تمام فیصلوں کے (مثلاً۔ اجرار قانون کے ضابطے۔ معاہدے۔ صلح جنگ وغیرہ وغیرہ) اعلان کے لئے امت کی زبان ہے۔

۱۲: شخصی یا اجتماعی مصالح کی بنا پر اگر امام استعفا پیش کرنا چاہے تو اس کو اولوالامر (ارکان شوریٰ) کے دربار میں پیش کرے گا۔

(بقیہ حاشیہ) واجب الاتباع ہے۔ پھر حضور نے ارشاد فرمایا اتبعوا من بعدی ابوبکر وعمر۔ جو میرے بعد آئیں گے یعنی ابوبکر اور عمر اُن کی پیروی کرو۔ (صحاح۔ ان تینوں کی سنت یہی رہی کہ اولاد کو خلیفہ نہیں بنایا۔ باوجودیکہ اہل تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا نہ امام حسن اور امام حسین میں سے کسی کو۔ حضرت ابوبکر و عمر نے اپنے صاحبزادوں کو نامزد نہیں کیا۔ پھر امام حسن رضی اللہ عنہ اگرچہ خلیفہ ہو گئے تھے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

۱۳:- نا قابل۔ ضعیف۔ خائن۔ ظالم۔ بے عمل اور منافق امام کو امت معزول کر سکتی ہے۔

دار الاسلام

۱۴:- محروسہ امامت یعنی "امام باشوریٰ" جہاں جہاں قانون نافذ اور جاری کر سکے وہ دار الاسلام کہلائے گا۔

دار السلام

۱۵:- (جو شہر) دار السلام میں اجراء قانون کا مرکز (یعنی دار الخلافۃ) ہو وہ دار السلام کہلاتا ہے۔

سرکاری زبان

۱۶:- عربی۔

بیت المال

۱۷:- امت کے خزانہ کا نام بیت المال ہے

۱۸:- امام بیت المال کا صرف محافظ ہے۔

۱۹:- قانونی رعایتوں کے ساتھ بیت المال کا صرف کرنا بھی امت کی رضامندی کے بعد ہو سکتا ہے

۲۰:- امامت اور بیت المال کی آمد و صرف پر امت کا ہر ایک رکن آزادانہ نکتہ چینی کر سکتا ہے۔

باب الحقوق

حقوق عامہ[۱]۔ حق مسلمین[۲]۔ حق غیر مسلمین[۳]۔ روابط اجنبی (بیرونی تعلقات) معاہدات

حقوق عامہ

۲۱:- بے مثل مساوات[۴]۔ شخصی[۵]۔ رائے۔ علم۔ فن (صنعت) تجارت کی عام انسانی آزادی[۶]۔ ملکیت مجازی (یعنی انسانی ملکیت) کے حقوق کا کامل احترام[۷]۔ ناموس۔ آبرو اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر پھر آپ دستبردار ہو گئے۔ علاوہ ازیں ارشاد ہے لانورث (مختصر حاشیہ)

[۴] ملاحظہ ہو احقر کا رسالہ اسلام اور مساوات قیمت مر نیز اسلام اور سوشلزم کا دوسرا حصہ جو انشاء اللہ رسالہ قائد میں شائع ہو کر طبع ہو گا۔ مثلاً سود حرام ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔

تعلقاتِ زوجیت کا کامل احترام۔[1]

۴ فرض شناسی۔ نوعِ انسان کی خدمت۔ حسنِ معاملہ۔ نظافت اور شرافت اخلاق کی قدر افزائی

۵ یتامیٰ۔ بیوگان۔ کمزور۔ محتاج۔ ضرورتمند۔ تمام ذی روح۔ تمام کائنات پر خاص رحم لطف و کرم وغیرہ۔

یہ ہیں امت کے مضبوط اصول اور ناقابل تغیر بنیادی نظریے۔

حق مسلمین

۲۲:۔ امت کے تمام افراد ایک دوسرے کے بھائی۔ اور امت کے مساوی ارکان ہیں انما المومنون اخوۃ۔

۲۳:۔ ارکین امت پر سود لینا۔ دینا۔ شراب وغیرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ حرم الربوا۔ انما الخمر الآیۃ

۲۴ مسلمان مرد اور عورت۔ پیدائشی طور پر انسان کی دو نوع ہیں۔ جن کے حقوق مختلف ہیں مگر ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم۔

خلق الذکر والانثیٰ ۔ الرجال قوامون علی النساء

۲۵:۔ صاحب دولت اہل اسلام کی آمدنی ہیں۔ عام فقراء۔ مسکین۔ قرضدار۔ وغیرہ کا حق ہے۔

حق غیر مسلمین

۲۶:۔ غیر مسلم اقوام۔ پنچایتی نظام۔ قائم رکھنے کے مجاز ہونگے مگر اپنا مستقل امیر اور آزاد مطلق ڈکٹیٹر یا مطلق العنان جمہوریۃ قائم نہیں کر سکتے لیکن خود مختار کی حیثیت سے امامت کے تابع ہو کر (باصطلاح موجودہ تاج اسلام کے فرمانبردار رہتے ہوئے) اراکین امت کے ساتھ حقوق میں مساوی ہوں گے۔ اور مذہب میں کامل آزاد

(اگر پنچایتی نظام نہ بنا سکیں تو ان کے افراد کو بھی مذہبًا کامل آزادی ہوگی اور شہری حقوق میں مساوات رہے گی)

---

[1] چنانچہ زنا کی سزا سنگساری یا سو سو کوڑے۔

۲۷:- غیر مسلم رعایا (ذمی) کے جان - مال - ناموس اور وطن کی حفاظت امامت کے ذمہ ہے-

۲۸: اجراء قانون کی خدمت سے ذمی (غیر مسلم) آزاد ہیں-

۲۹: امت کی سیاست کا لحاظ رکھتے ہوئے غیر مسلم اقوام کے افراد - اور دوسری حکومتوں کی رعایا دارالاسلام میں مامون زندگی بسر کر سکتے ہیں-

۳۰:- غیر مسلم اقوام اور حکومتوں کے ساتھ سفیروں کا تبادلہ (قونصلوں کا تقرر) اور اُن کے پاس وفود بھیجنا جائز ہے-

۳۱:- غیر اقوام اور حکومتوں کے نمایندوں کا احترام اور انکی حفاظت فرض ہے-

معاہدات

۳۲:- منافع امت کے پیش نظر - غیر مسلموں کے ساتھ ہر قسم کے معاہدے کیے جا سکتے ہیں

۳۳: عہد کی پابندی بہت زیادہ لازم ہے-

اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا

(عہد پورا کرو - اس کی بازپرس ہوگی)

۳۴: دوسری حکومتیں جو مسلمانوں کو مذہبی آزادی نہیں دیتیں حتی الامکان ان کے ساتھ تعلقات قایم نہیں کیے جائیں گے-

۳۵:- جو مسلمان کہ کسی دوسری حکومت سے معاہدہ کر کے اُس کی رعیت بن گئے ہوں- امام کے معاہدین کے مقابلہ پر مستحق امداد نہیں سمجھے جاتے-

فعليكم النصر الا على قوم الخ

(تمام شد)

شکایت

دفتر قائد میں خریداروں اور نمونہ طلب کرنے والوں کے بہت سے جواب طلب خطوط آتے ہیں - حالانکہ ہر بار قواعد و ضوابط میں تحریر کیا جاتا ہے کہ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ - یا ارکا ٹکٹ آنا ضروری ہے - لیکن بغیر جوابی کارڈ یا ارکا ٹکٹ بھیجے جواب نہ دئے جانیکی شکایت ہوتی ہے

رحمۃ للعالمین کا انقلابی کارنامہ

(از مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب مبارکپوری)

عرب کیا خاص ہے دنیا کا ہر گوشہ اندھیرا تھا ۔۔۔ تباہی نے بنی آدم کو ہر بستی میں گھیرا تھا
ہلاکت خیز طوفان بحر شیطانی سے اُٹھے تھے ۔۔۔ تمام اہل جہاں کی آگ کے دریا میں ڈوبے تھے
خدا کے قہر کی انسان پر آتش برستی تھی ۔۔۔ یونہی صدیوں سے کھیتی آدمیت کی جھلستی تھی
ہدایت کے طریقے کو بنی آدم نے چھوڑا تھا ۔۔۔ خدا کو چھوڑ کر شیطان سے رشتے کو جوڑا تھا
مذاہب کی ہر اک بندش سے وہ آزاد رہتے تھے ۔۔۔ غلامی بت کی کرتے تھے سدا برباد رہتے تھے
وہ اپنے باپ دادا، قوم کی رسموں کو پکڑے تھے ۔۔۔ خیال و وہم کی مضبوط زنجیروں میں جکڑے تھے
زمیں کا ذرہ ذرہ خون سے سیراب رہتا تھا ۔۔۔ قتال باہمی کا وا ہمیشہ باب رہتا تھا
شقاوت اور بے رحمی کا ان کے دل پہ پردا تھا ۔۔۔ سروں میں سب کے ناحق خونکا منحوس سودا تھا

غرض سارے جہاں پر اک گھٹا ظلمت کی چھائی تھی
جہالت نے تمام عالم میں اک آفت مچائی تھی

یہ حالت دیکھ کر دریائے رحمت جوش میں آیا ۔۔۔ خدا نے اپنی سنت کے موافق رحم فرمایا
محمد مصطفےٰ اصل علیٰ تشریف لے آئے ۔۔۔ عرب کے ملک مکہ میں حرا کی راہ سے آئے
وہ آئے ساتھ انکے رحمت پروردگار آئی ۔۔۔ گلستان جہاں میں اک نئی تازہ بہار آئی
رسول اللہ ہوئے مبعوث، پیغام خدا لیکر ۔۔۔ ہر اک گمراہ انساں کے لئے شمع ہدیٰ لیکر
وہ آئے ناخدائے کشتیٔ اہل زمیں ہوکر ۔۔۔ وہ آئے اس جہاں میں رحمۃ للعالمیں ہوکر
وہ آئے اس جہاں میں اور کیسی شان سے آئے ۔۔۔ جلالی آن سے آئے رحیمی بان سے آئے

ہزاروں ہوں سلام انپر کروروں ہوں درود انپر
خدا کی رحمتوں کا رات دن ہوئے درود انپر

بلا کا سوز پنہاں تھا حجازی ساز میں انکے ۔۔۔ غضب کا تھا اثر وحدت بھری آواز میں انکے
سعادتمند لوگ آئے اس امی کی صداؤں پر ۔۔۔ کہا لبیک جانبازوں نے اسکی سب اداؤں پر
خدائی نور سے سب مستفیض و بہرہ ور ہوکر ۔۔۔ چمک اُٹھے تمام عالم میں وہ شمس و قمر ہوکر

تعالیٰ اللہ ان کے نورِ ایماں کی فراوانی
زمیں سے آسماں تک چھا گیا اک کیف نورانی
سلامی کو نکل آئے تمامی آسماں والے
کفن بردوش نکلے گھر سے کل وحدت کے متوالے
خدا کی نصرت و امداد اُنکے ساتھ رہتی تھی
اور انکی پیش قدمی کو ظفرمندی نکلتی تھی
جہاں جاتے خدا کے نام کا جھنڈا نصب کرتے
اسی کے واسطے جیتے اسی کے واسطے مرتے

یہ سب کس کے لئے تھا اور کیوں؟ اسکا سبب کیا تھا
یونہی تھا، یا کوئی تھا خاص مقصد اور منشا تھا

یہ سب تھا رحمۃ للعالمیں کی ذات کا صدقہ
اُنہی کے ساختہ پرداختہ جذبات کا صدقہ
بظاہر جو گرے رہتے تھے دنیا کی نگاہوں سے
سبق سیکھا تھا یہ اُمی لقب کی درسگاہوں سے
گزارا جنکا تھا فاقہ پہ، جو اصحاب صفہ تھے
نہ جن کے پاس کپڑے تھے نہ دستار اور جبہ تھے
وہ پیارے تھے خدا کے اور خدا انکا سہارا تھا
وہ تھے اسلام کی تصویر، قدرت نے سنوارا تھا

دلوں میں جذبۂ توحید اُن کے کارفرما تھا
یہی تھا رمزِ اظہر کل جہاں یوں ان سے سہما تھا

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

مصنفہ حجۃ الاسلام سیدنا حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

قرآن پاک جانِ مسلم ہے۔ روحِ ایمان ہے۔ لیکن ہم اس کو کیسے سمجھیں جب ہم اصول تفسیر سے واقف نہیں حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ تصنیف اگرچہ مختصر ہے۔ مگر درحقیقت ایک کرامت ہے شاہ صاحب کی معجزہ ہے قرآن کا۔ دریا کو کوزہ میں بھر کر ہر طالب قرآن کو موقعہ دیا ہے کہ وہ کوزہ پی لے اور دریا بداماں ہو جائے۔ یہ کتاب فارسی میں تھی۔ ایک مصری عالم نے اس کا لطیف اور دلچسپ عربی میں ترجمہ کیا۔ تقریباً چار صفحات کا ترجمہ حضرت علامہ الحاج مولانا اعزاز علی صاحب نے اضافہ فرمایا۔ سیدنا حضرت شیخ الہند مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ العالی نے اسکو دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں داخل کر دیا۔ اس طرح موتیوں کے اس خزانہ کو لٹایا گیا۔ اگر آپ بھی حصہ لینا چاہتے ہیں تو ۶ر ہدیہ اور ۱ر محصول ڈاک کل ۷ر ارسال فرما دیں۔ زیادہ منگانے ہوں تو وی۔ پی بھیجا۔ یکمشت پانچ نسخوں کی قیمت عہ علاوہ محصول

کتب خانہ فخریہ۔ امروہہ گیٹ مراد آباد

الملک المعضوض والخلافۃ الراشدۃ

بقلم حضرۃ الاستاذ العلامۃ مولانا عبدالحق مدنی۔ صدر جمعیۃ علماء ہند ومدیر الجامعۃ القاسمیۃ فی مراد آباد۔

ان حقیقۃ الملک ہو الاجتماع الضروری للبشر۔ ومقتضاہ التغلب والقہر۔ اللذان ہما من آثار الغضب الذی تنتجہ القوۃ السبعیۃ الموضوعۃ فی الحیوان۔ لذلک تری احوال صاحب الملک غالبًا جائرۃ عن الحق مجحفۃ بمن تحت یدہ من الخلق۔ لانہ یکلف العامۃ بقوۃ سلطانہ وبطشہ۔ مالیس فی وسعہم تتمیما وتکمیلا لشہواتہ النفسانیۃ۔ الذی لا یخلو عنہا انسان وقد قیل ان الظلم کمین فی النفس۔ القوۃ تبدیہ۔ والعجز یخفیہ۔ وعند ذلک یعسر علی الرعیۃ طاعۃ الملک القاہر۔ وتحدث العصبیۃ المفضیۃ الی الہرج والقتل۔ فتحدث عند ذلک امور تفضی الی دمار الرعیۃ وزوال الملک۔

فلاجرم وجب بحکم العقل وضع دستور اساسی وقانون سیاسی یحتوی علی اصول

تباہ کن ملوکیت اور خلافت راشدہ

از حضرت علامہ مولانا عبدالحق صاحب مدنی۔ صدر اجلاس یازدہم جمعیۃ علماء ہند و مدیر جامعہ قاسمیہ مراد آباد

ملک۔ نوع انسان کے ایک فطری اجتماع کا نام ہے۔ غضب و غصہ ایک ایسی بہیمی قوت کا نتیجہ ہے جو حیوانی فطرت کا جز ہے۔ اس غضب اور غصہ کی قوت کا اثر ہوتا ہے غلبہ۔ چیرہ دستی۔ اور جبر و قہر۔ اس چیرہ دستی اور جبر کا تقاضا ہے یہی ملک (جو ہماری بحث کا موضوع ہے) بہر حال چونکہ ملوکیت کی بنیاد اسی غضب اور جبر و قہر پر ہے۔ تو دیکھا جاتا ہے کہ اکثر ارباب ملوکیت یعنی ملوک اور بادشاہ۔ چیرہ دست اور جادۂ حق و انصاف سے ہٹے ہوتے ہیں۔ اور زیر دست مخلوق کے لئے مصیبت ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ غلبہ اور گرفت کے سخت پنجہ سے عوام الناس پر غیر قابل برداشت بار ڈالتے رہا کرتے ہیں۔ تاکہ ان نفسانی خواہشات کو مکمل کریں۔ جو کسی نہ کسی حد تک ہر انسان میں پائی جاتی ہیں۔

ایک مثل مشہور ہے کہ ظلم ہر ایک نفس میں چھپا ہوا ہے۔ البتہ قوت اسکو ظاہر کر دیتی ہے۔ اور کمزوری پردہ پوش ہو جاتی ہے۔ ظلم و استبداد کے دور میں ظالم بادشاہ کی اطاعت رعیت کیلئے دشوار ہو جاتی ہے۔ اور ایک ایسی عصبیت پیدا ہوتی ہے جو فتنہ و فساد قتل و خون کا محشر بپا کر دیتی ہے۔ اور اس وقت ایسے امور پیدا ہوتے ہیں جنکا نتیجہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بمقتضائے عقل ضروری ہوا کہ ایک ایسا دستور اساسی اور سیاسی قانون بنایا جائے جو ایسے اصول اور ایسے مادہ پر مشتمل ہو

ومواد تسلمها الکافة وتنقاد لها العامة من الناس حتی الملك نفسہ یکون حینئذ منقادا لذلك القانون کما فعله ملوك الفرس۔ وغیرهم من الامم الخالیة۔ واذا خلت الدولة من مثل ذلك لایستتب امرها ولا یتم استیلاءها۔ سنة الله فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا۔

ثم ان هذه القوانین اما ان یتولی وضعها الملك نفسه مستبدا او یفوض امرها الی زعماء القوم ورؤساءهم من اهل البصیرة والخبرة۔ الذین یدرکون۔ عواقب الامور۔ قبل وقوعها لفرط ذکاءهم وسلامة عقولهم۔ واما ان یفرضها مالك الملك ورب العزة۔ عالم الغیب والشهادة الکبیر المتعال

فهاهیك بها ثلاثة اقسام طبعیة۔ وعقلیة۔ وشرعیة

والشرعیة هی التی علیها مدار السعادة والفلاح فی الدنیا والدین لان السیاسة العقلیة لاتتکفل الا بامور الدنیا۔ التی هی عبارة عن اللهو واللعب۔ والتفاخر۔ والتکاثر بالاموال والاولاد۔ وکل ذلك عبث لاحقیقة له۔ اذ غایة کل ذلك الی الموت والفناء۔

جسکو ملک کے تمام باشندے تسلیم کرسکیں اور تمام ہی آدمی حتیٰ کہ خود بادشاہ بھی اس کے لئے گردن اطاعت خم کردیں جیساکہ فارس اور انسانی امتوں کے دیگر بادشاہوں نے زمانہ گزشتہ میں کیا تھا۔ اور جب کوئی حکومت اس جیسے دستور سے خالی ہو تو وہ کمال پذیر نہیں ہوسکتی اور اسکا اقتدار مکمل نہیں ہوسکتا۔ خدا کا یہی طریقہ رہا ہے۔ گذشتہ امتوں کے بارے میں تم خدا کے طریقہ میں کبھی بھی تبدیلی نہ دیکھو گے۔

وضع قانون کی صورتیں بادشاہ دوسروں سے مشورہ کئے بغیر خود ہی اس قانون کو بنائیگا۔ یا زعماء اور سرداران

قوم کے سپرد کردیگا۔ جو اہل بصیرت اور صاحب تجربہ ہوں۔ جو اپنی ذکاوت۔ اور سلامتی عقل کے ذریعہ پہلے ہی سے نتائج امور اور انجام کو معلوم کرلیا کرتے ہوں اور یا یہ کہ اس قانون کو وہ ذات وضع کرے جو مالک الملک ہے۔ رب العزت ہے۔ اور غائب اور حاضر کا دانا ہے۔ بزرگ تر اور بلند تر ہے۔

لہذا وضع قانون کی تین قسمیں ذہن نشیں کرلیجئے۔ طبعی عقلی اور شرعی۔

شرعی قانون کی خصوصیت یہ ہے کہ دین و دنیا کی سعادت اور فلاح کا مدار اسی پر ہے۔ کیونکہ سیاست عقلیہ صرف دنیاوی امور ہی کی متکفل اور ذمہ دار ہوتی ہے۔ جنکی اصلیت ہے لہو و لعب۔ مال اور اولاد پر فخر و ناز اور انکی زیادتی کا شوق۔ ان ہی چیزوں کو امور دنیا سے تعبیر کردیا جاتا ہے۔ مگر یہ تمام چیزیں عبث اور بے فائدہ ہیں۔ جنکی کوئی حقیقت نہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں کی انتہا موت اور فنا ہے۔

الا کل شی ما خلا اللہ باطل　　وکل نعیم لا محالۃ زائل

فعقلاء السیاسۃ لا تطمح انظارھم الا الی المصالح العاجلۃ حیث رضوا بالحیاۃ الدنیا واطمئنوا بھا۔ فھم یعلمون ظاہراً من الحیاۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غافلون۔

ولما کانت الحکمۃ من تخلیق الانسان ھو وصول الی مراتب الکمال المفضی بہ الی السعادۃ الابدیۃ مع امتاعہ بالحیاۃ الدنیویۃ۔ متاعاً الی حین۔ بحیث یمتاز عن افراد جنسہ المشارکین لہ فی المقتضیات الطبعیۃ امتیازاً کلیاً حتی کانہ نوع مستقل بذاتہ لا یندرج تحت جنس من الاجناس کما قیل

فان تفق الانام وانت فیھم　　فان المسک بعض دم الغزال

اقتضت الحکمۃ الازلیۃ ان تقنن لہ قانوناً ینتظم بھا دور حیاتہ الاولی وتکمل بہ سعادتہ فی حیاتہ الاخری۔ علی ان الاشتغال بالعبادۃ وان کان کافیاً للفلاح الاخروی الا ان الانسان لما خلق مدنیا بالطبع فلا بد لہ من اجتماع عظیم تکمل بہ مصالحہ التی لا

(ایک عربی شعر کا ترجمہ ہے) دیکھو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ اور ہر نعمت لامحالہ فنا ہونے والی ہے۔

چنانچہ عقلاء سیاست کی نگاہیں صرف دنیا کی فوری مصلحتوں کی طرف اٹھتی ہیں اور یہی مصالح انکی نگاہوں کا محور رہا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ دنیاوی زندگی کو پسند کئے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی پر مطمئن ہو چکتے ہیں۔ وہ دنیاوی زندگی کی ٹیپ ٹاپ اور ظاہری رونق اور شوکت ہی کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں اور آخرت سے یکسر غافل رہا کرتے ہیں۔

پیدائش کی حکمت اور چونکہ پیدائش انسانی کی حکمت یہ ہے کہ انسان دنیاوی زندگی سے ایک حد اور ایک مدت تک بہرہ اندوزی کرتے ہوئے اوس کمال کے مراتب کو حاصل کرے جو اسکو اس ابدی سعادت پر فائز کردے۔ جسکی بنیاد پر انسان اپنے تمام ہم جنسوں سے (یعنی حیوانات سے) طبعی مقتضیات میں شرکت کے باوجود اسطرح اور ایسے مکمل طور پر ممتاز ہو جاتا ہے۔ کہ گویا عام جانداروں اور حیوانات سے قطعاً علیحدہ یہ ایک مستقل نوع ہے۔ جو کسی جنس کے تحت میں داخل ہو ہی نہیں سکتا (جیسا کہ عربی شعر میں کہا جاتا ہے) اگر آپ زمرہ مخلوقات میں داخل ہوتے ہوئے ساری مخلوق سے بڑھ جائیں تو کوئی تعجب نہیں آخر مشک بھی تو خون ہرن کا ایک جز ہوتا ہے۔

لہٰذا حکمت ازلیہ کا تقاضا ہوا کہ انسان کیلئے ایک ایسا قانون وضع کردے کہ جس سے اسکی "حیات ازلی" (پہلی زندگی) کا دور منظم ہو جائے اور حیات اُخروی (دوسری زندگی یعنی بعد الموت) کی سعادت کامل اور مکمل ہو جائے۔

عمران بشری کا مطلب علاوہ ازیں۔ عبادات میں مشغولیت اگرچہ اُخروی فلاح کیلئے کافی ہو سکتی ہے۔ مگر چونکہ انسان فطری اور طبعی طور پر شہری واقع ہوا ہے یعنی آپسمیں ملکر اور ساتھ ساتھ رہکر زندگی بسر کرنیکا عادی ہے لہٰذا اسکو بڑے اجتماع کی ضرورت ہے۔ جس سے اس کو وہ مصالح کمال پذیر ہوں جن سے

لا محیص لہ عنہا - وھذا معنی العمران البشری - ولا یتم ذلک الا باجتماع افراد من الاناسی -
مختلفی الطباع والاخلاق -
متنوعی الافعال والصناع - من طباخ وخباز ونجار وحداد ولا یخلو ذلک
الاجتماع عن التشاجر والتنازع - فاحتیج الی سائس یسوسہم ویدبر امورہم لیتمکنوا
من الانتفاع بحیاتہم الدنیویہ الا ان ذلک المدبر ان کان ممن لا یطمح نظرہ الی
الاخرۃ فہو لا یقوم الا بمصالحہم العاجلۃ بمقتضی السیاسۃ العقلیۃ - وتلک مصلحۃ لا
خیر فیہا - اذ ع "لاخیر فی لذۃ من بعدہا سقر" - فاقتضت الحکمۃ الازلیۃ والرحمۃ
الالھیۃ - بتاسیس قانون یتکفل بالامرین ویہدی الی سعادۃ الدارین - فاقام لذلک
مدبرا وقنن لہ قانونا یتمسک بہ - واورثہ نورا ینظر بہ - نظرا صحیحا کافلا بمصالح الخلق
الی یوم القیامۃ - فتلک وظیفۃ الانبیاء والمرسلین - وذلک القانون ھو الکتاب المبین
لا ریب فیہ ھدی للمتقین وھذہ ھی السیاسۃ الشرعیۃ التی بظہورھا بطلت السیاسۃ العقلیۃ

اسکو چھٹی نہیں مل سکتی - اور "عمران بشری" کا مطلب یہی ہے - مگر عمران بشری اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جبکہ
بہت سے انسان مجتمع ہوں جنکی طبعیتیں جن کے اخلاق مختلف ہوا کرتے ہیں - انکے افعال اور صنعتیں مختلف ہوا
ہوا کرتی ہیں - کوئی باورچی - کوئی نان پز - کوئی بڑھئی - کوئی لوہار - اور یہ اجتماع - باہمی
کشمکش اور منازعت سے خالی نہیں ہوا کرتا تو ایک ایسے ناظم کی ضرورت ہوئی جو ان سب کا نظام قائم رکھے ان کے
معاملات کو حسن تدبیر سے سلجھاتا رہے تاکہ انکو موقع ملے کہ دنیاوی زندگی سے نفع حاصل کر سکیں -
اجتماع انسانی کو ناظم اور مدبر کی ضرورت اگر ایسے حکما اور عقلا ہیں جنکی نظر آخرت کی طرف منعطف ہوتی ہی نہیں - تو یہ لوگ سیاست
عقلی کے بموجب انسان کے صرف دنیاوی مصالح ہی کا نظم و نسق کر سکتے ہیں - مگر ان مصالح میں کوئی خیر نہیں -
جیسا کہ عرب کی ضرب المثل ہے "لاخیر فی لذۃ من بعدہا سقر" یعنی ایسی لذت میں کوئی خوبی نہیں جسکے بعد دوزخ ہو"
لہذا حکمت ازلیہ اور رحمت الہیہ کا تقاضا ہوا کہ ایسے قانون اور دستور اساسی کو مرتب فرمایا جاے جو دونوں چیزوں کا متکفل
ہو اور دونوں جہانوں کی سعادت پر فائز کر دے - چنانچہ اسکے لئے خداوند عالم نے کچھ "مدبر" پیدا کئے - ان
کے لئے ایک ایسا قانون بنایا جسکو وہ مضبوطی سے سنبھالیں - اور انکو ایسا نور عطا فرمایا جسکی روشنی میں وہ ایسا صحیح
اور صائب غور و خوض کر سکیں جو قیامت تک کے لئے مخلوقات کے مصالح کا متکفل ہو -
پس یہی انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کا فرض منصبی - اور یہ قانون کتاب مبین اور قرآن حکیم ہے
جس میں کوئی شک و شبہ نہیں جو اہل تقوی کیلئے ہدایت ہے، اور اسی کا نام سیاست شرعیہ ہے جسکے ظہور پر سیاست عقلیہ باطل اور غلط ہو گئی

وتلک السیاسۃ بقیت موسومۃ باسم النبوۃ برہۃ من الزمان و بانقضاء تلک المدۃ المبارکۃ و الوقت المسعود خُصّت باسم الخلافۃ۔

و اول من فاز بذلک الشرف ابوبکر الصدیق۔ صاحب رسول اللہ وخلیفتہ علی التحقیق۔

ولازالت تلک الخلافۃ منتقلۃ من سلف الی خلف وقد قام بحقہا حق القیام الخُلفاءُ الراشدون۔ الذین وطدوا الاحکام واظہروا الحلال والحرام۔ وجاہدوا فی اللہ حق جہادہٖ

فالسیاسۃ الشرعیۃ ہی حمل الکافۃ۔ علی مقتضی النظر الشرعی فی مصالحہم الاخرویۃ والدنیویۃ۔ الراجعۃ الیہا۔ اذ احوال الدنیا باسرہا راجعۃ فی نظر الشارع الی اعتبارہا بمصالح الاخرۃ۔ فہی فی......

الحقیقۃ خلافۃ عن الشارع فی حراسۃ الدین وسیاسۃ الدنیا۔

۴ فکل امام اتصف بالصفات التی خصّ اللہ بہا خلفاء رسولہ علیہ الصلوۃ والسلام فجاء فی رحمۃ ابی بکر وشدۃ عمر فی الدین۔

نبوت اور خلافت یہ سیاست ایک زمانہ تک نبوت کے نام سے موسوم ہوتی رہی۔ پھر اس مبارک مدت اور وقت مسعود کے ختم ہونے پر خلافت کے نام سے موسوم ہوئی۔ اور سب سے پہلا شخص (جو سارے عالم میں) شرف خلافت پر فائز ہوا۔ وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور خلیفہ برحق ہیں۔ یہ خلافت سلف سے خلف اور اگلوں سے پچھلوں کی طرف منتقل ہوتی رہی۔ اور خلفاء راشدین اسکا پورا حق ادا کرتے رہے یہی خلفاء راشدین ہیں۔ جنہوں نے احکام کو مضبوط کیا اور حلال حرام کو واضح کیا۔ اور راہ خدا میں اپنی آخری جدوجہد صرف کردی

سیاست شرعیہ الحاصل سیاست شرعیہ کا مطلب یہ ہے کہ عام انسانوں کو تمام ہی اخروی اور دنیوی مصلحتوں کے سلسلہ میں ان چیزوں پر آمادہ اور کاربند کیا جائے۔ جو شریعت غرا کے نظریہ کا تقاضا ہوں۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دنیا کے تمام ہی حالات شارع کی نظر میں اُخروی مصلحتوں کے اعتماد و قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اور اخروی مفاد کے پیش نظر ان میں موافقت یا اصلاح و ترمیم کی جاسکتی ہے (یعنی جس طرح سیاسی یا اقتصادی یا خود غرضانہ شہوت رانی یا رسم و رواج کو ملحوظ اور مدنظر رکھتے ہوئے کسی نہ کسی صورت سے دنیاوی حالت کو چسپاں کیا جاتا ہے۔ اسی طرح شریعت کی نظر میں اخروی مفاد کے پیش نظر انکو منطبق کیا جاسکتا ہے۔) پس سیاست شرعیہ یا خلافت راشدہ درحقیقت تحفظ دین اور سیاست دنیا کے بارہ میں شارع کی نیابت ہے۔ پس جو امام (خلیفہ) کہ ان صفات کے ساتھ متصف ہو جو مخصوص طور پر خداوند عالم نے اپنے رسول رحمۃ للعالمین (صلے اللہ علیہ وسلم) کو عطا فرمائے تھے تو وہ دینی امور کے متعلق رحم میں ابوبکر کا مظہر ہوگا اور شدت میں عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا۔

و ادی فریضة القیام بامر اللہ والشفقة علی خلق اللہ - فھو الخلیفة الراشد کائنا من کان - و لا یختص ذلک عندی بزمان ولا بمکان - ثم ان ھذہ السیاسة الشرعیة بعد تسمیتھا باسم الخلافة بقیت مدة قلیلة ببقاء الخلفاء الراشدین - و بعد انقضاھا اخذت المسئلة فی التنزل ورجعت القھقری شیئاً فشیئاً حتی سمیت ملکا وسلطنة ودولة وحکومة ولا زال ذلک کذلک حتی صار ملکا عضوضا وسلطانا قاھرا و حکما جائرا-

فعاد الی السیاسة الطبعیة المذکورة فی ابتداء المقالة - وھی کما علمت عبارة عن التمکن من تحصیل الاغراض - و قضاء الشھوات - و ذلک مذموم عند خاصة الناس و عامتھم - لاسیما بعد ما اشرقت شمس النبوة فی العالم وشاع الاسلام باخلاقہ الفاضلة - و دونت العلوم فی الصحف وانتھجت الناس منھج الھدی دامتاز الباطل عن الحق - وعلم کل انہ لم یخلق لعبودیة الخلق-

---

اور وہ احکام خداوندی کے نافذ کرنے اور مخلوقات پر شفقت کرنے کا فریضہ ادا کریگا اور لامحالہ خلیفہ راشد ہوگا- خواہ کوئی ہو- میرے خیال میں اس کے لئے نہ کوئی زمانہ مخصوص ہے نہ کوئی جگہ-

خلافت کے بعد شہنشاہیت | یہ سیاست شرعیہ جس کا نام خلافت رکھا گیا تھا- ایک تھوڑے عرصہ تک باقی رہی جب تک کہ خلفاء راشدین باقی رہے- اس کے ختم ہوجانے پر مسئلہ سیاست نے تنزل اختیار کرلیا اور رفتہ رفتہ دور سابق کی طرف رجعت ہونے لگی- حتیٰ کہ ملک- سلطنت- دولت اور حکومت اس کے القاب ہوگئے- اور پھر رفتہ رفتہ یہ تنزل ملک عضوض "کٹکھنے ملک" اور جبرہ دست سلطنت- ظالم اور جابر حکومت پر آکر ختم ہوا- اور اب اس نظام نے اسی طبعی سیاست کا چولا بدل لیا جسکا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے جو ظلم وغضب کا ایک مظہر اور خودغرضیوں کا مجسمہ ہوتا ہے-

طبعی سیاست- جیساکہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے تحصیل اغراض اور شہوتوں کی تکمیل پر قابو پالینے کا نام ہے- اور یہ یقیناً تمام ہی انسانوں کے نزدیک مذموم اور قبیح ہے- خصوصاً اسکے بعد کہ آفتاب نبوت ضیاپاش ہوچکا تھا- اور اپنے بلند ترین تعلیمات کے ساتھ اسلام پھیل چکا تھا اسلامی علوم کتابوں میں مدوّن ہوچکے تھے- اور لوگوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کرلیا تھا- باطل حق سے جدا ہوچکا تھا- اور ہر شخص واقف ہوگیا تھا کہ وہ مخلوقات کی پرستش کے لئے نہیں پیدا کیا گیا-

فانی للملوک ان یتصرفوا فی رعیتھم بالتصرفات الفرعونیہ فی بنی اسرائیل فان دین الاسلام قد اوضح الطریق لعامۃ الخلق فمنھم من تھذب بہ واھتدی بھدایۃ الاخروی۔ ومنھم من تھذب بہ فی امور الدنیا واعرض عن الاخرۃ۔ و علی کل فالفضل للاسلام علی المستفید والمنکر۔ وھذہ معترضۃ۔ (الباقی باق)

اسکے بعد کیسے ممکن تھا کہ بادشاہ اپنی رعیت پر وہی تصرفات کرتے رہیں جو فرعون نے بنی اسرائیل پر کئے تھے کیونکہ دین اسلام نے عام مخلوق کے لیے راستہ واضح کر دیا تھا۔

چنانچہ بہت سے تو وہ تھے جنہوں نے اسلامی تہذیب کو اختیار کر لیا۔ اور اسلام کے اخروی راستہ پر پوری طرح چلنے لگے۔ اور بہت سے وہ ہیں جنہوں نے دنیاوی امور میں اسلامی تہذیب اختیار کی اور آخرت سے منھ موڑے رہے۔

بہرحال اسلام ہی کا انعام اور احسان ہے۔ ان پر بھی جو اس سے راضی ہیں اور ان پر بھی جو منکر ہیں۔ (باقی آئندہ)

رطب العرب

قال الفاضل الاديب البارع الاريب مولانا محمد ناصر الصديقي البلياوی (فاضل دیوبند) وله قصيدة اخرى جرعة الضرب (فی مدح سيد العرب) قد طبعت ونشرت ـ فوقعت عند العلماء الفحول بمنزلة عالية من القبول

هٰذِهٖ قَصِيْدَةٌ مَدْحِيَّةٌ قَدْ أَنْشَدَهَا الْمُذْنِبُ الْقَاصِرُ مُحَمَّد نَاصِرُ بْنُ الشَّيْخِ الْحَسِيْبِ ـ الْمَاجِدِ الْقَمِنِ اللَّبِيْبِ ـ عَبْدِ الْبَاسِطِ الصِّدِّيْقِيِّ الْحَنَفِيِّ فِي التَّوْحِيْدِ وَالتَّحْمِيْدِ ـ وَالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ـ

وَفِي مَدْحِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ الْمُفَخَّمِ الْفَخْمِ الْوَحِيْدِ ـ وَفِي الْمَدْحِ كَلَامِ اللّٰهِ الْعَلَّامِ الْمُبْدِئِ الْمُعِيْدِ ـ فَلِذٰلِكَ سَمَّيْتُهَا الدُّرَّ النَّضِيْدَ فِي مَدْحِ الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَهِيَ قَصِيْدَةٌ لَامِيَّةٌ فَرِيْدَةٌ غَرَّاءُ ـ كَأَنَّهَا خَرِيْدَةٌ بَاسِمَةٌ جَمِيْلَةٌ قَمْرَاءُ أَوْ أُنْشُوْدَةٌ رَائِقَةٌ فَائِقَةٌ غَالِيَةٌ ـ

وَهِيَ مِنَ الْبَحْرِ الْكَامِلِ وَأَرْكَانُهُ سِتَّةُ أَجْزَاءٍ مُتَفَاعِلُنْ مُتَفَاعِلُنْ مُتَفَاعِلُنْ مَرَّتَيْنِ وَهِيَ تِسْعُوْنَ بَيْتًا ؛

(١) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْقَدِيْمِ الْأَوَّلِ ذِي الْمَجْدِ وَالْعَرْشِ الْعَظِيْمِ الْأَفْضَلِ
(٢) أُثْنِي عَلَى مَلِكٍ جَلِيْلٍ مقسط مُتَكَبِّرٍ مُتَوَحِّدٍ مُتَفَضِّلِ
(٣) ذُوْ هَيْبَةٍ ذُوْ قُدْرَةٍ ذُوْ عِزَّةٍ ذُو الْعَظَمَةِ الْقَهَّارُ لَيْسَ بِأَعْجَلِ

ترجمہ قصیدہ نعتیہ

(١) سب تعریفیں اللہ ہی کی ہیں جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے سب سے پہلے ـ بزرگی والا ہے ـ مالک عرش عظیم کا سب سے افضل اور برتر ہے ـ

(٢) میں تعریف کرتا ہوں ایسے بادشاہ کی کہ جو عظیم مرتبہ والا منصف بڑائی والا اور یکتا (سب پر) فضیلت کا دعوی کرنے والا ہے ـ

(٣) وہ بڑی ہیبت والا ہے ـ بڑی قدرت والا ہے ـ غالب صاحب عظمت ہے ـ جو کہ سب

(۴) وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ وَاِنَّہٗ مُتَکَفِّلٌ لِلْعَالَمِیْنَ وَمَوْئِلِیْ
(۵) اَلْوَاحِدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَا زَوْجًا وَّلَمْ یَتَمَثَّلِ
(۶) اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ رَازِقٌ لَایَرْتَضِیْ فِی الْاَرْضِ مَنْ لَمْ یَسْئَلِ
(۷) اَللّٰہُ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ وَاِنَّنَا اَوَّابُ اِلَی الْمَلِکِ الْغَفُوْرِ الْمُجْزِلِ
(۸) قَدْ نَزَّلَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا عَلٰی عَبْدٍ مُنِیْبٍ خَاشِعٍ مُتَبَتِّلِ
(۹) خَیْرِ الْخَلَائِقِ عَبْدِہٖ وَرَسُوْلِہٖ وَخَلِیْلِہٖ الْاَوَّابِ مَاْوَی الْعَیِّلِ
(۱۰) ھُوَ خَاتَمُ الرُّسُلِ الْکِرَامِ وَرَحْمَۃٌ لِلْعَالَمِیْنَ وَمَلْجَاءٌ لِلْاَرْمَلِ
(۱۱) ذُوالْجُوْدِ فَیَّاضُ الْیَدَیْنِ سَمَیْدَعٌ سَمْحٌ ھَشِیْشٌ کَالْغُیُوْمِ الْھُطَّلِ
(۱۲) یُعْطِیْ وَیَرْفِدُ عَالَۃً وَاَرَامِلًا وَیُعِیْنُ اَیْتَامًا وَّمَنْ لَمْ یَسْئَلِ

(۴) اور اللہ بڑے فضل والا ہے اور یقیناً وہ تمام جہان والوں کے رزق کا ذمہ دار اور میرا ٹھکانا ہے۔
(۵) وہ (ذات وصفات میں) یکتا ہے۔ ایسا بے نیاز ہے کہ جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ بیوی اور نہ اسکی نظیر ہے۔
(۶) اللہ ہی ہر چیز کا خالق اور روزی دینے والا ہے۔ جو شخص زمین پر رہکر اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرتا ہو اس سے وہ خوش نہیں ہوتا۔
(۷) اللہ تعالیٰ ہی تمام غیبوں کے جاننے والے ہیں۔ اور بیشک ہم ایسے بادشاہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ جو بڑی مغفرت والا کثیر العطا ہے۔
(۸) اللہ جل شانہٗ قرآن مجید کو ایسے بندے پر تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے جو اللہ ہی کی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔ متواضع اور سب سے قطع کر کے اسکی طرف متوجہ ہونیوالے ہیں (یعنی رسول مقبولؐ)
(۹) وہ بہترین خلائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ اُسکے سچے دوست بہت عبادت گزار ہیں۔ محتاجوں اور مسکینوں کے لئے جائے پناہ ہیں۔
(۱۰) آپ جمیع پیغمبران کرام کے خاتم ہیں اور آپ ہی تمام عالم کے لئے رحمت ہیں اور آپ ہی حاجتمندوں اور فقیروں کے لئے جائے پناہ اور ٹھکانہ ہیں۔
(۱۱) آپ جود وکرم والے نہایت فیض پہنچانے والے خوبرو بارعب خلیق سردار ہیں۔ سخی ایسے
(۱۲) آپ ہمیشہ محتاجوں اور بیوہ عورتوں کی اعانت اور حاجت روائی کرتے رہے اور آپ یتیموں کی اور غیر سائلین کی بھی مدد کرتے تھے۔

(۱۳) وَ مُفَخَّمٌ مُعَظَّمٌ جَمِیْلٌ بَاسِمٌ	كَالْبَدْرِ یَبْرُقُ وَجْهُهٗ فِی الْمَحْفِلِ
(۱۴) نُوْرٌ قَدِیْمٌ قَدْ اَضَاءَ بِنُوْرِهٖ	كُلَّ الْوَرٰی وَ جَمَالِهِ الْمُتَهَلِّلِ
(۱۵) قَدْ كَانَ نُوْرًا فِی الزَّمَانِ الْاَوَّلِ	اِذْ لَمْ یَكُنْ شَیْءٌ سِوَی الْمُتَبَجِّلِ
(۱۶) لَوْلَاهُ لَمْ یَكُنِ الْاَنَامُ وَ لَمْ تَكُنْ	شَمْسٌ وَّلَا قَمَرٌ وَ لَمْ یَتَهَلَّلِ
(۱۷) سُبْحَانَ مَنْ ذَرَأَ الْحَبِیْبَ وَزَانَهٗ	بِشَمَائِلٍ مَحْمُوْدَةٍ لَمْ تُبْدَلِ
(۱۸) وَ اِذَا مَشٰی فِی الْاَرْضِ یَاْرَجُ جِسْمُهٗ	اَرَجَ الْخُزَامٰی بِالْفَلَا وَ الصَّنْدَلِ
(۱۹) یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِكَ اَحْمَدٍ	وَ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْاَنَامِ الْمُرْسَلِ
(۲۰) اَصْحَابُ اَحْمَدَ كَالنُّجُوْمِ وَ اِنَّهُمْ	سُرُجُ الْهُدٰی وَبُدُوْرُ سَقْفٍ مُعْتَلِ

(۱۳) آپ تمام لوگوں میں معزز و معظم بلند مرتبہ خوبصورت اور ہنس مکھ ہیں۔ آپکا چہرۂ انور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکا کرتا تھا۔

(۱۴) آپ اللہ جل شانہ کے نور قدیم ہیں کہ یقیناً آپنے اپنے نور مبارک اور روشن جمال ذاتی سے سارے جہان کو جگمگا دیا۔

(۱۵) بیشک زمانہ اول میں آپ سراپا نور تھے۔ جس وقت بلند مرتبہ والے بادشاہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے) سوا کوئی چیز نہ تھی (اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ)

(۱۶) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہوتے تو تمام جہان ہی نہ ہوتا۔ نہ آفتاب روشن ہوتا نہ ماہتاب

(۱۷) پاک ہے وہ ذات اقدس جس نے اپنے محبوب سردار دو عالم کو پیدا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے خصائل حمیدہ کے ساتھ زینت دی کہ جو کبھی تبدیل نہ کی گئیں۔

(۱۸) جب آپ زمین پر چلتے تو بدن مبارک (اور لباس مطہر) سے ایسی خوشبو آتی۔ گویا میدان میں خزامی اور صندل مہک رہے ہیں۔

(۱۹) اے میرے پروردگار آپ ہمیشہ ہمیشہ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ نازل فرماتے رہیے۔ جو (تیرے برگزیدہ رسول) اور بہترین خلائق ہیں۔

(۲۰) سرور کائنات حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم آسمان کے ستاروں کی طرح روشن ہیں۔ اور بے شک یہ لوگ ہدایت کے چراغ اور بلند آسمان کے ماہتاب ہیں۔

(۲۱)	مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ عَتِيْقٌ مَاجِدٌ	مِنْ بَعْدِهٖ عُمَرُ نَصِيْرُ الْمُرْمِلِ
(۲۲)	عُثْمَانُ ذُو النُّوْرَيْنِ خُلِّفَ بَعْدَهٗ	وَعَلِيُّنِ الْكَرَّارُ وَسْطَ الْجَحْفَلِ
(۲۳)	فَالْاَرْبَعُ الْاَخْيَارُ اَكْرَمُ مَحْتِدٍ	وَهُمْ بُدُوْرٌ فِي الظَّلَامِ الْمُسْدَلِ
(۲۴)	وَالسَّيِّدَانِ النَّيِّرَانِ كِلَاهُمَا	فِيْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ ذَاتِ الْمَنْهَلِ
(۲۵)	اِنِّيْ اُحِبُّهُمْ بِحُبِّ مُحَمَّدٍ	بَدْرِ الدُّجٰى قَرْمِ الْوَرٰى الْمُتَبَجِّلِ
(۲۶)	طُوْبٰى بِهَا شَجَرٌ عَظِيْمٌ ظِلُّهٗ	بَاقٍ يَدُوْمُ لِمَنْ لَمْ يَغْفُلِ
(۲۷)	لَا يَقْطَعُ الْفَنَنَ الْكَبِيْرَ مُجَوِّدٌ	مِائَةً كَمِثْلِ الرَّاكِبِ الْمُتَجَفِّلِ
(۲۸)	وَالْاَنْبِيَاءُ يُجَالِسُوْنَ بِظِلِّهٖ	مُسْتَبْشِرِيْنَ مَعَ النَّبِيِّ الْاَبْجَلِ

(۲۱) ان میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت شریف اور بزرگ ہیں۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (خلیفہ ثانی) ہر ایک محتاج کے بہت مددگار تھے۔

(۲۲) ازاں بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جانشیں ہوئے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ دشمن کے لشکر میں گھسکر جانبازی فرماتے۔

(۲۳) پس یہ چاروں خلفائے راشدین زیادہ بزرگ اور خاندانی شریف النسب ہیں۔ اور رات کی چھائی ہوئی تاریکی میں چمکتے ہوئے مہتاب کی طرح ہیں۔

(۲۴) اور اہل جنت کے دونوں سردار روشن چہرے والے (یعنی حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما) باغ فردوس میں آرام فرمارہے ہیں کہ جس میں ٹھنڈے شیریں پانی کا چشمہ ہے۔

(۲۵) بیشک میں سردار دو عالم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتا ہوں کہ آپ تاریکیوں میں چمکنے والے ماہتاب ہیں۔ تمام مخلوقات کے بلند مرتبہ والے سردار ہیں۔

(۲۶) جنت الفردوس میں درخت طوبیٰ بہت ہی بڑا درخت ہے کہ جس کا سایہ ایسے کامل مسلمان کے لئے ہمیشہ باقی رہے گا۔ کہ جو (دنیا میں ذکر الٰہی سے کبھی) غافل نہ ہوا۔

(۲۷) درخت طوبیٰ کے لمبے سائے کو سو برس تک بہت تیز چلنے والا شہسوار بھی قطع نہیں کرسکتا۔

(۲۸) حضرت پیغمبران علیہم السلام درخت طوبیٰ کے سائے میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شاداں و فرحاں بیٹھا کریں گے۔

(۲۹) يَا أَيُّهَا الْعُلَمَاءُ اتَّقُوا تَهْتَدُوا ثُمَّ اعْمَلُوا بِالْعِلْمِ وَالْمُنَزَّلِ
(۳۰) فَإِذَا فَعَلْتُمْ ذَا لَكُمْ أَفْلَحْتُمْ وَيَخِيبُ مَنْ يَعْمٰى وَمَنْ لَمْ يَعْمَلِ
(۳۱) بُشْرٰى لِمَنْ حَفِظَ الْكِتَابَ وَقَدْ وَعٰى نُورًا مِنَ الْمَلِكِ الْجَلِيلِ الْمُنْزِلِ
(۳۲) هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ أَعْظَمُ رُتْبَةً وَهُدًى وَبُشْرٰى لِلتَّقِيِّ الْمُقْبِلِ
(۳۳) وَكِتَابُهُ نُورٌ مُبِينٌ سَاطِعٌ مُتَوَهِّجٌ فِي كُلِّ لَيْلٍ أَلْيَلِ
(۳۴) كَالْبَرْقِ يَلْمَعُ فِي الْغَمَامِ وَدَجْنِهِ وَالْمُكْفَهِرِّ الْمُرْزِمِ الْمُتَهَطِّلِ
(۳۵) إِعْجَازُهُ حَقٌّ بَدِيعٌ مُعْجِزٌ ذِكْرٰى وَمَوْعِظَةٌ لِمَنْ لَمْ يَجْهَلِ
(۳۶) وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَإِنَّهُ نَجْمُ الْهُدٰى لِلْمُهْتَدِي الْمُتَقَبَّلِ
(۳۷) آيَاتُهُ مَحْمُودَةٌ مَحْفُوظَةٌ مَرْفُوعَةٌ مَجْمُوعَةٌ فِي الْكَلْكَلِ

(۲۹) اے علم والو گناہوں سے اپنے کو پاک وصاف رکھو تو تم سیدھی راہ پاؤگے- پھر علم دین اور آسمان سے اُترنے والی کتاب (یعنی قرآن پاک پر بھی) عمل کرتے رہو-

(۳۰) پس جب تم اس کام کو انجام دیدوگے تو تمہیں کامیابی ضرور حاصل ہوگی- اور راہ حق سے جو شخص اندھا رہیگا- اور وہ شخص بھی جو علم پڑھکر عمل نہ کریگا نقصان میں پڑیگا-

(۳۱) خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے قرآن پاک کو حفظ کیا- اور جس نے صاحب جلالت بادشاہ کے اُس نور کو اپنے سینے میں محفوظ رکھا- جو آسمان سے نازل فرمانے والا ہے-

(۳۲) یہ (قرآن پاک) اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب ہے جو باعتبار مرتبہ کے عظمت والی ہے- اور ہر ایک متقی دل سے متوجہ ہونے والے کو خوشخبری دینے والی ہدایت کرنیوالی ہے-

(۳۳) اور اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن عزیز) ظاہر اور بلند ہونیوالا نور ہے- جو ہر ایک تاریک رات میں ایسی بجلی کیطرح چمکتا ہے

(۳۴) جو بادل کی گہری سیاہی میں چمک رہی ہو- اور ایسے تہ بتہ نہایت سیاہ ابر میں چمک رہی ہو- جو بڑے زور سے گرجنے والا متواتر بڑی بوند کے ساتھ دیر تک برسنے والا ہے-

(۳۵) قرآن مجید کا اعجاز حق ہے- نادر معانی والا ہے- سبکو عاجز کرنیوالا ہے خصوصاً اہل علم کیلئے نصیحت اور موعظہ حسنہ ہے

(۳۶) اور اللہ ہی ہدایت فرماتا ہے جسکو وہ چاہتا ہے- اور یقیناً یہ قرآن حکیم ستارہ ہدایت ہے ہدایت پانے والے مقبول بارگاہ خداوندی کے لئے-

(۳۷) اُس کی آیات کریمہ قابل تعریف ہیں (شیطانوں کے چھونے اور دشمنوں کی تحریف اور ضائع کرنے سے) وہ آیات مقدسہ محفوظ ہیں- آسمان میں بلند کی گئی ہیں- حافظوں کے سینوں میں جمع کی گئی ہیں-

(۳۸) كَلِمَاتُهُ لَمَعَتْ كَنَجْمٍ ثَاقِبٍ — أَوْ دُرَّةٍ نُثِرَتْ لِعَيْنِ الْمُجْتَلِي

(۳۹) وَحُرُوفُهَا تَزْهُو عَلَى صَفَحَاتِهِ — بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

(۴۰) كَمْ مِنْ خَبِيثٍ كَافِرٍ مُتَمَرِّدٍ — مُسْتَكْبِرٍ شَرِّ الْبَرِيَّةِ مُبْطِلٍ

(۴۱) لَمَّا يُصَدِّقْ بِالْكِتَابِ وَبِالَّذِي — خَلَقَ الْخَلَائِقَ فَوْقَ ظَهْرٍ لِهَوْجَلٍ

(۴۲) غَوَتِ النَّصَارَى وَالْيَهُودُ كَمَا غَوَتْ — أَعْدَاءُ إِسْلَامٍ يُضِيءُ وَيَنْجَلِي

(۴۳) أَلْكَافِرُونَ الظَّالِمُونَ أَرَاهُمْ — حَطَبًا لِنَارٍ سُعِّرَتْ فِي الْأَسْفَلِ

(۴۴) وَالدِّينُ عِنْدَ اللهِ إِسْلَامٌ بَدَا — كَالشَّمْسِ وَالْبَدْرِ الْمُنِيرِ الْأَكْمَلِ

(۴۵) صَلَوَاتُ خَمْسٍ وَالصِّيَامُ فَرِيضَةٌ — ثُمَّ الزَّكَوٰةُ لِذِي الْغِنَى الْمُتَمَوِّلِ

(۴۶) وَالْحَجُّ مَفْرُوضٌ عَلَيْهِ فَمَنْ يَرُمْ — بَيْتَ الْعَتِيقِ مُلَبِّيًا يَسْتَكْمِلِ

(۳۸) اس مقدس کتاب کے الفاظ روشن تاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ یا وہ کلمات مقدسہ اُن صاف موتیوں کی طرح روشن و تاباں ہیں جو دیکھنے والے کی نظر کے سامنے بکھیر دیئے گئے ہیں۔

(۳۹) اور اُن کے حروف قرآن حمید کے صفحات پر منور معلوم ہو رہے ہیں۔ وہ اس طرح چمک رہے ہیں جیسے آسمان کے کنارے میں چمکنے والے ابر کے اندر بجلی چمکا کرتی ہے۔

(۴۰) بہت سے ناپاک کافر سرکش مغرور تمام مخلوقات سے بدتر باطل پرست۔

(۴۱) ابتک انہوں نے قرآن مجید کی تصدیق نہیں کی۔ اور نہ اس ذات مقدس کو ایک جانا جس نے تمام مخلوقات کو وسیع اور ہموار زمین پر پیدا کر دیا ہے۔

(۴۲) نصاریٰ اور یہود (راہ حق سے) گمراہی میں پڑ چکے ہیں۔ جیسے دشمنان اسلام (یعنی کل باطل مذہب والے) گمراہ ہیں۔ جو اسلام (روشن آفتاب کی طرح) تاباں و درخشاں ہے۔

(۴۳) میں تمام کافروں اور ظالموں کو دوزخ کا ایندھن سمجھ رہا ہوں جو آگ (بروز قیامت) دوزخ کے نیچے طبقے میں بھڑکائی جائے گی۔

(۴۴) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا مذہب اسلام ہی ہے (جو سارے عالم میں) چمکنے والے آفتاب اور ماہ کامل کی طرح روشن ہے۔

(۴۵) پانچ وقت کی نمازیں اور ماہ رمضان المبارک کے روزے (ہر مسلمان مرد و عورت پر) فرض ہو چکے ہیں۔ پھر زکوٰۃ ایسے آدمی پر فرض کی گئی ہے جو (مالک نصاب ہو) صاحب ثروت اور مالدار ہو

(۴۶) اور بیت اللہ کا حج بھی مالدار شخص پر فرض کیا گیا ہے۔ پس جو شخص لبیک لبیک پکارتے ہوئے اس قدیمی گھر

(۴۷) ثُمَّ الجِهادُ يَدُومُ وَهُوَ مُحَبَّبٌ	خَيْرٌ لِغَازٍ بَاسِلٍ لَمْ يَفْشَلِ
(۴۸) وَالموتُ اجدرُ بالمجاهدِ في الوغى	فَلِذَا يُقَاتِلُ تَحْتَ ظِلِّ القَسْطَلِ
(۴۹) لَا يَأْمَنُ الإِسْلَامُ إِلَّا بِالقَنَا	وَالصَّارِمِ المَسْلُولِ لَمْ يَتَسَرْبَلِ
(۵۰) مَنْ يَحْفَظِ القُرْآنَ يَعْمَلْ صَالِحًا	يُدْخِلْهُ جَنَّاتِ النَّعِيمِ وَيَقْبَلِ
(۵۱) أَشْجَارُهَا مُخْضَرَّةٌ وَقُطُوفُهَا	قَدْ ذُلِّلَتْ لِلْآكِلِ المُتَنَاوِلِ
(۵۲) وَتَفَجَّرُ الأَنْهَارُ تَحْتَ قُصُورِهِمْ	نَضَّاخَةً مَنْ يُسْقَ مِنْهَا يَنْهَلِ
(۵۳) وَقُصُورُهَا مِنْ فِضَّةٍ أَوْ عَسْجَدٍ	وَخُدُورُهَا كَالسَّابِرِيِّ الأَجْمَلِ
(۵۴) وَالعُشْبُ فِيهَا الزَّعْفَرَانُ وَرَنْدُهَا	وَعَرَارُهَا يَضْحَكْنَ حَوْلَ المَنْزِلِ

(۴۷) پھر جہاد (یعنی دشمنان اسلام سے مقاتلہ کرنا) ہمیشہ باقی رہیگا - اور جہاد (جو فرائض اسلام سے ہے) ایسے غازی جوانمرد کے نزدیک بہتر و محبوب ہے جو میدان جنگ سے کبھی پیچھے نہ ہٹتا ہو۔

(۴۸) اسلامی جنگ کے شور و غل میں مجاہد اپنی موت کو زیادہ محبوب سمجھتا ہے - بس اسی لئے وہ میدان جنگ کے غبار کے سائے میں رہکر دشمنوں کی گردنوں کو کاٹتا رہتا ہے۔

(۴۹) مذہب اسلام امن میں نہیں رہ سکتا ہے جبتک کھنچی ہوئی ننگی تلوار اور اسلامی نیزے دشمنوں کے سروں پر نہ پڑیں۔

(۵۰) جو شخص قرآن مجید کو اچھے اعمال کرتے ہوئے حفظ یاد کریگا اللہ تعالیٰ اس کو نعمتوں کے باغوں میں داخل فرمائیں گے اور اس کے اعمال صالحہ کو بھی قبول فرمائیں گے۔

(۵۱) ان گھنے باغات کے تمام درخت سرسبز و شاداب ہیں - اور ان کے پھل (جیسے سیب، انار و انگور وغیرہ) کھانیوالے اور ہاتھوں سے لینے والے کے قریب کر دئے گئے ہیں۔

(۵۲) جنت والوں کے عالیشان محلوں کے نیچے لبریز جوش مارتی ہوئی نہریں بہہ رہی ہیں - ان نہروں کا ٹھنڈا پانی جس کو پلایا جائیگا وہ سیراب ہو جائیگا۔

(۵۳) اور جنت عالیہ کے سارے محل چاندی اور سونے سے منقش بنے ہوئے ہیں - اور ان کے پردے نہایت خوبصورت ریشمی پھولدار کپڑوں کی طرح ہیں۔

(۵۴) اُن باغوں کی گھاس زعفران اور رند اور عرار (یہ سب خوشبودار درخت ہیں) کہ یہ پھولوں کے درخت ہر ایک جنتی کے گھر کے آس پاس لہلہا رہے ہیں۔

(۵۵) أكوابها موضوعة ونمارق　　مصفوفة للائب المتوكل
(۵۶) فيها الزرابي الحسان وإنها　　مبثوثة في روضة لم تبطل
(۵۷) وأسرة مرفوعة موضونة　　بزبرجد أو جوهر متهلل
(۵۸) وخمائل وعقائل وعطابل　　ملذذات تغنج وتجمل
(۵۹) وخرائد ولواهد وأوانس　　وعرائس حور ذوات تدلل
(۶۰) وبواكر ونواظر فواصر　　كاللؤلؤ المكنون لم يستعمل
(۶۱) حور كواعب كالعذارى إنهن　　عين كدر أو كبيض الهيقل

---

(۵۵) جنت عالیہ کے چاندی والے آبخورے (نہروں اور چشموں کے کناروں پر) رکھے ہیں اور بہت سے گدّے برابر برابر (خوبصورت فرشوں پر لگے ہوئے ہیں کہ یہ سب نعمتیں ہر ایک فرمانبردار اللہ ہی پر بھروسہ رکھنے والے کے لئے ہیں۔

(۵۶) جنت کے باغوں میں بڑے بڑے ریشمی خوبصورت قالین اور بچھونے موجود ہیں۔ اور یقیناً یہ سب فرش و قالین ایسے باغ میں بچھے ہوئے ہیں جو کبھی فنا نہ ہوگا۔

(۵۷) اور اس میں اونچے اونچے تخت ہیں (جو سونے اور جواہر کے تاروں سے) بنے ہوئے ہیں نہایت قیمتی موتی اور چمکتے ہوئے جوہر کے ساتھ مرصع و مزین ہیں۔

(۵۸) اور جنت عالیہ میں بہت سے گھنے باغات ہیں۔ اور نہایت شریف پردہ نشین عورتیں ہیں اور نہایت خوبصورت نوجوان بیبیاں ہیں جو بہت ہی نازکبدن زیادہ حسن و جمال اور ناز و انداز والیاں ہیں۔

(۵۹) اور اُن باغات میں (ان کے خیموں میں) نوجوان حیادار کم سخن کنواری لڑکیاں ہیں۔ وہ کامل جوانی والیاں ہیں وہ (اپنے شوہروں سے) عشق و محبت رکھنے والی ہیں۔ اور وہ (اہل جنت کی) نوجوان دلہنیں ہیں۔ جو عیش و عشرت والی نازنین ماہرو ہیں۔

(۶۰) وہ دائمی بکارت والی (اپنے شوہروں پر) نظر رکھنے والی ہیں (اور غیر شوہروں سے) اپنی آنکھیں بند کرنیوالی ہیں وہ (دریائی چمکدار) موتیوں کی طرح ہیں جو سیپ کے اندر چھپے ہوئے ہیں مستعمل نہیں ہیں۔

(۶۱) وہ گورے رنگ والی نوجوان لڑکیاں ہیں جیسے (دنیا کی نوجوان) کنواری لڑکیاں وہ بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں (خوبصورتی اور چمک میں دریائی موتیوں کی طرح ہیں یا در رنگ و ملاحت میں) شتر مرغ کے انڈے کی (بقیہ)

رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلابی شاہکار

از:- فاضل محترم مولانا بدرالحق خان کوٹی ندوی

ارشاد ربانی ہے:- ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ (ترجمہ) اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ بلا، اور ان سے مناظرہ خوش اسلوبی سے کر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اصلاحی اور انقلابی تحریکات کا بنیادی شاہکار بھی ارشاد الٰہی تھا۔ حکیمانہ استدلال ہو یا وعظ ونصیحت۔ مباحثہ مناظرہ ہو یا درس و مذاکرہ ضروری ہے کہ آدمی نرمی اور خندہ پیشانی سے باتیں کرے، ہمارے نبی سب سے بڑے حکیم سب سے بڑے ناصح اور داعی الی الخیر تھے، انہوں نے کبھی اسیروں اور دشمنوں پر بھی ذرہ برابر زبردستی نہیں کی۔ آپ نے ہمیشہ نرمی اور عنایت سے دعوت اسلام فرمائی،

اگر کوئی شخص چاہے کہ جبراً کوئی بات منوالے تو مشکل ہی نہیں بلکہ نامناسب بھی ہے، لیکن اگر اسی بات کو نرمی سے کہے اور سہولت کے ساتھ لوگوں کے ذہن نشین کرادے تو ہر ایک مان لیگا۔ یہ قاعدہ ہے کہ ٹیڑھے بید کو پانی سے نرم کرکے سیدھا کیا جاتا ہے، لیکن یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کسی نے یوں ہی قوت کے ذریعہ سیدھا کرلیا ہو۔ چنانچہ اسی بات کے پیش نظر " الدین یسر " کا اعلان سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے کیا۔ اسلام میں مذہب کا اولین جزو ایمان ہے۔ ایمان یقین کا نام ہے دنیا کی کوئی طاقت بھی کسی کے دل میں سچا یقین زبردستی پیدا نہیں کرسکتی۔

رسول اللہ لڑائی میں ہمیشہ پناہ مانگنے والے کو پناہ دیا کرتے تھے۔ جنگ سے پیشتر مقابل کے پاس یہ اطلاعنامہ ارسال فرمایا جاتا:-

(۱) مذہب اسلام (جو سچا اور امن بخش دستور ہے) قبول کرلو ہمارے بھائی بنجاؤ گے، تمہارے حقوق بھی ہم جیسے ہوجائینگے، ہم پر تمہاری حفاظت اتنی ہی فرض ہوگی جیسے اور مسلمانوں کی۔

(۲) اگر تم اسلام قبول نہیں کر سکتے تو آسمانی حکومت یعنی اسلامی امارت کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کر لو جزیہ دو اور ذمی بنجاؤ۔ اگر ان میں سے کوئی بات وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا تو بدرجہ مجبوری اسکے لئے کوئی دوسری راہ نکالی جاتی، چنانچہ اسی کا حکم قرآن شریف میں بھی آیا ہے:-

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتیٰ یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون (توبہ - ۱)

اور اگر (لڑائی میں) کوئی مشرک مجھ سے پناہ کا طالب ہو تو اوسکو پناہ دے، یہاں تک کہ وہ خدا کا کلام سن لے۔ پھر اوسکو وہاں پہونچادے جہاں وہ بےخوف ہو کہ یہ بے علم لوگ ہیں۔

ناظرین! اگر آپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا غور سے مطالعہ کیا ہو گا تو آپ کو معلوم ہو گا کہ آنحضرتؐ کس قدر امن کو پسند کرتے تھے، آنحضرتؐ کا دستور تھا کہ جب کسی فوج کو متعین فرماتے تو اوس کے سردار کو یہ ہدایت فرما دیتے کہ:-

"جب تم سے مشرکوں میں سے کسی دشمن قوم کا مقابلہ ہو تو اوسکو تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے قبول کرنے کی دعوت دو، ان میں سے جو بات بھی وہ مان لے تو اوس پر حملہ نہ کرو، اسکے بعد اس سے خواہش کرو کہ اگر وہ مسلمانوں کے ملک میں آجائے تو اوس کا وہی حق ہو گا جو مسلمانوں کا ہی اگر وہ اسلام قبول نہ کرے، تو اوسکو جزیہ دیکر ذمی بننے کو کہو، اگر وہ اسکو مان لے تو خیر ورنہ خدا کی مدد پر بھروسہ کر کے لڑائی شروع کر دو" (صحیح مسلم کتاب الجہاد)

ایک صحابی نے پوچھا اگر لڑائی میں میرا حریف اپنی تلوار سے میرا ہاتھ اڑا دے اور جب میری باری آئے تو درخت کی آڑ میں ہو کر کہے "میں مسلمان ہوتا ہوں" تو اے رسول اللہ میں کیا کروں؟ اوسکو قتل کروں؟ فرمایا نہیں، اس کا قتل جائز نہیں، عرض کی یا رسول اللہ اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ ڈالا، فرمایا پھر بھی اسکا قتل جائز نہیں۔ اسلئے کہ اگر تم نے اب اسکو قتل کیا تو وہ ایسا ہو جائیگا جیسے تم اوسکے قتل کے قبل تھے اور تم ایسے ہو جاؤ گے جیسے وہ اس اقرار توحید سے قبل تھا"

(صحیح مسلم کتاب الایمان)

آپ نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا سلوک دشمنوں کے ساتھ کیا تھا؟ سخت ترین دشمن، سخت ترین ایذا پہونچانے کے بعد بھی رسول اللہ کے گہوارۂ رحمت وعفو میں جگہ پاتا ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کی سرکردگی میں فوج بھیجی انہوں نے ایک قوم کو دعوت

اسلام دی۔ اس لئے کہا صبانا، صبانا چونکہ کفار مسلمانوں کو صابی کہتے تھے، اسلئے انہوں نے اسی لفظ سے اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا، لیکن حضرت خالدؓ بن ولید اس پر مطمئن نہیں ہوئے اور انہوں نے حکم دیا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدیوں کو قتل کر ڈالے، تمام صحابہ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا، اور جب آنحضرت سے آکر واقعہ بیان کیا تو آپ نے بھی تمام صحابہ کی تائید کی۔ اگر دشمن کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو ہمیں انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقعہ نہیں ملسکتا، لیکن صحابہ کرام اسوقت بھی درگذر کرتے تھے۔ کیونکہ اونکے دل میں خدا اور رسول کی محبت نے بغض وانتقام کی جگہ ہی نہیں چھوڑی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تربیت ہی نے صحابہ کرام کو نرم دل، کریم، اور بردبار بنادیا تھا چنانچہ ایک بار ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہا وہ خاموش رہے، اس نے پھر برے کلمات استعمال کئے، وہ اب بھی چپ رہے، تیسری بار پھر اعادہ کیا، تب کہیں جاکر انہوں نے اس کا جواب دیا۔ (مگر دربار مصطفیٰ میں اب بھی جوابدہی پسندیدہ نہ قرار دیگئی۔)

(ابوداؤد کتاب الادب)

حضرت صلعم اور صحابہ کرام کی زندگی اس آیۃ کی حقیقی تفسیر ہے

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس (آل عمران) غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔

حضرات! آنحضرت کو اتنی تکلیفیں دی گئیں کہ آپ سے قبل کوئی نبی اونکی نظیر نہیں پیش کرسکا، رات کی تاریکی میں آپ کے راستہ میں کانٹے تک بچھائے گئے۔ دروازہ پر غلاظت ڈالدی جاتی تھی۔ (تاریخ طبری)

ان مظالم پر آپ کبھی صرف اسقدر فرمادیتے کہ "فرزندان عبد مناف حق ہمسائیگی خوب ادا کر رہے ہو" ایک مرتبہ نبی صلعم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں قریش بھی وہاں جابیٹھے۔ ابوجہل بولا اس شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے اوجھری پڑی ہوئی ہے کوئی جاکے اوٹھالائے اور اس (نبی صلعم) کے اوپر ڈالدے۔ بدبخت عقبہ اوٹھا اور نجاست بھری اوجھری اوٹھالایا اور جب نبی صلعم سجدہ میں گئے تو پشت مبارک پر رکھدی، آنحضرت اسقدر خشوع اور خضوع میں تھے کہ کچھ خبر بھی نہ ہوئی اور کفار ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ان کفار کو گذشتہ نبیوں کے واقعات کی خبر ہی نہ تھی۔ اگر نوح علیہ السلام کا قصہ سنا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ ان کا بھی اسی طرح مذاق اوڑایا گیا لیکن پھر بعد کو خود ان ہنسنے والوں پر اتنا بڑا عذاب آیا کہ تمام مخلوق میں سے صرف چند انسان

اور کچھ حیوان باقی رہ گئے تھے اور بقیہ سب فنا ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہی خبر حسب ذیل آیۃ میں دیگئی۔

دکلما مر علیہ ملأ من قومہ سخروا منہ ط قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون

جنگ احد میں بعض صحابہ نے آنحضرت سے (جبکہ حضور کو بھی کئی زخم آئے تھے اور بہت سے مقتدر صحابی بھی شہید ہوئے تھے۔) عرض کیا کاش آپ ان منکرین پر بددعا فرمادیں نبی صلعم نے فرمایا۔

انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا ورحمۃ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

(ترجمہ) میں لعنت کے لئے نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو خدا کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما۔ کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے

(صحیح مسلم عن ابی ہریرہ رضی)

۲۱ سال گزر گئے، اذیتوں کی صورتیں بیشک بدلتی رہیں مگر اذیت روزافزوں تھی۔ حتیٰ کہ وہ دن آیا، جو صداقت کا ازلی اور فطری ثمرہ تھا اور ہٹ دھرم ظالموں کا آخری انجام جسکو دنیا نے "فتح مکہ" سے تعبیر کیا، اگرچہ کلام الٰہی نے اوس سے دو سال پیشتر کی صلح کو فتح مبین فرمایا تھا صورت یہ ہوئی کہ ۶ھ میں کفار مکہ نے ایک معاہدہ کیا تھا جسکو معاہدہ حدیبیہ کہا جاتا ہے اس کی مدت دس سال تھی۔ اس معاہدہ میں قوم بنی خزاعہ نبی صلعم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف ملے ہوئے تھے، مگر ابھی اس معاہدہ کو دو برس بھی نہ گزرے تھے کہ بنو بکر بنی خزاعہ پر حملہ آور ہوئے، قریش نے بھی بنو بکر کی ہر طور سے امداد کی۔ ان بیچاروں (بنی خزاعہ) نے امان بھی مانگی مگر اُن کو ہر جگہ بیدریغ تہ تیغ کیا گیا، یہ مظلوم جب الھک الھک (خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو) کہکر رحم کی درخواست کرتے تو یہ ظالم ان کی درخواست کے جواب میں کہتے "لا الہ الیوم" (آج خدا کوئی چیز نہیں ہے)

(سیرت ابن ہشام)

جو بچے کھچے باقی رہ گئے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد لے کر آئے۔ (۱) معاہدہ کی پابندی (۲) مظلوم کی دادرسی (۳) حلیف قبائل کی حفاظت کے لئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب پہنچکر دوسری صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو، اسوقت اگرچہ ۲۱ سالہ تلخ اور جگر سوز زندگی کے تمام پھپولے پھوڑنے کا موقعہ تھا مگر نبی رحمت نے جو ارشادات صادر فرمائے وہ رحم و کرم کی زرّین تاریخ میں ہمیشہ کے لئے بیش قیمت معجزات تصور کئے گئے،

فوج کو ھدایت یا احکام رحم (۱) جو کوئی ہتھیار پھینکدے اوسکو قتل نہ کیا جائے (۲) جو

شخص خانہ کعبہ کے اندر پہونچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے (۳) جو شخص اپنے گھر بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے (۴) جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے قتل نہ کیا جائے۔ (۵) جو کوئی حکیم بن حزام کے گھر بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے (۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے (۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے (۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔

چنانچہ ان احکام کی فوج نے سخت پابندی کی، اور خدا کا برگزیدہ رسول معہ اپنے رفقاء کے ۲۰ رمضان کو شہر میں داخل ہوا، اور بیت اللہ کی جانب چلدیا، وہاں پہنچکر خدا کے گھر کو بتوں سے صاف کیا، نماز شکرانہ پڑھی۔ اسی اثنا میں مکہ کے لوگ بڑے بڑے سردار اور وہ سب لوگ جمع ہو گئے تھے جنہوں نے بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا، سیکڑوں مسلمانوں کو اذیت دیکر خانماں برباد کیا تھا، جنہوں نے بارہا مدینہ پر حملہ کرکے مسلمانوں کو (تین سو میل دور چلے جانیکے بعد بھی) چین سے نہیں رہنے دیا تھا۔

یہ سب لوگ مسلمانوں کے فنا کرنے میں زر، زور، تدبیر، قوت سب صرف کر چکے تھے اور انہیں ناپاک کوششوں میں برابر اکیس سال تک منہمک رہے تھے، رحمۃ للعالمین اس ظالم اور شقی جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے فرمایا:۔

یا معشر قریش ان اللہ قد ذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالاباء۔ الناس من ادم وآدم من تراب (تم تلا رسول) انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اذھبوا فانتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم	اے جماعت قریش! خدا نے تمہارے جاہلانہ اور آبا و اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا۔ (سچ تو یہ ہے) سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنایا گیا تھا (خدا فرماتا ہے) لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد عورت سے پیدا کیا، اور گوت و قبیلے سب پہچان کے لئے بنائے ہیں۔ اور خدا کے ہاں تو اوس کی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہو۔ پھر فرمایا جاؤ تم آزاد ہو اور تم پر آج سے کوئی مواخذہ نہیں۔"
(طبری)	

اسی طور آنحضرت نے اپنے چچیرے بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن امیہ جنہوں نے برسوں حضور کو ستایا لیغفر اللہ لکم سے شاد فرماکر چھوڑ دیا۔

کیا دنیا میں حلم و بردباری اور رحم و کرم کی اس سے بڑی مثالیں مل سکتی ہیں؟

لیکن اسپر بھی دشمنانِ دین چین سے نہیں بیٹھے۔ اور "فتح مکہ" کے بعد ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں کو پھر مسلمانوں کو شکست دینے کا جنون پیدا ہوا اور چار ہزار کا لشکر جرار لیکر وادیٔ حنین میں اتر آئے۔ یہ خبر سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جو کعبہ سے متصل اور حرم کی سرزمین پر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے) مکہ سے آگے بڑھے۔ بالآخر اس جنگ میں بھی کافروں کو ہی شکست ہوئی اور ۲۴ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار زن و بچہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ نبی صلعم ابھی میدان جنگ کے قریب ہی ٹھہرے ہوئے تھے کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار آئے اور انہوں نے رحم کی درخواست کی (ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے تھے اور وہاں سے زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ کو بیہوشی کی حالت میں اوٹھاکر لائے تھے۔ جس کی تصویر ایک شاعر نے اپنے کلام میں یوں کھینچی ہے:۔

کوئی کہتا تھا "آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں
کم از کم یہ تو ہو ہم پر یہ پتھر ہی پلٹ آئیں"

کوئی کہتا تھا "تم پر سے بلا کیوں ہٹ نہیں جاتی
ہمارے غرق ہونیکو زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی"

کوئی کہتا تھا "میں ایسے خدا سے ڈر نہیں سکتا
کہ جو اپنے پیمبر کی حفاظت کر نہیں سکتا"

مگر اس حال میں جبتک زباں دیتی رہی یارا
دعائے خیر ہی کرتا رہا اللہ کا پیارا

غلام باوفا زید ابن حارث ڈھونڈتا آیا
متاعِ نور کو طائف سے کندھوں پر اٹھا لایا

(حارث کی درخواست نبی صلعم سے):۔

فلک کو حکم دیجئے پھٹ پڑے ان کینہ کاروں پر
بجائے آب برسے آگ طائف کی بہاروں پر

یہ سنکر رحمۃ اللعالمین نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بنکر نہیں آیا

نبی صلعم نے ان سرداروں کو دوسرے روز بلوایا، جب دوسرے روز آئے تو انہوں نے مجمع عام میں اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ نبی الرحمۃ نے فرمایا میں اپنے اور بنو عبد المطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجرین نے کہا ہم بھی اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔ اب بنی سلیم اور بنی فرارہ رہ گئے۔ ان کے نزدیک یہ عجیب بات تھی کہ حملہ آور دشمن پر (جو خوش قسمتی سے زیر ہو گیا ہو) ایسا رحم و لطف فرمایا جائے۔ اسلئے انہوں نے اپنے قیدیوں کو آزاد نہ کیا، جب ان کا یہ حال دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبیلوں کے سرداروں کو بلایا اور ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ مقرر کرکے انکو دیدی اور سب قیدیوں کو آزاد کرا دیا۔

ناظرین کرام! اب چونکہ مضمون بہت طویل ہوتا جارہا ہے اسلئے صرف دو چار واقعات اور بیان کر کے مضمون ختم کرتا ہوں۔

آپکو مذکورہ بالا واقعات سے معلوم ہوگیا ہو گا کہ رسول اللہ صلعم کے شروع شروع میں کتنے دشمن تھے اور انہوں نے رسول صلعم کو ایذا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ پھر بھی بعد کو انکے زیر ہونے پر نبی صلعم کا برتاؤ انکے ساتھ جو رہا وہ روز روشن ہے اگر ہم میں سے کسی کو کوئی اتنی اذیتیں پہنچاتا اور پھر قابو میں آجاتا تو شاید ہم اوسے زندہ نہ چھوڑتے۔ لیکن رسول صلعم انکے ساتھ بجائے دشمنی کے اور زیادہ لطف و مہربانی سے پیش آئے۔

آپ ہمیشہ دشمنوں اور اسیروں، کمزوروں اور مغلوبوں پر رحم و کرم کا برتاؤ کیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی ظلم سے روکتے تھے، اور عفو و کرم کی ہدایت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ دس اشخاص جنہیں وفد خولان سے موسوم کیا جاتا ہے بماہ شعبان سنہ ھ کو خدمت نبوی صلعم میں حاضر ہوئے حضور نے ان کو حسب ذیل نصیحتیں کیں۔

(۱) عہد کو پورا کرنا (۲) امانت کا ادا کرنا (۳) ہمسایوں سے اچھا برتاؤ کرنا (۴) کسی پر ظلم نہ کرنا یہ بھی بتایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریک ہوگا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں ٹھیرے ہوئے تھے اسی آدمی کوہ تنعیم سے صبح کے وقت جبکہ مسلمان نماز میں مصروف تھے اس ارادے سے اترے کہ مسلمانوں کو نماز میں قتل کردیں لیکن وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوئے اور گرفتار کرلئے گئے۔ آنحضرت نے انہیں ازراہ رحم و کرم چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کے بارے میں قرآن مجید میں اس آیۃ کا نزول ہوا۔

هو الذي كف ايديهم عنكم و ايديكم عنهم ببطن مكة من بعد ان اظفركم عليهم (الفتح آیت ۲۴)

خدا وہ ہے جس نے وادی مکہ میں تمہارے دشمنوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تمہارے ہاتھ (ان پر قابو پانے کے بعد) ان سے روک دیئے۔

حضرات! حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراسر رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ کتنے واقعات گنائے جائیں اور کتنی دلیلیں دی جائیں دریا کو کیسے ایک کوزہ میں بھر کر دکھلایا جائے کیا نبی صلعم کو سخت سے سخت ایذائیں نہیں پہنچائی گئیں۔ کیا آپکو شہید کرنے کی سازش نہیں کیگئی کیا آپ پر پتھر نہیں برسائے گئے، پھر بھی آپنے اف تک نہ کی۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایکبار آنحضرت صلعم ایک درخت کے نیچے سو گئے، تلوار شاخ میں آویزاں

کردی۔ غورث بن الحرات آیا۔ تلوار نکال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گستاخانہ جگایا۔ بولا اب تم کو کون بچائیگا، فرمایا اللہ۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرت نے تلوار اوٹھالی فرمایا اب تجھکو کون بچا سکتا ہے وہ حیران رہ گیا۔ فرمایا جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا (صحیح بخاری، باب غزوات ذات الرقاع وسقاع ہم)

ناظرین کرام! اب میں اس درخواست کیساتھ مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ آپ بھی پیروی کیجئے گا اور دنیا کو دکھلا دیجئے گا کہ ان کی پیروی سے انسان کن اعلیٰ مدارج پر پہنچ سکتا ہے۔ نیز اسلام کے دامن سے یہ دھبہ بھی مٹا دینے کی کوشش کیجئے گا کہ مذہب اسلام تلوار ہی کے ذریعہ پھیلا۔ اگر آپ نے اپنے رسول کی مکمل طور پر پیروی کی تو پھر دیکھئے گا کہ ہر جگہ کامیابی کا سہرا آپ ہی کے سر رہیگا۔ میں آخر اس آیۃ مبارک پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم (النور ۲۲)

لازم ہے کہ معافی دو اور درگذر کرو۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تم کو بخشدے

اشاعت و ارتقاءِ اسلام کے اسباب

از:۔ مولانا حافظ منفعت علی صاحب حسینی، استاد مدرسہ عربیہ منگلور

عام طور پر یورپین اور ہنود مصنفین و مقررین کی تصانیف و تقاریر میں بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام بنا میں بزور شمشیر پھیلا اور اسلام کی یہ حیرت انگیز اور محیر العقول ترقی جو اس نے نہایت قلیل مدت میں حاصل کی وہ اس کی بے پناہ اور خوں آشام تلوار کی مرہون منت ہے، پیروان اسلام نے پہلے شمشیر خارا شگاف سے تمام مزاحمانہ قوتوں کا استیصال کیا اور پھر موت اور غلامی اور جزیہ کی تہدید آمیز دھمکیاں دیکر اور بعض دل خوش کن توقعات دلاکر غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کر لیا۔

اسلام اور متبعین اسلام پر روشن دماغ افراد کے یہ الزامات و بہتانات جو انھیں اسلام کی نورانیت میں نظر آتے ہیں خود انھیں کے چہرہ خونین کا پیدا کردہ عکس ہے، یہ میرے الفاظ نہیں بلکہ اسی قوم و جماعت کے افراد کے قلم سے خود اختیاری طور پر یا غیر ارادی طور پر صداقت و حقانیت اسلام کے متعلق نکلے ہیں۔ اور الحمدللہ کہ جن کی جانب سے اسلام پر یہ اعتراضات کئے جاتے تھے آج انھیں کی جانب سے اس لغویت اور سرتاپا خلاف واقعیت الزام کے بخئیے ادھیڑے جارہے ہیں۔ چنانچہ یورپ کا مشہور مورخ مسٹر کارلائل اپنی تصنیف ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ کے صفحہ ۶ میں لکھتا ہے۔" جو جو الزام یورپ کے متعصب خیال پادریوں اور سرگرم وقائع نگاروں نے اسلام اور داعی اسلام پر لگائے ہیں آج انکی تحقیق کرنے پر معلوم ہوگیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کا باعث ہیں"

مسلمان کے اخلاق کی وسعت ہمہ گیری اور موجودہ ظالم حکومت کی متعصبانہ روش کا اظہار حکومت برطانیہ کا ذمہ دار فرد لارڈ ولیم بنٹیک ۱۸۳۳ء میں انگلستان کی ایک کمیٹی کے سامنے ذیل کے الفاظ میں کرتا ہے:۔

"بہت سی باتوں میں اسلامی حکومتیں برٹش حکومت سے کہیں بہتر تھیں، مسلمان اس ملک میں آباد ہوگئے جسکو انہوں نے فتح کیا تھا وہ ہندوستانی باشندوں میں گھل مل گئے۔ اور ان میں شادی بیاہ کرنے لگے، مسلمانوں نے ہندوستانی غیر مسلموں کو ہر قسم کے حقوق دیئے۔ اور فاتح و مفتوح کے مذاق دلچسپی اور ہمدردی میں یکسانیت تھی۔ اور کوئی فرق نہ تھا۔ بخلاف اسکے انگریزی پالیسی اسکے برعکس ہے

اب سرد مہری خود غرضی اور بے پروائی ہے جس میں ایک طرف تو حکومت کا آہنی پنجہ حکمراں ہے اور دوسری طرف ہر چیز پر اپنا قبضہ ہے اور ہندوستانیوں کو اسمیں کوئی دخل نہیں" اخبار الانصار بحوالہ اخبار نارودٹ۔ آپنے ملاحظہ فرمایا یہ کوئی مورخ مغربی مستشرق نہیں۔ خالص انگریز ہے اور انگریز بھی کوئی معمولی نہیں ہندوستان کا رہا ہوا گورنر جنرل جو اپنی ذمہ داریوں سے بیخبر نہیں۔ اب انہیں مغربی مورخین اور مستشرقین کی زبان سے وہ اسباب بھی سن لیجیے جنہوں نے ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں اور اربوں انسانوں کو رب کعبہ کی چوکھٹ پر جبین نیاز رکھدینے پر مجبور کر دیا چنانچہ ہندوستان میں اشاعت اسلام کے متعلق فرانس کے مشہور مستشرق ڈاکٹر لیبان کا بیان ہے کہ :۔

ہندوستان میں اسلام کے سرعت سے پھیلنے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اس مذہب میں اعلیٰ درجہ کی مساوات ہے۔ بیچارے ہندو جو ذات پات کی مصیبتوں میں گرفتار تھے اس موقع کو غنیمت سمجھکر جوق جوق پیغمبر اسلام کی حمایت میں داخل ہوگئے۔ (تمدن ہند بترجمہ سید علی بلگرامی صفحہ ۵۴۴) اشاعت اسلام کے متعلق ڈاکٹر لیبان کے بیان سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اسلام اپنی ترقی میں خون آشام تلوار کا مرہون منت نہیں، بلکہ اس میں وسیع در قیع اخلاق عالمگیر مساوات اور عدل و انصاف کے قوانین کار فرما ہیں۔

پروفیسر آرنلڈ پریچنگ آف اسلام کے صفحہ ۳۱۲ پر لکھتا ہے :۔

"اسلام کو جس بات سے اصلی قوت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اسمیں ذات کی کوئی تفریق نہیں اور یہی وہ چیز ہے جس سے وہ غیر مسلموں کا اپنا پیرو بناتا ہے"

صوبہ اودھ کی رپورٹ اگزیٹیر صوبہ اودھ جلد اوّل کے صفحہ ۱۹ پر مرقوم ہے "جہاں جہاں مسلمان کاشتکاروں کے گروہ موجود ہے وہاں نیچی ذات کے ہندو اونچی ذات کے ہندوؤں کے ظلم و ستم سے عاجز آکر جمع ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کی پناہ لیکر اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں" مغربی مستشرقین کے افکار و آرا پیش کر دینے کے بعد منصف مزاج اہل قلم ہنود کے نظریے اشاعت اسلام کا ذکر بھی غالباً بہجہ کم دلچسپ نہ ہوگا۔

لالہ شیو نرائن بھٹناگر ایڈیٹر وطن اخبار کے نزدیک اشاعت اسلام کا سبب مندرجہ ذیل ہے :۔

"اسلام کی مساوات نے ایک دنیا کو کشش کر لیا اور آج بھی کشش کر رہا ہے اگرچہ مقابلہ کرنا بعض وقت ناخوشگوار ہوتا ہے لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہندو دھرم اور عیسائی مذہب مساوات میں اسلام سے کوسوں پیچھے ہیں۔ گزشتہ ۵۰ سال کی مردم شماری کی رپورٹ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی تعداد غیر معمولی رفتار سے بڑھ رہی ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ مسلمان ہندوؤں

کی نسبت بچے زیادہ پیدا کرتے ہیں بلکہ اس کا حقیقی سبب یہ ہے کہ اسلامی مساوات غیر مسلموں کو کشش کرکے ان کی تعداد بڑھا رہی ہے ۔ بعض حضرات کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے لیکن میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا ۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اسلام کے پھیلانے میں بعض اوقات تلوار سے بھی کام لیا گیا مگر اسلام کی عالمگیر ترقی کا راز تلوار میں نہیں بلکہ اس کی مجلسی مساوات میں جو اس کی قوت جاذبہ میں ہے ۔ میری رائے میں حضرت محمدؐ صاحب کی تعلیم ایسی ہے جو مجھے دنیا کی کسی دوسری زندہ سوسائٹی میں نظر نہیں آتی ۔ عظیم شخصیت ہمیشہ وسعت پذیر ہوتی ہے ۔ مفید تعلیم کا اثر روز بروز بڑھتا جاتا ہے ۔ حضرت محمدؐ صاحب کی تعلیم میں مجھے یہ خوبی محسوس ہوتی ہے کہ اس سے انکی عظمت کا سکہ میرے قلب میں بیٹھا جاتا ہے " (رسالہ مولوی دہلی رسول نمبر ۵۲؁ھ)

ایک دوسرے سکھ لیڈر سردار ہرنام سنگھ لدھیانوی کا نظریہ ملاحظہ ہو :-

" ہندو مسلم اتحاد کو جس چیز نے حد سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے وہ اسلام کی تلوار کا چرچا اور جہاد کا مسئلہ ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اسلام جبر و سختی کی چمکدار تلوار نہیں بلکہ امن کا پیغام ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس مذہب کا نام ہی اسلام ہے جس کے معنی صلح و سلامتی کے ہیں " (مولوی رسول نمبر ۵۲؁ھ)

اب ہم اپنا مضمون ختم کرنے سے قبل اسلامی مساوات کی تعلیم اور مسلمانوں کے چند عملی نمونے بھی پیش کرتے ہیں تاکہ آپ تمام مذاہب عالم کے ساتھ اسلامی مساوات کا مقابلہ کرکے صحیح نتیجہ پر پہونچ سکیں

(۱) یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔ (ترجمہ) اے انسانو ہم نے تم سب کو ایک مرد عورت سے پیدا کیا (یعنی تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو ایک باپ ماں کی اولاد ہو) اور تم کو خاندانوں اور قبیلوں پر محض شناخت کے لئے تقسیم کیا (ورنہ) تم میں زیادہ بزرگ اور شریف اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو ۔

(۲) انما المومنون اخوۃ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں (خواہ اپنے ہوں یا پرائے امیر ہوں یا غریب ۔

(۳) ما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا تمام انسان ایک ہی قوم اور ایک ہی امت ہیں ۔ لیکن انہوں نے خود آپس میں اختلاف کیا ۔

(۴) لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی کلکم ابناء آدم و آدم من تراب (مسند احمد بن حنبل) کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر تم سب آدم کی اولاد ہو یعنی آپس میں بھائی بھائی ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں ۔ اللھم ربنا و رب کل شئ انا شہید ان العباد

کلھم ۲ خوۃ حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں فرماتے ہیں "اے ہمارے رب تو ہمارا اور ساری کائنات کا پروردگار ہے
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سب بندے (تمام انسان آپس میں) بھائی بھائی ہیں۔

(۶) جو لوگ اپنے حسب و نسب (یعنی اپنے اعلیٰ خاندان ہونے) پر فخر کرتے ہیں انکا حشر کالے کیڑے (گوبریلے)
کی طرح ہے جو گوبر کو اپنی ناک سے لڑھکاتا ہے (حدیث) (۷)
جو شخص لوگوں پر (عام پبلک) پر رحم نہیں کریگا، خداوند کریم بھی انپر رحم نہیں کریگا۔ اس حدیث نے
صاف بتادیا کہ تمام بنی نوع انسان خواہ وہ کسی قوم کے ہوں سب پر رحم کرو تب خدا تم پر رحم کریگا۔

(مسلمانوں کا عمل)

(۸) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح حضرت زیدؓ سے کردیا جو غلام
مشہور تھے، حضرت بلالؓ جو غلام تھے اور اپنے پاس مال و دولت بھی نہ رکھتے تھے جب ان کا ارادہ نکاح
کرنے کا ہوا تو انہوں نے ایک مجلس میں جسمیں انصار و مہاجرین یعنے عرب کے اونچے اونچے خاندان کے
لوگ جمع تھے یہ کہا کہ ہے کوئی جسکو میرے ساتھ رشتہ کرنے میں کوئی عار اور پرہیز نہ ہو تمام لوگوں نے
کہا کہ ہم میں کسیکو انکار نہیں، چنانچہ حضرت بلالؓ کا نکاح آنحضرت صلعم کے ننہال کے رشتہ داروں
میں جو عرب کا شریف ترین خاندان تھا ہوا۔

(۹) حضرت بلال کے بھائی کو بیٹی لیکر قبیلہ بنی بکر نے اپنی لڑکی دی کہ جس کا بھائی بلال حبشی
جیسا ہو اسکو بیٹی دینے میں ہمیں انکار نہیں۔ حضرت سالمؓ حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام تھے لیکن راہ ہجرت
میں گروہ مہاجرین کے امام نماز تھے۔

(۱۰) خبیب رومی غلام تھے لیکن امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے مرض الموت میں انہیں
مسجد نبوی کا امام تا انتخاب خلیفہ راشد مقرر فرمایا۔

(۱۱) حضرت امام حسن بصری کنیزک زادہ تھے۔ لیکن اصحاب طریقت (صوفیائے کرام) کے مسلمہ امام ہیں
اور بڑے بڑے احرار و اشراف نے ان کی غلامی کو باعث شرف سمجھا۔

(۱۲) حضرت عکرمہ، قتادہ دونوں غلام ہیں لیکن کتب تفاسیر میں سید المفسرین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں

مزید چند غیر مسلم لیڈروں کی شہادت

(۱۳) پادری آیزک ٹیلر نے ۱۹۰۸ء میں چرچ کانگریس میں جو لیکچر دیا تھا اوسمیں انہوں نے کہا تھا
عیسائیت جو اخوت سکھاتی ہے وہ اگرچہ اعلیٰ درجہ کی ہے لیکن صرف زبانی ہے اسکے برخلاف اسلام جس

اخوت کی تعلیم دیتا ہے وہ عملی ہے۔ ہر شخص کلمہ پڑھنے کے بعد اسلام کی عظیم الشان برادری میں شامل ہو جاتا ہے، جہاں اوسے دوسرے مسلمانوں کے برابر مجلسی معاشرتی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ہم عیسائی لوگ تقریریں تو اخوت کا ذکر کرتے ہیں لیکن عملی رنگ میں فیل ہو جاتے ہیں۔"

(۱۴) ڈاکٹر مارکس ڈاڈس اپنی کتاب فطری اور الہامی مذہب صفحہ ۹ مطبوعہ ۱۸۸۱ء پر لکھتے ہیں:-

"اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ محمد (صلعم) کی تلقین کردہ مساوات کی مثالیں ہر اسلامی ملک میں نظر آتی ہیں، حضرت عمرؓ کا واقعہ تاریخ میں موجود ہے کہ وہ اونٹ کی مہار تھامے ہوئے نظر آتے ہیں اور ان کا غلام اسپر سوار ہے لیکن افسوس کہ عیسائی ممالک میں مساوات کی مثال کہیں نظر نہیں آتی۔" (۱۵) پنڈت گوری شنکر شکل پتھک فرماتے ہیں کہ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ کوئی بھی ہندو اسلام میں داخل ہو جائے پاک ہو جاتا ہے، وہ سایے جہاں کو پاک بنانیکے قابل ہو جاتا ہے اتنا قابل ہو جاتا ہے کہ وہ ہزاروں ہندوؤں کو پاک کر ڈالے"۔ رسالہ گنگا فروری ۱۹۳۱ء

(۱۶) مسٹر کے سکا مارن بی اے جو اچھوت قوم کے مشہور لیڈر ہیں فرماتے ہیں "یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس میں اخوت و مساوات اور عملی ہمدردی اسقدر بلند درجہ پر پہنچ گئی ہے جیسی کہ اسلام میں ہے"۔ اخبار الامان دہلی ۲۳ نومبر ۱۹۳۱ء۔

(۱۷) مسٹر پی بی رائے نائب ڈپٹی ایس سی، پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی فرماتے ہیں:-

"سب مذاہب سے زیادہ اسلام میں مساوات کا اصول پایا جاتا ہے یہ مکمل طور پر سب انسانوں کو برابر بناتا ہے اسلام قبول کرتے ہی تم میں اور کسی دوسرے مسلمان میں فرق نہیں رہتا، مسجد میں بادشاہ، امیر فقیر، بھشتی اور ادنی سے ادنی اقلی اور مزدور ایک ساتھ ملکر عبادت کرتے ہیں اسلام میں رنگ و روپ کا کوئی امتیاز نہیں ہے"۔ (رسالہ کرانتی لاہور)

مندرجہ فوق شہادتوں کی طرح ہزاروں غیر مسلم افراد کی شہادتیں پیش کیجا سکتی ہیں، مگر معلوم کہ بدیہیات کے لئے کیوں شہادت پیش کی جاتی ہے۔ اخبارات کا کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا جس میں دو چار قبول اسلام کی اطلاعیں درج نہ ہوں، شارع علیہ السلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل جس حقانیت و صداقت کی دعوت دی تھی دنیا آج بھی بغیر بلائے اور بلا پکارے کھنچی چلی آتی ہے۔ اس میں نہ چین کی تخصیص ہے نہ جاپان کی، ہندوستان کی نہ انگلستان کی، یہ دین فطرت کی مقناطیسی کشش نہیں تو اور کیا ہے۔؟

ہاں اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو طویل معرکہ آرائیوں سے سابقہ پڑا ہے انکی محاربات جنگ

جارحانہ ہوں یا مدافعانہ، فتوحات ملکی کے لئے ہوں یا اعلائے کلمۃ الحق کے لئے مگر اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ انہوں نے کسی کو بجبر مسلمان کیا، فاتح کا مفتوح کو بجبر کسی چیز پر اور علی الخصوص تبدیل مذہب پر مجبور کرنے کا نتیجہ جو کچھ اب تک برآمد ہوا ہے وہ کم از کم تاریخ والوں پر مخفی نہیں، میں ناقابل تردید طریق پر یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اسلام نے جو کچھ ترقی کی ہے اور کائنات میں جو کچھ رسوخ اسکو حاصل ہے وہ محض اسکے ذاتی محاسن ہیں۔ اور بقول مسٹر برناڈ شا کے :۔

" اسلام آزادی دستور، ذہنی حریت، تجارت اور صنعت و حرفت کا ہے۔ مزید براں اسلام شریفوں اور پاکیزہ اخلاق لوگوں کا ہے، میرے خیال میں کسی مذہب کا اجتماعی نظام اتنا مکمل نہیں جتنا اسلام کا اجتماعی نظام مکمل ہے " (فقط والسلام)

خادم الاسلام احقر منفعت علی حسینی صفرپوری
حال مدرس مدرسہ عربیہ منگلور سہارنپور۔

شانِ مسلم

از جناب نسیم آسی (سابر علوم حاضرہ)

تجھے مسلم کبھی الفت نہ تھی دنیا کی دولت سے
کبھی تیرا قدم ہٹتا نہ تھا حکمِ شریعت سے

غریبوں کی ترے دل میں نہایت قدر ہوتی تھی
نہیں دیکھا کبھی تو نے یتیموں کو حقارت سے

تری وہ بے نیازی کے فسانے اب بھی ہیں باقی
ہمیشہ دل ترا آزاد تھا دنیا کی زینت سے

ترے اگلے فسانے اب بھی لوگوں کی زباں پر ہیں
کیا مغلوب تو نے کل جہاں کو شان و شوکت سے

کیا امن و امان قائم زمیں پر ہر طرف کیا کیا
کیا زیر و زبر سارے جہاں کو بس شجاعت سے

مزا جب ہے کہ اب بھی تجھ میں پیدا ہوں وہی باتیں
ذرا پھر آشنا ہو جا تو اس رازِ اخوت سے

ضرورت ہے کہ میدانِ عمل میں ہو صف آرائی
نظر آئے ترا پرچم نرالی شان و شوکت سے

سبق سب یاد ہیں تجھکو فقط ان کا ہے دہرانا
تو ہے آگاہ اس منزل سے اور رازِ حکومت سے

تری عزت کا طالب ہے تری رفعت کا طالب ہے
نسیمِ دل گرفتہ کی صدا اس لے محبت سے

ایضاح الادلہ

مؤلفہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ علمی موتیوں کا ذخیرہ ہے الہامی فوائد کا قیمتی خزانہ ہے مؤلف کا نام مشہور علم وفن مضامین کی حسن وخوبی اور استناد کیلئے بہترین شاہد ہے یوں تو علوم الٰہیہ کے سیکڑوں جواہر ریزے کتاب کے اوراق میں جلوہ فرما ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل مسائل پر سیر حاصل اور لاجواب بحث کی گئی ہے:۔

(۱) فقہائے کرام کی فضیلت حضرات محدثین پر (۲) فقہائے کرام کا بدرجہ اول محدث ہونا (۳) رفع یدین (۴) آمین بالجہر، زیر ناف ہاتھ باندھنا (۶) قرارت فاتحہ خلف الامام، (۷) وجوب جمعہ اوسکی شرائط (۸) تقلید شخصی کی اہمیت، (۹) تقلید کی مختلف قسمیں (۱۰) حقیقت ایمان (۱۱) ایمان کی زیادتی اور کمی (۱۲) امام صاحب کے متعلق الزام ارجار کی تردید (۱۳) قضار قاضی کے ظاہر و باطناً نفاذ کی شرعی وعقلی بحث (۱۴) حکومت اسلامیہ کی حقیقت (۱۵) خلافت اور حکومت الٰہی ۔ (۱۶) اسباب ملک حکومت ملک (۱۷) قبضہ شرعیہ (۱۸) بیع فاسد کی تحقیق اور فاسد وباطل کا فرق (۱۹) نکاح محارم (۲۰) قلتین اور دہ در دہ کا مسئلہ، (۲۱) ماء کثیر کے متعلق ائمہ ثلاثہ کے مذاہب کی بنظیر تفسیر وغیرہ وغیرہ۔

قیمت قسم اول ؎ رعایتی ۱۲؎ قسم دوم ؏ رعایتی ؏

معرفۃ التجوید

قرآن پاک مسلمان کی جان ہے، غذائے روح ہے، جملہ عبادات کا مدار ہے۔ اس کے ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے مگر افسوس مسلمان اسکو اس طرح پڑھتے ہیں کہ ثواب کے بجائے عذاب کا خطرہ رہتا ہے۔ کیونکہ وہ حروف کو صحیح طور پر ادا نہیں کرتے۔ اس رسالہ میں نہایت آسان اور مختصر طور پر حروف کی ادائیگی کا صحیح طریقہ بتایا گیا ہے ہر شخص کو اس کا مطالعہ اور ہر بچہ کو اس کا پڑھانا ضروری ہے الہ آباد۔ لکھنؤ۔ کانپور مرادآباد وغیرہ کے مدارس میں داخل درس ہے قرآن شریف کے ساتھ ساتھ بچوں کو پڑھایا جاتا ہے قیمت صرف ایک آنہ ار چار نسخوں تک محصول ؎

(بلاغ مبین)

از حضرت الحاج مولانا ابوالقاسم محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں تمام دنیا کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے فرامین ارسال فرمائے تھے اس کتاب میں ان تمام فرامین کی نقل لیجانے والے صحابہ اور بادشاہوں نیز ان ممالک کے حالات بہترین طرز پر جمع فرمائے ہیں جابجا سیاسی اور تاریخی مباحث نے اس کتاب کو بہت زیادہ قیمتی کر دیا ہے۔

کتابت طباعت نہایت اعلیٰ قیمت ؏ محصول الگ

منیجر کتب خانہ فخریہ امروہیہ گیٹ مرادآباد سے طلب فرمائیے

شاطرِ برطانیہ اور مسلمِ ہندی کی ۲۵ سالہ داستانِ غم

از:- مولانا محمد عثمان صاحب ساحر، مبارکپوری اعظمی

پرستارِ دولت وہ طمّاعِ یورپ — سراسر فریبی وہ خدّاعِ یورپ
طلسمِ تشتّت کا صنّاعِ یورپ — طریقِ محبت کا قطّاعِ یورپ
جسے لوگ کہتے ہیں مکّارِ یورپ
گروہِ شیاطیں کا سردارِ یورپ

نہیں جسکو انسانیوں سے تعلق — نہیں جسکو روحانیوں سے تعلق
نہیں جسکو سبحانیوں سے تعلق — نہیں جسکو یزدانیوں سے تعلق
اگر ہے تو حیوانیت سے ہی نسبت
اگر ہے تو شیطانیت سے ہی نسبت

جنگِ جرمنی ۱۹۱۴ء اور برطانیہ کے وعدے

ہوا جرمنی جبکہ اسکے مقابل — بُرا وقت آیا پڑی سخت مشکل
ہوئے منقطع مخلصی کے وسائل — نہ تھی جبکہ بیڑے کو امیدِ ساحل
جبینیں ہوئیں خم درِ مسلمیں پر
مگر نقشِ نخوت تھا باقی جبیں پر

بامیدِ احسان و امداد و نصرت — کہ مل جائے شاید کہیں آئی رحمت
بہت سخت جاں میں ہی سوا مصیبت — مدد المدد جسمِ جانِ مروّت
کیا ایک اعلان حکومت نے جاری
ہوئی جس سے آگاہ مخلوق ساری

کیا اسکو مشہورِ عالم "سروں" نے — حکومت پرست ان خوشامد گروں نے
انہیں خان بہادروں نے اور افسروں نے — انہیں نوکروں نے انہیں چاکروں نے
نہیں جنکو کچھ قوم و ملت سے نسبت
خوشامد سے جنکو نہیں ملتی فرصت

کہ برطانیہ اور ترکی کی جنگ — خبر جسکی سنتے ہی ہم رہ گئے دنگ
بلادِ ہمکی دمشق لائی ہے رنگ — مبادا نہ پڑجائے یوں رنگ میں بھنگ
مسلمان کا ہے یہی کام اسمیں
نہ برطانیہ ہووے بدنام اسمیں

یہ عثمانیوں ہی کا اقدام اسمیں — انہیں کی شرارت کا ہی کام اسمیں
انہیں کی ہے شمشیرِ صمصام اسمیں — انہیں کے سر آتے ہیں الزام اسمیں
بمجبوری ہمکو اترنا پڑا ہے
شرارت کو یوں سرد کرنا پڑا ہے

باعلانِ شاہی تو جو ہے دشمن — نہیں مسلمِ ہند کا کوئی دشمن
نہ تاراج ہوگا کوئی انکا مسکن — نہ برباد ہوگا کبھی انکا مامن
مقدس مقامات ہیں سب مقدس
حفاظت ضروری و لازم ہے ازبس

عراق و عرب کچھ نہ پامال ہوگا — زیارت گہِ خلق کا خیال ہوگا
ہمارا جہاں جب بھی اقبال ہوگا — موافق سدا قال کے حال ہوگا
نہیں کچھ بھی خطرہ میں مکہ مدینہ
سلامت رہے مسلموں کا سفینہ"

عربوں پر مظالم اور ان کا اغوا

یہ پیماں تھا ایفا پیماں دیکھو — ذرا وحشیوں کا بھی ایمان دیکھو
کرم اپنا اور ان کا احسان دیکھو — فسوں سازیِ چشمِ شیطان دیکھو
وہ انکو نہ دام لینے لگے پھر
وہی جور سے کام لینے لگے پھر

جہاں چند دن گزرے وعدہ کو چھوڑا — گئے اور شیطان سے رشتہ جوڑا
صداقت کے پیمان کو دم میں توڑا — رہ رسم انساں سے منہ اپنا موڑا
گلا کس طرح گھونٹتے ہیں یہ ظالم
لہو کس طرح چوستے ہیں یہ ظالم

ہوائی جہازوں سے وزرات ہر دم — گرانے لگے اشتہارات ہر دم
عرب کے سواحل پہ بدذات ہر دم — اڑانے لگے مکر کی بات ہر دم
کہ ترکوں کو اپنے وطن سے نکالو
حکومت کو خود ہی تم اپنی سنبھالو

غلامی نہیں تمکو ترکوں کی زیبا — جماؤ نکلکر حکومت کا پایا
حکومت کا اپنی اڑاؤ پھریرا — بجاؤ جہاں بھر میں اپنا ہی ڈنکا
مدد کی ضرورت ہے گر ہم ہیں حاضر
ہیں موجود سبھی بھلائی کی خاطر

حجاز عرب پر کیا بند غلہ — دیا موذیوں نے یہ احسان کا بدلہ
لگا بھوکوں مرنے محلہ محلہ — لگیں انتڑیاں پڑھنے خود قل ہو اللہ
گرانی کا سایہ پڑا بیکسوں پر
مصیبت بھی آئی مصیبت زدوں پر

مچا ہند میں جب بہت شور و غوغا — فروزی اگن بوٹ سے غلہ بھیجا
ہوا ٹھیک بنگال سے وہ روانہ — عدن میں مصیبت سے بچکر وہ پہنچا
مگر وحشیوں نے وہیں اسکو روکا
غریبوں کو پہنچا نہیں ایک دانا

تڑپتے ہیں وہ بھوک سے تنگ آکر — زمیں پر پڑے ہیں شکم کو دبا کر
کہیں بچے پڑے روتے ہیں یوں بلبلا کر — فلک کانپ جاتا ہے آواز پا کر
ہوا غلہ جدہ میں اسوقت داخل
اثر جسکا ترکوں کا بالکل تھا زائل

جہازات آئے جو غلہ کو لیکر — وہ مکہ و جدہ سے جاتے تھے اکثر
کیا غرق انکو بھی دریا کے اندر — کیا ظلم بیجا غریبوں پہ یکسر
یونہی دن بدن بڑھ گئی فاقہ مستی
ستانے لگی روز و شب تنگدستی

مقامات مقدسہ کی بےحرمتی

مدینہ کو برسوں ہی محصور رکھا — غریبوں کو ہر طرح مجبور رکھا
انہیں عیش و راحت سے بھی دور رکھا — یوں ہی مدتوں انکو مقہور رکھا
وہ محتاج جب ہو گئے دانے دانے
یہ بھوکے لگے پھر تو مردار کھانے

ہلاکت کا اپنی تصور جو آیا — تو خیمہ سے جا اک کلہاڑا اٹھایا
لحد کھودی اور جونہی مردے کو پایا — ہلاکت سے بچنے کو اسکو ہی کھایا
مصیبت جو آئی تو آئی مسلسل
ہوئے کتنے کاشانے بالکل معطل

ہوئے بھوک اور پیاس سے جاں بلب وہ — مصیبت اٹھانے لگے یوں عرب وہ
ستاتے تھے انکو یونہی بے سبب وہ — تڑپتے رہے رات دن العجب وہ
عرب کے وہاں لٹ رہے تھے خزانے
ظفر کے حکومت لگے گانے ترانے

جونہی ترکی فوج کو غفلت میں پایا — وہیں چٹ کے جدہ پہ گولہ گرایا
شفاخانے اور بارگوں کو جلایا — ستایا جہاں تک ستانے میں آیا
کئی دن جہازوں سے کی گولہ باری
عرب پر سماں تھا قیامت کا طاری

ہوا فتح جدہ تو بولا یہ دشمن — چلو اسطرف جسکو کہتے ہیں مامن

وہی مکہ جسپر فدا ہے یہ تن من | جسے کہئے روحانیوں کا نشیمن
مسلمان جسکو معظم ہیں کہتے
مسلمان جسکو مکرم ہیں کہتے

عبث جبل پر نصب کیگئی توپ و رگن | جہاں سے کہ اعجاز نبوی تھا روشن
چلا قلعہ جیاد پر گن و ناون | فضاؤں میں اڑتے تھے گولے سناسن
نہ آیا ذرا خیال اسلامیوں کا
جہاں سے مٹے نام ان ٹامیوں کا

مساجد کی حرمت کو قائم نہ رکھا | معابد کی عظمت کو قائم نہ رکھا
مقابر کی عزت کو قائم نہ رکھا | مشاہد کی شوکت کو قائم نہ رکھا
مزارات اصحاب کے تھے جہاں پر
قطاریں لگائے تھیں توپیں وہاں پر

عبث نجدی حکومت نے بیڑا اٹھایا | مقابل میں ترکوں کے لشکر جمایا
فرنگی سے جا دستِ الفت ملایا | پہ مسودہ شرط بھی ساتھ لایا
کہ عربی حکومت کو تسلیم کر لو
ذرا اسکی انہام تفہیم کر لو

ہوا بحث و تحقیق سے انکی ظاہر | کہ منظور ہے ہمکو عربوں کی خاطر
عمل شرط پر کرنیکو ہم ہیں حاضر | مؤید ہیں سب اسکے حاضر و ناظر
عرب کے ہیں اقطار سارے مسلم
نہ ہوگا کبھی اسمیں کچھ بیش اور کم

مگر خفیہ سازش کا بھی حال دیکھو | برابر کی تیوں حال اقوال دیکھو
بچھا کس طرح حرص کا جال دیکھو | ٹپکنے لگی کسطرح رال دیکھو
فرانس اور برطانیہ نے ہی باہم
لیا بانٹ اسمیں کچھ بیش اور کم

عراق و فلسطین اور شام دیکھو | ہوا کس طرح سے ستم عام دیکھو
لیا کس طرح جو ہے کام دیکھو | پلانے چلے موت کا جام دیکھو

کہیں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں
کہیں خون میں بستیاں بہہ رہی ہیں

عرب پر زمیں آج ہے تنگ دیکھو | بدلتا ہے کیونکر آسمان رنگ دیکھو
ذرا تم مواعید از رنگ دیکھو | دلوں پر ذرا کفر کا زنگ دیکھو
بنے تھے جو انکی مصیبت میں ہمدم
فلسطین میں ظلم سہتے ہیں پیہم

ہندوستان سے وعدے اور انکی ادھوری تکمیل

خود اس ہند سے لئے وعدہ کیا تھا | خود اعلان میں آشکارا کیا تھا
خود آزادی دینے کا چرچا کیا تھا | حکومت کے دینے کا غوغا کیا تھا
مگر کیسے وعدوں کو ردی میں ڈالا
امیدوں کا باقی نہ رکھا سہارا

ہوئی ختم جب ظالموں کی لڑائی | اور یورپ نے جسوقت فرصت تھی پائی
خوشی ہند کو بھی بر امید آئی | بہت کچھ خیالی تھی کھچڑی پکائی
کمیٹی کی روداد آئی جو چھپکر
بغاوت کا الزام تھا ہندیوں پر

خبر سنتے ہی ہوگئے سب کے سب دنگ | ہوا ہو گیا انکے چہروں کا وہ رنگ
فریبی زمانہ کا دیکھو یہ نیرنگ | غریبوں کو کس طرح کرتا ہے یہ تنگ
بجائے عوض احسان کے رولٹ آیا
جلو میں تباہی کا سامان لایا

حکومت جسے چاہے اوسکو سزا دے | ہر مرضی جسے چاہے باغی بنا دے
جسے چاہے پھانسی کے تختے چڑھا دے | جو چاہے وطن سے بھی باہر بھگا دے
کسیکو نہیں بولنے کی اجازت
دہن تک نہیں کھولنے کی اجازت

ہوئے تنگ جب ہندوالے تو بولے | بجاں آگئے تھے یہ منہ بند کھولے
مگر افسر نے لگی سر پہ گولے | جو تھی سر بلند ایا پڑے خوب اولے

جلیانوالہ باغ جس میں ہزاروں ہندوستانی شہید ہوئے

ہوا باغ جلیاں کا مشہور جس سے
ہے آگاہ نزدیک و دور جس سے

ہوا باغ میں جلسۂ انساں بھی کافی حکومت سے منگوا رہے تھے معافی
کہ کیوں کر گئی ہم سے وعدہ خلافی حکومت پہ لازم ہوا اسکی تلافی

وگرنہ پھر ہم ایجی ٹیشن کرینگے
مٹا کر یوں ہی نام روشن کرینگے

حکومت کو کس طرح ہے یہ گوارا کہ ہو متفق اس طرح ملک سارا
خلاف حکومت لگائیں یہ نعرا ستائے حکومت کریں پارا پارا

لیا فوج کو ہو گئے وہ روانہ
جہاں گاتے تھے حریت کا ترانہ

روانہ ہوئی فوج پھر ٹولی ٹولی بھری جنکی تھی کارتوسوں سے جھولی
لگے بولنے کبر و نخوت کی بولی کہ بس ہی گئی خون انساں سے ہولی

نکلنے کے رستوں پہ فوجی در آئے
نکلنے کے رستے نہ مظلوم پائے

یہ غارتگری سے فرنگی زمانہ بنایا جوانوں کو اپنا نشانہ
وہی جنکا پیشہ ہو گولے گرانا مصیبت زدوں کو ستانا رولانا

جوانوں کے خوں سے زمیں تر بتر تھی
قیامت کی تصویر پیش نظر تھی

قیامت کے منظر سے بدتر تھا منظر کہ تھا لاش کا ڈھیر فرش زمین پر
جدھر دیکھئے زخمیوں کا تھا لشکر جگر ٹکڑے ٹکڑے تھا نالوں کو سنکر

کوئی روتا تھا اپنے سر کو دبائے
کوئی چیختا تھا جگر کو دبائے

اجازت ہو گر کچھ مفصل بتاؤں عدالت کا اک واقعہ کہہ سناؤں
میں گر ہاں تو ہوں کچھ تمہیں بھی رلاؤں زمین و فلک کو بھی حرکت میں لاؤں

عدالت میں تحقیق کی باری آئی
اک عورت نے یہ داستاں کہہ سنائی

میں بازار میں اتفاقاً جو آئی خبر گولی چلنے کی کانوں نے پائی
قضا قتل شوہر کا بھی تار لائی دل ناتواں پر بھی بجلی گرائی

نئی ایک تصویر غم ساتھ لائی
جو آنکھوں کے رستے سے دل میں سمائی

خبر سنتے ہی سانس بجھنے لگا خود جہاں کا ستارہ ہوا دل چھپنے لگا خود
یہ سینے میں دل بھی دھڑکنے لگا خود ان آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگا خود

تھے ہوش گم بولی اللہ ہائی
بہت داد رس ہے تری کبریائی

چلی افتاں خیزاں پڑوسن کو لیکر پریشان مو بال بکھرائے ہوئے سر
گئے باغ امید ہولی میں مضطر جہاں گوری ہر سو لگاتے تھے چکر

وہاں میں نے لاشوں کا انبار پایا
تو شوہر کا ملنا بھی دشوار پایا

ادھر سے ادھر لاش اک اک اٹھائی دبی ہمیں شوہر کی بھی لاش پائی
بہت دیر تک میں کھڑی بلبلائی کہ مل جائے شاید مددگار بھائی

تو لیجاؤں اس لاش کو اپنے گھر تک
رہیگی یہاں کیسے آخر سحر تک

نظر پر نہ آیا مددگار کوئی مصیبت کی ماری کا غمخوار کوئی
نہ آیا نظر ہمدم و یار کوئی کرے پرسش حالت زار کوئی

تو ناکام مرنے کے نزدیک آکر
گزاری یونہی رات آنسو بہا کر

ادھر رات آئی تو کتے بھی آکر ہوئے منتظر میری نظریں بچا کر
کہیں لے کے جلد بت لاشیں اٹھا کر بھگایا انہیں اس جگہ سے کو دبا کر

یہی حال تھا کہ اک آواز دھیمی

سنی، جیسے کوئی بلاتا ہے زخمی

کہیں تو وہ تھا ایک زخمی بیچارا — وہ تنہا قوم سے سکھ ہے مگر بے سہارا
تھا زخموں نے اسکا بدن چور سارا — ہوا جبکہ معلوم اسکا اشارا

رکھی ٹھیک سے ٹانگ وسکی اٹھاکر
ہوا چپ وہ بیچارا آرام پاکر

وہیں ایک نزدیک معصوم بچہ — وہ ماں باپ کا ہائے مخدوم بچہ
پڑا تھا جو راحت سے محروم بچہ — خیالات وحشی سے مغموم بچہ

ہمہ شب وہ بیچین سا ہو رہا تھا
مجھے اپنے نزدیک بٹھلا رہا تھا

بھیانک تصور سے گھبرا رہا تھا — وہ کتوں کی شورش سے تھرا رہا تھا
سے زخم کا درد تڑپا رہا تھا — کبھی اوسکو گھر اپنا یاد آ رہا تھا

یونہی رات بھر بلبلاتا رہا وہ
مجھے بہر تسکیں بلاتا رہا وہ

وہیں ایک اور زخمی نیم جاں تھا — بدن اسکا زخموں سے اک گلستاں تھا
بہت درد اسکی فغاں میں نہاں تھا — مگر تشنگی سے وہ آفت بجاں تھا

مجھے دیکھکر پانی پانی پکارا
اس آواز سے دل ہوا پارہ پارہ

بہت ڈھونڈنے پر بھی پانی نہ پایا — کہیں ایک قطرہ نظر تک نہ آیا
بہت شور و غل گو کہ میں نے مچایا — کسی نے مگر وان پانی بتایا

یونہی پانی پانی بلاتا رہا وہ
یونہی سونی قسمت جگاتا رہا وہ

ہوا گر کبھی آئی بھی سرسراتی — عفونت سے مجھکو پریشاں بناتی
کبھی ہنہنانے کی آواز آتی — کبھی ہوں ہوں کتوں کی مجھکو ستاتی

ان حیرانیوں میں مری رات گزری
پریشانیوں میں مری رات گزری

تحفظ اسلام کے جھوٹے مدعی

بتائے کوئی قوم والے کہاں تھے — یہ اسلام جنکے حوالے کہاں تھے
فدائے وطن چندہ والے کہاں تھے — جو کہلاتے ہیں گھی کے نوالے کہاں تھے

پریشاں بہت تھے مگر گھر کو بیٹھو میں
تگ و دو بہت کی مگر ہوٹلوں میں

تمہیں موٹر و نمبر ہوا کھا رہے تھے — کہیں جا کے گھوڑا وہ دوڑا رہے تھے
محل میں پڑے چونکہ گھبرا رہے تھے — تو دل نازنینوں سے بہلا رہے تھے

کریں کیا پریشان بہت ہو چکے تھے
بہت رات بے نیند وہ سو چکے تھے

یہ کیا اور بھی ایسے گزرے زمانے — بنائے گئے جسم و جاں کے نشانے
حکومت کے برسے بہت تازیانے — ستائے گئے حریت کے دوانے

مکارہ سے گزرے مصائب اٹھائے
حکومت کے بیحد مصائب اٹھائے

پڑے چین سے جو پڑے خانقہ میں — ادھر مبتلا قوم حال تبہ میں
مہارت ہے جنکو حدیث و فقہ میں — تو مصروف عیشوں میں وہ ہر پیہ میں

رسول حجازی کا پیغام لے کر
بڑھیں آج میدان میں وہ نکلکر

ہے علماء کا یہ کام اعلان دعوت — مقابل میں ہو گرچہ جابر حکومت
ہمیشہ وہ کرتے ہیں حق کی نصیحت — اسی سے اٹھاتے ہیں رنج و مصیبت

حقیقت میں حامل شریعت کے یہ ہیں
حقیقت میں ماہر طریقت کے یہ ہیں

دورِ حاضرہ کی بہترین سیاسی کتابیں

حکومت خود اختیاری

اور ہندو مسلم مسئلہ کا حل۔ مصنفہ جناب سید طفیل احمد صاحب (سابق ایم ایل اے)۔ صفحات ۲۵۲ سائز ۲۰×۳۰/۱۶

سیاسیات کے متعلق بے نظیر کتاب مانی گئی ہے۔ ہندوستان میں برطانوی سیاست کی مستند تاریخ ہے جس کے ہر ہر لفظ کی تصدیق سر برآوردہ انگریزوں کے اقوال یا کمیٹیوں کی رپورٹ سے کی گئی ہے۔

قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصولڈاک۔

مسلمانوں کا روشن مستقبل

ہندوستان بالخصوص مسلمانان ہند کی تین سو سالہ مذہبی، سیاسی، تعلیمی تاریخ کا مجموعہ۔

مصنفہ مولانا سید طفیل احمد صاحب (علیگ)

کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے حقیقتاً فاضل مصنف نے اس کتاب میں مسلمانان ہند کے عروج اور زوال کا اس بہترین انداز میں نقشہ کھینچا ہے جو کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

حجم ۶۰۰ صفحات۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ٹائٹل نہایت خوبصورت۔ چھپائی بہت اعلیٰ قیمت دو روپے آٹھ آنہ عیر

شرکت کانگریس

کے متعلق علماء مراد آباد کا بصیرت افروز فتویٰ۔ نہایت مدلل اور مفصل۔ قیمت صرف ایک آنہ (۱ر) چھ پیسے کے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جاویگا۔

پُر اسرار معمہ

مسٹر محمد علی جناح کا پراسرار معمہ اور اس کا حل۔

از سیدنا شیخ الہند حضرت علامہ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی۔

قیمت علاوہ محصولڈاک چھ پیسے (۱ر) ڈھائی آنہ کے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جاویگا۔

مذکورہ کتب کے علاوہ ہر علم و فن کی کتابیں اور شاہی برقی پریس کے چھپے ہوئے پارے تاجرانہ نرخ پر پتہ ذیل سے طلب فرمایئے۔

مینیجر کتب خانہ فخریہ شاہی چمن مراد آباد



مرض غلامی کیلئے آسمانی نسخہ

(از مولانا قدرت اللہ صاحب ہیڈ کاتب رسالہ قائد مراد آباد)

غلامی کے مرض کے واسطے تشخیص ہوتی ہے
تو بتلاتے ہیں لیڈر اک نرالی شان کا نسخہ

ادھر ہٹلر یہ کہتا ہے کہ یہ موذی مرض ہرگز
نہ جائیگا پیے سے مذہب و ایمان کا نسخہ

ادہر گاندھی یہ کہتے ہیں کہ ہیں وید کا ماہر ہوں
بتاتا ہوں نہتیں کم خرچ آن و بان کا نسخہ

چلاؤ زور سے چرخہ بناؤ سوت کی انٹیا
مرض کے واسطے کافی ہے دیسی تھان کا نسخہ

مجھے آواز آئی غیب سے کس مخمصہ میں ہے
نہ پی لینا ارے ناداں کسی نادان کا نسخہ

یہ نسخے جسقدر ہیں سب نئے بے تجربے کے ہیں
صحیح ہوں یا غلط ہر ایک ہے انسان کا نسخہ

تیرہ سو سال تیرے تجربہ میں رہ چکا ہے جو
اگر بھولا ہی پھر سن لے وہ ہے **قرآن** کا نسخہ

غلامی کے اسباب

(از جناب ابو شمیم منشی لطف الرحمن صاحب صبا صوفی آرٹسٹ مرادآبادی)

تلوار حرز جان تھی جس قوم کے لئے
رکھنے لگی وہ ہاتھ میں ہلکی سی اک چھڑی

جو ہاتھ وقف تھے کبھی ڈھالوں کے واسطے
نازک کلائیوں پہ ہے اک خوشنما گھڑی

اسباب جس قدر تھے عروج و کمال کے
اب غیر لوٹنے لگے ان کو دھڑی دھڑی

تکفیر کو زبان و قلم وقف ہوگئے
تبلیغ دین حق کی بھلا ہے کسے پڑی

کرتے رہیں گے جنگ یہ آپس میں جس قدر
مضبوط ہو رہی ہے غلامی کی ہتھکڑی

سیاسی تربیت گاہ اور دار الصنائع کمپنی لمیٹڈ کے متعلق

مدبرین ملت اور مفکرین امت کی آراء

سیاسی تربیت گاہ کی تجاویز کے متعلق آراء کے مطالعہ سے پیشتر ناظرین کرام مطالعہ تجویز کے خواہاں ہونگے یہ تجویز مفصل تمہید کے ساتھ ماہ رمضان المبارک کے قائد میں شائع ہو چکی ہے اسوقت اس تمام تمہید وغیرہ کا شائع کرنا تو طوالت طلب ہے البتہ صرف تجاویز کو شائع کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ناظرین کرام مکرر غور فرما سکیں:-

تجویز متعلق سیاسی تربیت گاہ دار الصنائع کمپنی لمیٹڈ

(۱) سیاسی تربیت گاہ:- قوموں کی ترقی اور برتری سیاسی برتری پر موقوف ہوا کرتی ہے اور فی زمانہ جبکہ سیاسی برتری اقتصادی برتری پر موقوف ہے تو ضرورت ہے کہ عام مسلمان اقتصادیات میں پیش پیش ہوں اس مقصود کی تکمیل کے لئے نیز اسلئے کہ دہریت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے اور عام مسلمانوں میں مذہبی احساس وجذبات پیدا کرنے کی صورت صرف یہی ہے کہ علماء کرام کا قدم سیاسیات اور اقتصادیات میں تمام جماعتوں سے آگے ہو اور وہ ان چیزوں کے بہتر ین ماہر ہوں، صنعت وحرفت سے واقفانہ دلچسپی رکھتے ہوں اپنے ملک اور تمام دنیا کے سیاسی اور اقتصادی مقتضیات کے بہتر مفکر اور بالغ النظر مبصر ہوں لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آزاد مدارس عربیہ کے تعلیم یافتگان کی سیاسی اور اقتصادی تربیت کے لئے خودداری اور خوداعتمادی کے اصول پر ایک تربیت گاہ قائم کی جائے جس میں:-

(الف) اقوام عالم کی تاریخ، انکی ترقی اور تنزل کے فلسفہ اور دنیا کی موجودہ سیاست نیز اقتصادیات اور معاشیات کا مطالعہ اور مذاکرہ کرایا جاوے۔

(ب) جغرافیہ، مساحت، حساب تجارت وغیرہ نیز ان زبانوں کی تعلیم دی جائے جو سیاسی یا تبلیغی اعتبار سے ضروری ہوں اور جن کے حصول کے بعد وہ سرکاری اور غیر سرکاری سیاسی اور اقتصادی اداروں میں رسوخ حاصل کرسکیں۔

(ج) فنون حربیہ کی تعلیم دی جائے (جس حد تک قانون اجازت دیتا ہے)

(د) مندرجہ ذیل صنعتوں میں سے کسی ایک صنعت یا جملہ صنعتوں کی تعلیم دی جائے تاکہ ذرائع معشیت وسیع ہوں اور حضرات علمار کا اقتدار روز افزوں ہو۔

پارچہ بافی، چرم سازی، اسلحہ سازی، نجاری، پریس، زراعت، ظروف سازی۔

(۲) **مصارف** (ا) سیاسی تربیت گاہ کے اساسی نکتہ نظر یعنی خودداری اور خود اعتمادی کے اصول کا لحاظ کرتے ہوئے نیز اسکی ضروریات کے تکفل کے واسطے تربیت گاہ کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک تجارتی کمپنی قایم کی جائے جو باقاعدہ گورنمنٹ میں لمٹیڈ ہو اس تربیت گاہ کی صنعتوں کے لیے جنس خام کا فراہم کرنا، اور اس کی مصنوعات کو فروخت کرنا اس کمپنی کا کام ہوگا۔

(ب) سیاسی متعلم کو کم از کم چار گھنٹہ یومیہ دار الصنائع میں کوئی صنعت کرنی ہوگی۔

(ج) ہر تربیت پانے والے کو دار الصنائع میں روزانہ اتنا کام ضرور کرنا ہوگا جس کی اجرت اس کے وظیفہ کے برابر ہو۔

(د) ماہرین صنعت کی تنخواہ کمپنی کے ذمہ ہوگی اور وہ کمپنی کے لئے چیزیں تیار کرینگے۔

(ہ) معلمین کی تنخواہ یا دفعہ ۳ ضمن ج کے بموجب ظائف (جن کا ذکر آگے آرہا ہے) یا متفرق ضروریات مثلاً کتب و آلات برائے تعلیم وغیرہ کمپنی کے نفع کے پلہ سے ادا کی جائیگی۔

(و) حکومت اپنا فرض محسوس کرتے ہوئے اگر ادارہ کی امداد کرے تو اوس کی منظوری سے بھی انکار نہ ہوگا، بشرطیکہ تربیت گاہ کی پالیسی پر کوئی اثر نہ ہو۔

(ز) بجٹ کی باقی کمی، یا تربیت گاہ کی تعمیرات کے لیے بوقت ضرورت مجلس منتظمہ کی منظوری کے بعد عام چندہ بھی مسلمانوں سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

(۳) **وظائف تربیت یافتگان سیاسی تربیت گاہ**:۔ (الف) تربیت گاہ کے متعلمین کو ان کی صنعت کی اجرت کے بموجب وظیفہ دیا جائیگا۔ لیکن اگر یہ وظیفہ انکے اخراجات کے بموجب ہو تو صرف انکے مصارف کا تکفل ہوگا۔ ان کو نقد کچھ نہ دیا جائے گا۔ اور جیسے جیسے ان کی صنعت کی اجرت انکے وظیفہ کی مقدار سے بڑھتی رہے گی فاضل رقم انکو نقد ادا کی جادیگی۔

(ب) ہر متعلم کا ماہانہ خرچ یعنی کھانا، ناشتہ، کپڑا، آلات، کتب، دوا، روشنی، صفائی، دُھلائی حجامت وغیرہ کا خرچ ۱۰ ماہانہ قرار دیا جائیگا۔

(ج) ابتدا از چار ماہ تک اس وظیفہ کی متکفل خود تربیت گاہ ہوگی۔

(د) چار ماہ میں اختیار کردہ صنعت سے اسقدر واقفیت حاصل کرلینی ضروری ہوگی کہ کم از کم ۵؍ یومیہ اس کے چار گھنٹے کے کام کی اجرت ہوسکے۔

(ہ) اگر چار ماہ میں اسقدر دسترس حاصل نہ ہوسکی تو یہ بھی اسکے اخراج کی ایک وجہ بن سکتی ہے اور اگر اس کا باعث لاپروائی ہو تو خرچ کردہ رقم اس متعلم سے وصول کی جائے گی اور اگر ضرورت محسوس کی جائے تو اطمینان کے لئے داخلہ کے وقت زرِ ضمانت کا مطالبہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

(و) ہر داخلہ کے وقت اتنے ہی طلبہ کو لیا جاویگا جتنے کا تکفل عہ ماہانہ کے حساب سے تربیت گاہ کرسکے۔

(ز) مگر یہ کہ کوئی شخص چار ماہ تک اپنے مصارف کا خود متکفل ہو تو اوسکو داخل کیا جاسکتا ہے۔

(ح) جدید داخلہ سال میں دو مرتبہ ہوگا۔

دار الصنائع کمپنی لمیٹڈ:۔ (۱) مسلمانوں کی گھریلو صنعتوں کو محفوظ اور ترقی یافتہ کرنے اور ان میں مزید شوق اور دلچسپی پیدا کرنے کی غرض سے یہ کمپنی قائم کی جائیگی جس کے ساتھ ایک سیاسی تربیت گاہ ہوگی جس پر اس کمپنی کے نفع کا ۱/۴ صرف ہوگا۔ اور ان حصص کا پورا نفع صرف ہوگا جو تربیت گاہ کے لئے وقف ہوں۔

(۲) اس کمپنی کا سرمایہ سردست دس لاکھ روپیہ ہوگا۔ پھر اگر ڈائرکٹران کمپنی ضرورت سمجھیں تو اس سرمایہ میں زیادتی بھی کرسکتے ہیں۔

(۳) کمپنی کے سردست ایک لاکھ حصے ہوں گے ہر حصہ کی قیمت دس؁ روپیہ ہوگی۔

(۴) کم از کم دو ہزار حصص کی فروخت یعنی بیس ہزار روپیہ کی فراہمی پر کمپنی کا کام شروع کردیا جائیگا

(۵) کمپنی کے ماتحت سردست مندرجہ ذیل شعبے ہوں گے۔

پارچہ بافی۔ چرم سازی۔ اسلحہ سازی۔ نجاری۔ پریس۔ زراعت۔ ظروف سازی

(۶) جملہ دفعات کی تفصیل اسوقت بیکار ہے اسلئے آئینی اور دستوری دفعات کو چھوڑ کر صرف ان دفعات کو تحریر کردیا گیا جن سے اصل منشاء واضح ہوسکے امید ہے کہ ناظرین کرام جلد از جلد جواب کی طرف توجہ منعطف فرمائینگے۔

آمد

حضرت علامہ غازی محمد بن عبداللہ عرف علامہ منصور انصاری دامت برکاتہم:۔

[حضرت موصوف ہندوستان کے وہ مجاہد فرزند ہیں جو سیدنا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ العزیز کی تحریک انقلاب میں بلند پایہ روایات کے حامل ہیں اور اسی کی پاداش میں آجتک

ہندوستان کا داخلہ بند ہے۔ کابل میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور بس۔ } (محمد میاں)

عرض رائے } جواباً عرض ہے کہ "ضرورتیں" تو اول سے داعی عمل چلے آ رہے ہیں مگر کوئی ان کی دعوت منظور کرنے والا نہ تھا۔ اب کہ آپ نے اونہیں منظور فرمایا تو "تجویز" بھی صحیح سمجھا دی گئی۔ الحمد للہ مگر چونکہ جن تیار اور بیدار قوموں کے پہلو میں ہمیں زندہ رہنا ہے وہ تو اپنی تعمیری ضرورتیں کافی حد تک پوری کر چکی ہیں اور ایک ہم ہیں کہ اپنی تعمیر کی پوری فرصت ضائع کر کے اب بیدار ہوئے ہیں اسلئے ہم کو صرف قائد میں تجویز شایع کر کے مسئولیت سے نجات یاب نہ سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ ضرورت ہے کہ تنگ ترین وقت کے شایان شان اپنی تعمیری رفتار کو نہایت تیز فرمائیں۔

(۱) فوراً مجلس احباب سے ایک چندہ جمع کر کے چند مبلغ مناسب مقامات پر اسکیم کی تفہیم اور حصص کی فراہمی کے لئے روانہ فرمائیں۔

(۲) ابھی سے اس تربیت گاہ کی ایک مجلس منتظمہ اور مقام کا اعلان کر دیا جائے تاکہ امت مجلس کی اہمیت اور مقام کی مناسبت سے اسپر متوجہ ہو سکے۔ اس تجویز کو اسلامی جرائد میں زیادہ سے زیادہ نشر کرائیں۔ تاکہ امت وسط مطلع ہو سکے،

(۳) میں اپنے تمام رشتہ داروں، وطنداروں، دوستوں اور آشناؤں کی خدمت میں پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس مسیحائی کمپنی کے حصہ خود بھی زیادہ سے زیادہ خرید کریں اور اپنے حلقۂ اثر میں خریداری کرا کر خدا، ملک الناس کو راضی کریں۔

(۴) میں مسلمان بہترین کاریگروں کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ اپنے شاہنشاہ فطری اعلیحضرت الہی جل مجدہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایثار فرمائیں۔ اور اپنے انفرادی ذریعہ معاش کو ترک کر کے اس خدمت اجتماعی اسلامی کو ذریعہ معاش بنا دیں۔ وَفِی ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ "

حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی

"آپ نے دار الصنائع کی جو تجویز پیش فرمائی ہے کلی حیثیت سے مجھے اس سے اتفاق ہے علاوہ اور دوسری مصلحتوں کے جو آپ صاحبان کے سامنے ہیں یہ بات قابل ذہول نہیں کہ علماء کے حلقہ کے بقاء کے لیے پیشے کے مسئلہ سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ ضرورت ہے کہ مدرسی اور خطابت کے علاوہ انکے کچھ اور ذرائع معاش بھی پیدا کئے جائیں مجھے آئندہ کا ہندوستان بہت ڈراونا معلوم ہوتا ہے اگر مسلمانوں نے اپنے دینی اور اقتصادی نظام کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کی۔" (دار المصنفین ۔ فروری)

عالیجناب ڈاکٹر عبد العلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

"سیاسی تربیت گاہ اور دار الصنائع کمپنی کے متعلق جناب کی مرسلہ تجویز پہنچی میں نے اب غور سے پڑھا، میں اس سے پورے طور پر متفق ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے جب یہ کام شروع ہو تو مجھے مطلع فرمائیں اگر کوئی خدمت ہو سکے گی تو کوشش کروں گا۔

اس مسئلہ پر میں عرصہ دراز سے غور کرتا رہا ہوں، دار العلوم ندوہ میں ایک شعبہ صنائع کھولنے کا ارادہ تھا۔ اور اس سلسلہ میں مختلف صنائع کے امکانات پر غور کرتا رہا ہوں اور اسکے ماہرین سے مشورے بھی کرتا رہا ہوں اور بعض صنعتوں کے متعلق خصوصیت سے زیادہ تحقیق کی ہے جب موقع آئیگا تو اپنے خیالات پیش کروں گا۔ دار العلوم میں چند سالوں سے اقتصادیات و سیاسیات کی تعلیم ہوتی ہے آپ کے یہاں جب اس کا انتظام ہو اور ہماری خدمات کی ضرورت ہو تو ہم حاضر ہیں"۔

عالیجناب ڈاکٹر محمد اشرف صاحب پی ایچ ڈی سابق ڈیپارٹمنٹل سکرٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی

رسالہ قائد۔ متحدہ قومیت اور اسلام (مصنفہ شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب)

اور سیاسی تربیت گاہ کے متعلق بصیرت افروز مقالہ

"محترمی سلام مسنون

ابھی حال میں جناب نے کرم فرما کر رسالہ قائد کا ایک نمبر اور "اہم مشورہ" کی ایک کاپی مجھے ارسال فرمائی ہے اور میری رائے دریافت کی ہے میں ایسے موقع پر اپنے آپ کو بڑا بے بس اور مجبور پاتا ہوں اس سے قبل دیوبند سے ایک کرم فرمانے حضرت مولانا حسین احمد صاحب قبلہ کا نیا رسالہ "قومیت اور اسلام" بھیجکر اور رائے دریافت فرماکر مجھے بڑا پشیمان کیا اور میں عمداً خاموش رہا مگر اس موقع پر میرے لئے سکوت مشکل ہے

محترمی! یہ آپکی بندہ پروری ہے کہ آپ مجھے قابل اعتنا تصور فرماتے ہیں مگر یہ واقعہ ہے کہ ان امور میں میری رائے قابل وقعت نہیں ہو سکتی مثلاً حضرت مولانا کے رسالہ میں قومیت کی بحث از روئے شرع اسلام ہے میں اسپر کیا رائے دے سکتا ہوں۔ یہ جسارت بے ادبی کی حدود میں آجاتی ہے۔ جب ڈاکٹر اقبال نے اس سلسلہ میں اپنا مکتوب "احسان" میں شائع کیا مجھے اس کا فوراً اندازہ ہو گیا کہ مرحوم جس طرح خود بعض ذومعنی اور خالی از معنی الفاظ اور اصطلاحات سے مرعوب تھے اسی طرح عام مسلمانوں کو بھی مرعوب کرنا چاہتے تھے، مرحوم و مغفور نے جس انداز سے اسلام کے متعلق بحث کی تھی

وہ عام مسلمان اورخصوصاً پنجاب کے اتحاد اسلامی کے دعویداروں کے لئے تو دلیل ہو سکتی تھی لیکن عامۃ المسلمین کے موجودہ مسائل کے حل کرنے سے قطعاً قاصر تھی۔ اور میرا ذہن معاً اس طرف گیا کہ یہ محترم شاعر ملت فقہ کی تاریخی ضرورت سے بیخبر ہو کر تفقہ فی الدین کے جذبہ سے محروم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ہم قومیت کے سوال پر آج اس قسم کی خالصاً نظری بلکہ تصوری دلیلوں سے کام لیں تو تاریخی لحاظ سے مسلمان خوارج کے انتشار انگیز جذبات سے آگے ترقی نہیں کرسکتے تھے۔ لیکن جہاں شعرا اور منتشر مزاج لوگ ناکام رہے۔ فقہائے اسلام نے صدیوں تک اسلامی نظام کو زندہ رکھا اور دنیا کی ترقی اور انسانی سماج کی برتری کا موجب بنادیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی علامہ اقبال مرحوم اور حضرت مولانا میں وہی فرق ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیز اور انکے معترض خوارج میں تھا۔ ممکن ہے جذبات خوارج کے صحیح ہوں لیکن اسلام اور مسلمانوں کو ضرورت خلیفۂ وقت کی تھی۔ انتہائی مسرت کا مقام ہے کہ آپنے رسالہ میں حضرت مولانا نے شرعی پہلو واضح فرماکر ہمیں اس حقیقت کے ذہن نشین کرنے کا موقعہ دیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے اجتماعی اور سماجی مسائل کے حل کرنے کیلئے آج بھی شیخین اور حضرت امام ابوحنیفہ کے صحیح جانشین تفقہ فی الدین سے خالی نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ اسلامی تاریخ کے ترقی پسند نظریوں اور نظام شریعت کی عملی صلاحیت میں ایک تواتر پایا جاتا ہے۔ مجھے یقینی اس بات سے دلی اور روحانی خوشی ہوئی کہ ایک عالم دین دنیوی علوم کے ماہروں کے مقابلہ میں انقلاب اور ترقی کی بنیادوں، صحیح فطری تقاضوں اور منشائے اسلام کو بہتر سمجھتا ہے اور اس مبحث پر یہ بات حضرت مولانا کی تصنیف کے ایک ایک ورق سے مترشح ہوتی ہے۔

یہی کیفیت آپکے رسالہ کی ہے، مجھ جیسے سیاست والے کیلئے یہ بہت زیادہ مذہبی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ مذہبی حلقوں میں اسکی قدر و قیمت کا صحیح احساس ہوگا۔ مینے مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر اسکی تعریف عالمان دین سے سنی ہے اور میں اس سے اندازہ کرتا ہوں کہ جناب "قائد" کی وساطت سے کس قدر بیش قیمت خدمت ملک و ملت کی انجام دے رہے ہیں۔ میں ذاتی طور سے یہ گزارش کرونگا کہ منجملہ دوسرے مباحث کے آپ سوشلزم کے عقائد اور تاریخ و فلسفہ سے بھی اپنے پڑھنے والوں کو روشناس کرائیں اسلیے کہ سوشلزم کی بحث ایک عملی حیثیت اور ایک سیاسی جماعت اور پروگرام کی شکل اختیار کر گئی ہے اور اب اس سوال پر خوف اور دہشت یا بدگمانی کی نگاہ سے زیادہ دن نہیں دیکھا جاسکتا۔ عام تحریک اشتراکیت سے آگے بڑھکر میں چاہتا ہوں کہ علمائے کرام کارل مارکس کے فلسفہ کا بغور مطالعہ فرمادیں۔ جو ایک جامع تعلیمات

(تمدن اسلامی کی شاندار روایات قائم کرسکتے ہیں)

کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے، یعنی اسکا بیک وقت فلسفہ، سائنس، تاریخ، نظام حکومت اور فن انقلاب سے یکساں تعلق ہے۔ بدنصیبی سے ابتک سوشلزم اور مارکسزم کی گفتگو خالصًا متعصب اور بسا اوقات بے خبر لوگوں کی وساطت سے ہوئی ہے۔ سنجیدگی سے غور کرنے کا مستحق علماء کا طبقہ اور ان کی علمی روایات ہوسکتی ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم حضرت شیخ الہند اور مولانا فخر الدین صاحب کی تجاویز سیاسی تربیت گاہ اور دار الصنائع کے متعلق ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تجاویز ابھی خاکہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور جذبات و تفصیلات سے بحث نہیں کرتیں۔ اس اعتبار سے نہایت مبارک اور ضروری ہیں بلکہ میرا خیال ہے کہ بہت دیر میں ذہن ادہر منتقل ہوا۔ قابل غور یہ چیز ہے کہ دار الصنائع تجارتی اعتبار سے کامیاب ہوگا یا نہیں۔ اسپر میں یا آپ نہیں بلکہ ماہر رائے دینگے۔ البتہ دیال باغ اور دوسرے تجربے ہمت افزائی ضرور کرتے ہیں۔ ابھی نصاب مرتب کرنے کا وقت نہیں آیا ورنہ میں دوسری اور تجاویز بھی پیش کرتا۔ بہرنوع میں سیاسی تربیت گاہ کا حامی اور مؤید ہی نہیں بلکہ اسکے لیے بے چین ہوں۔ چونکہ میرا یہ عقیدہ ہوگیا ہے کہ ہندوستان کے آئیندہ پر پیچ سیاسی اور اقتصادی مسائل کا حل محض عقیدت یا جاہلانہ شخصیت پرستی سے نہیں ہوسکتا۔ جو وبائی حیثیت سے ہمارے وطن میں پھیلتی جاتی ہیں جس طرح پرشعور سامراجی حکمران اور سرمایہ دار اپنے نقطۂ نگاہ کو جانتے ہیں ہم چھوٹی حیثیت کے لوگوں کو بھی اپنے اقتصادی مطالبات اور اسکے ذرائع حصول پر خالی الذہن ہوکر علم کی روشنی میں سوچنا چاہیئے۔ آج سیاست ہی نہیں بلکہ خود انقلاب بھی ایک علم اور ایک مرتب فن ہے اور دنیا کے ساتھ ہم بھی اتحاد اسلامی اور اتحاد عرب یا "ایک سال کے سوراج،، سے بہت دور آگئے ہیں۔ کاش مسلمان کوئی ایسی درسگاہ تحریک خلافت کے ساتھ بنا لیتے تو ابتک انقلاب کا ہو جانا یا کم از کم مفسدانہ تحریکات اور اصلاح پسندی کا مکمل انسداد عجوبات سے نہ تھا۔ بہرحال اب بھی وقت ہے۔" والسلام

مولانا شاہ زماں صاحب گلی ۳۷ رنگون برما۔

"سیاسی تربیت گاہ کے متعلق حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب کا اسم گرامی ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ اسکیم مسلمانوں کے لئے سیاسی اعتبار سے مفید ہے۔ اس قسم کے ادارہ کی مسلمانوں کے لئے بیحد ضرورت تھی۔"

فدا رقوم حضرت مولانا شکر اللہ صاحب مہتمم مدرسہ احیار العلوم مبارکپور ضلع اعظم گڈھ

"دار الصنائع و سیاسی تربیت گاہ ہر قرن میں بالخصوص موجودہ دور انقلاب میں مسلمانان عالم کے لیئے بیحد ضروری و لازم ہے۔ اسپر عمل پیرا نہ ہونے سے مسلمانوں کو جو نقصانات پہونچے ہیں اور پہنچ رہے ہیں ان کا تصور بھی مشکل ہے اسکے بغیر کسی قوم کا عزت و حرارت کی زندگی بسر کرنا مشکل ہے کہ اس کے اندر زندگی کا راز مضمر ہے۔ مسلمانوں میں جو تعطل و جمود پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے دفعیہ کیلئے یہ کیمیا ہے۔ میں تہ دل سے اس کی زبردست تائید کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائیں کہ جلد از جلد اسپر عمل پیرا ہو کر اسکو معراج ترقی پر پہونچاویں تاکہ عزت و شجاعت کی زندگی بسر کر سکیں وما ذلک علی اللہ بعزیز"

مولانا حافظ منفعت علی صاحب منگلور ضلع سہارنپور

"سیاسی تربیت گاہ کے متعلق آپ جمیع اکابرین امت نے جو تجویز شائع فرمائی ہے یقیناً مسلمانان عالم کے عموماً اور مسلمانانِ ہند کیلئے خصوصاً نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوگی"

"بہبودی ملت کے لیئے ہم اس تجویز کو از بس ضروری تصور کرتے ہیں۔ امر بالمعروف اور اعلاء کلمۃ اللہ سیاسی اقتدار کے بغیر ممکن نہیں اور اسی اقتدار کے حصول پر صحیح معنے میں غیر اللہ سے استغنا ہو سکتا ہے اس تجویز کی کامیابی پر علماء کرام کے لیئے سیاسی اقتدار حاصل کرنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی"

۱۔ (مولانا) عبد اللطیف (صاحب) چاٹگامی فاضل جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
۲۔ (مولانا) عبد الباری (صاحب) چاٹگامی ۳۔ (مولانا) خلیل الرحمٰن (صاحب) چاٹگامی
۴۔ (مولانا) رشید احمد (صاحب) چاٹگامی ۵۔ (مولانا) سلطان احمد (صاحب) کالی پوری۔
۶۔ (مولانا) سلطان احمد (صاحب) راجہ کہارطی۔ (مولانا) عبد العزیز صاحب چاٹگامی

مولانا عبد الرحمٰن صاحب مدرسہ وارث العلوم چھپرہ

"سیاسی تربیت گاہ اور دار الصنائع کمپنی کی تجویز نہایت مناسب اور قوم کے لیئے ایک مفید خدمت ہوگی۔ اس سے مجھے پورا اتفاق ہے۔"

مولانا محمد بلال صاحب ناظم جمعیتہ علماء ضلع بھاگلپور ناتھ نگر

"جن بلند پایہ خیالات کے پیش نظر اس نقشہ کی ترتیب دیگئی ہے یقیناً ہر طرح قابل اعتماد اور اسلامی دنیا کیلئے بیحد مفید ہے بالخصوص علمائے ہندوستان اور انقلابی دور میں اس نوعیت کی سیاسی تربیت گاہ اور دارالصنائع کا ہونا لازمی ہے ہر وہ مسلمان جو حقیقی معنے میں مذہبی زندگی کا خواہشمند ہے اس کا فرض ہے کہ اس کی ہر طرح حمایت کرے اسکی تقویت و استحکام میں پورا حصہ لے"

مولانا عبدالرحمٰن صاحب قاسمی سلہٹی فاضل دیوبند انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

"یہ وقت کا ایک اہم فریضہ ہے جس کی طرف ہمارے بزرگوں نے توجہ فرمائی ہے۔ ملت اسلامیہ ہند بہ خصوصاً علماء کرام کی سیاسی اصلاح و تربیت کی یہ بہترین تجویز ہے"

مولانا محمد شفیع صاحب صدیقی دیوبندی صدر مدرس بیت العلوم مالیگاؤں

"دارالصنائع و تربیت گاہ کے قیام کی تجویز نہایت بہتر و مبارک ہے اور میں آپکی تجاویز سے حرف بہ حرف متفق ہوں"

جناب محمد عبدالسبحان صاحب حیدر آبادی از لاہور

"مدت سے یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ علماء کی آزادی رائے مسلوب ہوتی چلی جارہی ہے۔ لہذا اوقات اونہیں خلاف ضمیر بولنے پر بھی مجبور ہونا پڑ رہا ہے یہ کیوں؟ کیا اسلئے کہ حق و باطل میں امتیاز نہیں کرسکتے۔ نہیں یہ سب صرف اسلئے ہو رہا ہے کہ ان کے پاس کسب معاش کے ذرائع نہیں ہیں بنا بریں اس کی شدید احتیاج ہے کہ انہیں دست سوال دراز کرنے کا موقعہ نہ آنے دیں اور ان میں ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنے پیر پر آپ کھڑا رہنے کی مستقل صلاحیت پیدا کردیں تاکہ آزادانہ قوم کی بے لاگ رہنمائی کرسکیں۔ اس لئے اس کی شدید ضرورت ہے کہ اس ضرورت کو پورا کرنے والا کوئی مستحکم مستقل مرکزی ادارہ قائم ہو جس کے منہاج اور منوال پر اور ادارے بھی چل سکیں۔ اس سے بہتر تعمیر ملت کا کوئی کام نہیں۔ جہانتک ہوسکے جلد از جلد اس اسکیم کو کامیاب بنانا چاہیئے"

"سیاسی تربیت گاہ اور دار الصنائع کمپنی لمیٹیڈ کے قیام کی تجویز و تشکیل کا جو خاکہ سرسری طور پر پیش کیا گیا ہے نہایت ہی اہم ہے۔ اس کی اہمیت کا انکار روز روشن میں آفتاب کا انکار ہے میں اس تجویز کی پر زور تائید کرتا ہوں اور اسکو عملی جامہ پہنانے کی اپیل کرتا ہوں"

(مولانا) محمد غنی (صاحب) مدرس مدرسہ محمودیہ سمریا ڈاکخانہ چمپانگر

(مولانا) محمد عبد الحمید (صاحب) مدرس مدرسہ محمودیہ سمریا ڈاکخانہ چمپانگر

(مولانا) محمد عبد الجبار (صاحب) ساکن موضع سمریا ضلع بھاگلپور

(مولانا) دیانت احمد (صاحب) مدرس مدرسہ محمودیہ سمریا ڈاکخانہ چمپانگر

(مولانا) محمد یامین (صاحب) مراد آبادی مدرس مدرسہ عربیہ عبد اللہ پور۔ لائل پور۔

نظام حکومت اور مذہب

از :۔ مولانا محمد طیب صاحب کٹکی، رکن جمعیتہ علماء ہند

دُنیا میں ملوکیت اور شاہنشاہیت کے دیوتا کی موت کے بعد مختلف اقسام کے نظام حکومت رائج ہو گئے، کہیں جمہوریت، کہیں فسطائیت، کہیں اشتراکیت غرض ہر ملک اور ہر قوم کا نظام حکومت مختلف طریق حکمرانی جداگانہ شاہنشاہیت کے بعد دنیا کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ آئندہ طریق حکمرانی عوام کے رجحانات اور خیالات کو مد نظر رکھکر ہوگا۔ اور عوام ہی کے اشاروں سے حکومت چلے گی بدقسمتی سے شاہنشاہیت کے اثرات کچھ برسوں اور صدیوں کے تو تھے نہیں جو جلد ہی فنا ہو جاتے شاہنشاہیت ہزاروں اور لاکھوں برس کا نظام حکومت تھا۔ جو دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلا ہوا تھا بہرحال اسکے اثرات کے زائل ہونے کے لئے بھی برسوں اور صدیوں کی ضرورت ہے

شاہنشاہیت نے جو اپنے مرنے کے بعد اپنا وارث اور جانشین دنیا میں چھوڑا ہے وہ آج تمام عالم میں فسطائیت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جو تقریباً ایکدوسرے سے ملتا جلتا نظام حکومت ہے۔ امپیریلزم اور فاسزم کے اندر صرف اتنا فرق ہے کہ فاسطی نظام کو چلانے کیلئے اسکا ڈکٹیٹر عوام کا منتخب شدہ ہوتا ہے اور ایک معین مدت کے لیے سارے ملک کے سیاہ و سفید کا مالک ہوتا ہے وہ نہ کسی پارلیمنٹ کے اور نہ اسمبلی کے سامنے اپنے کردار کے متعلق جواب دہ ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے کوئی بازپرس کرنے کا حق رکھتا ہے۔

رہا امپیریلزم سو وہ ایک الیسا مرحوم دیوتا تھا جو صرف اپنی طاقت کے بوتے پر حکمرانی کر سکتا تھا۔ نہ کوئی اس سے بازپرس کر سکتا تھا نہ وہ کسی کو جواب دینے کا ذمہ دار تھا۔ شاہنشاہی نظام کو چلانے کے لیئے نہ کبھی وہ منتخب ہوتا اور نہ کوئی اسکو منتخب کرتا۔

یہ تو ایک یقینی امر ہے کہ شاہنشاہیت کا یہ معصوم سپوت بھی بہت جلد فنا کے گھاٹ اتر جائیگا اور دُنیا کی مفلس عوام اسکی فنا کو اپنے لئے باعث بقا تصور کریگی مگر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

آخر وہ کونسا ایسا نظام حکومت ہوگا جو ملک کے تمام باشندوں کی فلاح اور بہبود کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے بجز براہ راست مشاہدہ کے طور پر تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ امپیریلزم اور فاسزم یقینی طور پر عوام کے لئے مفید نہیں ہوسکتے۔

(۲): اب رہجاتا ہے نظام حکومت کا تیسرا طریقہ جسکو جمہوریت حکومت عامہ اور ڈیموکریسی سے تعبیر کرتے ہیں جسکو ایک پارلیمنٹ یا اسمبلی چلانیکی ذمہ دار ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ اور اسمبلی میں وہ لوگ ہوتے ہیں جو عوام کے منتخب شدہ نمایندہ ہوتے ہیں جنکو ہر بالغ اپنی رائے دیکر اسمبلی میں بھیجتا ہے (ایسے رائے دہندے نہیں جیسا کہ ہندوستان کے رائے دہندے آجکل ہیں جن کا معیار رائے دہندگی بالکل محدود ہے۔ میرا مطلب ان رائے دہندوں اور اسمبلیوں اور پارلیمنٹوں سے ہے جو امریکہ اور فرانس کی ہیں جو صحیح طور پر ڈیموکریسی کے نظام کو چلاتی ہیں) وہ اسمبلی صدارت اور وزارت کے ذریعہ ملک کے نظام کو چلاتی ہیں۔ جن کی میعاد متعین ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ اس متعینہ میعاد کے دوران میں یہ اسمبلی یا پارلیمنٹ عوام کے رجحانات کے خلاف نظام چلاتی ہے تو دوسری مرتبہ عام رائے دہندے اس سے بددل ہوجاتے ہیں اور جدید اسمبلی میں اپنے مفید مطلب نمایندے بھیجنے کی کوشش کرتے ہیں ہر حال یہ طریقہ اپنے نظام کے اعتبار سے عوام کے لئے مفید ہوسکتا ہے مگر ساتھ ہی یہ دیکھنا پڑے گا۔ کہ اس جمہوری نظام سے غریب عوام کو ابتک کچھ فائدہ پہنچا یا نہیں

نظام حکومت کا سب سے بڑا اور اہم عنصر یہ ہے کہ عام ملک کے باشندوں کی اقتصادی بدحالی دور ہو لوگ خوشحال ہوں اور واقعی جمہوریت کے معنے بھی یہی ہیں مگر ہوا کیا؟ ....

ہوا یہ کہ دنیا کو معلوم ہوگیا کہ اسمبلی اور پارلیمنٹ کی نمایندگی اوس کی جس کا سرمایہ۔ قانون اسکا جس کی طاقت دنیا کی نادار اور مفلس عوام نہ تو اسمبلی اور پارلیمنٹ کی نمایندگی کے لئے کھڑی ہوسکتی ہے اور نہ کامیاب ہوسکتی ہے اور نہ اسکے مفید مطلب قانون بن سکتا ہے جمہوری نظام سے اتنا تو ضرور فائدہ ہوا کہ سرمایہ ایک کے قبضہ سے نکلکر چند آدمیوں کے پاس پہنچ گیا کل جس سرمایہ کا صرف ایک ہی شخص مختار کل تھا وہ آج چند شخصیتوں پر تقسیم ہوگیا۔ مگر کیا ان چند آدمیوں کے سرمایہ سے دنیا کے عام لوگوں کو بھی کچھ فائدہ پہنچا ہے جس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ عام لوگ آج بھی اسی جگہ ہیں جہاں آج سے ہزاروں برس پہلے تھے۔ انہوں نے اپنی جدوجہد سے شاہنشاہیت کے مستحکم قلعہ کو اس امید پر مسمار کیا تھا کہ ہمارا افلاس دور ہو، ہماری غریبی رفع ہو اور ملک کا سرمایہ صرف ایک ہی کی ملکیت بنکر نہ رہجائے۔ ان کی اس کامیابی سے انہیں لوگوں نے فایدہ حاصل کیا جو آج بڑے

بڑے مل کے مالک اور ساہوکار کہلاتے ہیں۔ ساتھ ہی دنیا کے لوگ صرف اسی جمہوریت کی بدولت فرقہ وارانہ جماعت بازی میں مبتلا ہو گئے جس سے ان مخصوص سرمایہ داروں اور ساہوکاروں کا تو کچھ بگڑا نہیں ہاں دنیا کے غریب عوام اس جنگ میں کچلے گئے۔ اور برباد ہوئے۔ دنیا کے یہ مٹھی بھر سرمایہ دار اسمبلی اور پارلیمنٹ کی نمائندگی حاصل کرنے کے لئے کہیں مذہبی تفریق پیدا کرتے ہیں کہیں جماعتی تعصب کی آگ دہکاتے ہیں کہیں نام نہاد قومیت کو اجاگر کرتے ہیں جس سے غیر تعلیم یافتہ غریب عوام اس کشمکش میں تباہ ہو جاتے ہیں۔

(۳) :- جہاں تک نظام جمہوری کا تعلق تھا۔ وہ بھی دنیا کے عام لوگوں کی زندگی کو اس قابل نہ بنا سکا جس کی اسے توقع تھی۔ اور جس کی امید میں نادار عوام نے نظام شاہنشاہی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اس بغاوت اور تبدیلی سے جن لوگوں کو فائدہ پہنچا اس سے دنیا ناواقف نہیں ہے۔

اب ہمارے سامنے ایک چوتھا نظام حکومت ہے جسکو عام اصطلاح میں سوشلزم اور اشتراکیت سوویٹ نظام حکومت اور پنچایتی نظام حکومت کہتے ہیں۔ جو ان تمام مذکورہ بالا نظام سے بالکل مختلف ہے جو ایک قسم کی جمہوریت ہی ہے مگر نظام میں اختلاف ہے جمہوریت میں تو عام نمائندگی مذہبی عقیدے اور قومیت کے لحاظ سے ہوتی ہے اور ملک کے باشندوں کی تقسیم بھی اسی عنوان پر ہوتی ہے سوویٹ نظام ملک کی تقسیم یا نمائندگی کا انحصار قومیت اور عقیدے پر نہیں کرتا۔ بلکہ پیشے کے اعتبار سے پنچایتی طور پر تقسیم کرتا ہے ہر عقیدے اور ہر مذہب کا آدمی اپنے پیشے کے اعتبار سے اس پنچایت میں شریک ہوگا۔ اور انہیں پنچایتوں کے ذریعہ اسمبلی اور کونسلوں کی نمائندگی ہوگی۔ وہی اسمبلی ملک کی تمام فرموں اور کمپنیوں اور زراعتوں کے چلانے کی ذمہ دار ہوگی۔ ہر پیشے کا ہر فرد اسمبلی اور پنچایت کا ملازم ہوگا وہ پنچایت بلا لحاظ عقیدے اور مذہب کے ملک کے ہر باشندے کی تمام ضروریات زندگی کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔ ملک کا ہر فرد حکومت کے مقرر کردہ اوقات پر کام کریگا

پنچایتی حکومت اس امر کی ذمہ دار ہوگی کہ ہر شخص کو اس کی اہلیت کے مطابق کام دے اور پیداوار کی تقسیم ملک کے ہر باشندے پر مساویانہ طور پر کرے۔ پنچایتی حکومت اس امر کی بھی ذمہ دار ہوگی کہ ملک کے تمام فرقوں اور قوموں کے بچوں کی تعلیم کا بندوبست کرے۔ اور اس کا یہ بھی فرض ہوگا کہ ملک کے بوڑھے اور بیواؤں کا وظیفہ حکومت کی طرف سے مقرر کرے۔

اشتراکی نظام حکومت کی یہ طبقہ وارانہ تقسیم اور نمائندگی بہ نسبت اور مذکورہ نظاموں کے ملک کے باشندوں کو امن وچین کی زندگی گزارنے کا موقعہ دے گا۔ اسلئے کہ عام لوگوں کی اقتصادی بدحالی

واقعی طور پر اسی وقت دور ہو سکتی ہے کہ ملک کا سرمایہ ایک یا چند اشخاص کے قبضہ میں نہ ہو۔

(۴):۔ اگر ان مذکورہ حکومتی نظاموں کو مذہبی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائیگا تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام نظام دنیا کے کسی بھی مذہب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ اور نہ کسی مذہب کے اخذ کردہ ہیں چاہے وہ شاہنشاہیت ہو یا اشتراکیت مطلقیت ہو یا جمہوریت۔ نہ تو انکا تعلق عیسوی مذہب سے ہے نہ موسوی مذہب سے نہ اسلامی مذہب سے ہے نہ ہندو مذہب سے یہ سارے کا سارا نظام ترقی یافتہ یورپ کے مخترعات ہیں مگر ہاں یہ ضرور دیکھنا پڑیگا کہ انمیں بعض نظام ایسے بھی ہیں۔ جو دنیا کی قوموں کے مذہبی عقیدوں کو ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے ہیں۔ فرض کر لیجیے کہ کسی ملک میں مختلف قسم کے مذہبی عقیدے کے لوگ بستے ہوں اور وہاں پر طریق حکمرانی شاہنشاہیت ہو تو حکمران ہمیشہ اس تگ و دو میں لگا رہتا ہے کہ کسی صورت سے مختلف العقائد لوگوں میں ٹکر ہوتی رہے تاکہ شاہنشاہی نظام کو اور زیادہ ملک کے باشندوں پر سخت کر دیا جائے۔

اسی صورت سے جمہوری نظام میں یہ علت ایک دوسرا جو لابدلکر نمودار ہوئی ہے ملک میں ایسے ایسے سرمایہ دار اور اقتدار کے بھوکے مذہبی منافرت پھیلاکر ہمیشہ اپنا الو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ جس کا تجربہ ہندوستان کے باشندے بہت کچھ کر چکے ہیں۔ اور کرتے رہینگے۔

بہرحال ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس وقت تک دنیا میں جتنے نظام چلے یا چل رہے ہیں ان کو مذہب سے کیا تعلق رہا اور کیا تعلق ہے۔ تاریخ بیں حضرات کو اس کا علم ہوگا کہ بڑی سے بڑی جابر شاہنشاہیتیں بھی اپنے ملک میں مختلف مذاہب کے رسم و رواج کو حکومت کے زور سے فنا نہ کر سکیں جب کبھی ان کے سامنے یہ سوال پیدا ہوا تو ہمیشہ شاہنشاہیتوں کی طرف سے اس امر کا اعلان کیا گیا کہ طریق حکمرانی سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ بادشاہ وقت کا کوئی نہ کوئی مذہب ضرور ہوتا تھا۔ مگر جب حکومت کی مسند پر جلوہ افروز ہوتا تو اوسکی نگاہ میں ملک کا ہر فرد چاہے وہ کسی بھی عقیدے اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو مساویانہ سلوک کا مستحق ہوتا تھا۔

اسی طرح پر جمہوریت بھی ہے اگرچہ اس نظام کو اس صورت سے نہیں چلایا جاتا جیسا کہ اسکو چلانا چاہیے تھا۔ ہر ایک جمہوریت باوجودیکہ بار بار یہ اعلان کرتی ہے کہ ملک کا ہر باشندہ چاہے وہ کسی عقیدے اور مذہب کا پابند ہو حکومت کی نگاہ میں برابر ہے۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ برسر اقتدار پارٹیاں اور جماعتیں ایک مخصوص طبقہ کو فائدہ پہونچانے میں مصروف نظر آتی ہیں۔ جن پارٹیوں اور جن طبقہ اور عقیدے کے لوگوں نے ان کو حکومت کی مسند پر بٹھایا تھا۔ بمقابلہ ان تمام نظام کے جو تمام

زخشوں کو یکسر مٹا دیتا ہے۔ جس کو اشتراکی نظام حکومت کہتے ہیں جس میں ہر شخص اپنے مخصوص عقائد اور مراسم کے لحاظ سے آزاد ہوگا۔ نہ کوئی کسی کے مذہبی تعصب کو برانگیختہ کرنے کی ضرورت محسوس کریگا۔ اور نہ کوئی فرقہ دار نہ منافرت پھیلا کر اپنا الو سیدھا کر سکیگا۔ بہرحال اس مختصر سی جگہ میں اس بحث کو طول نہیں دیا جا سکا۔ ورنہ اس کا ہر ایک جز ایک مستقل عنوان تھا۔"

میرا کام

(از جناب محمد سلمان صاحب آسی القاسمی)

اگر مظلوم کے حق کو دلا دینا بغاوت ہے
اگر غفلت کے مارے کو جگا دینا بغاوت ہے
ستمرانی کی طغیانی گھٹا دینا بغاوت ہے
کسی ظالم کی گردن کو جھکا دینا بغاوت ہے

یہی ہے گر بغاوت تو بغاوت کام ہے میرا

کسی انسان کی ذاتی حرارت کو بیان کرنا
کسی کی واقعی فطری جسارت کو بیاں کرنا
کسی خونخوار کی قلبی قساوت کو بیاں کرنا
بغاوت ہے اگر آسی عدالت کو بیاں کرنا

یہی ہے گر بغاوت تو بغاوت کام ہے میرا

اگر احوال سرحد اور فلسطین کا بتا دینا
کہانی ہو بلا مظلوم کی اٹھکر سنا دینا
اگر جلیان والے باغ کا منظر دکھا دینا
بغاوت ہے کسی تصویر کا پیکر دکھا دینا

یہی ہے گر بغاوت تو بغاوت کام ہے میرا

بغاوت ہے اگر بنیاد باطل کی ہلا دینا
بغاوت ہے اگر سرکش کی سطوت کو مٹا دینا
بغاوت ہے اگر اسباق حق گوئی سکھا دینا
بغاوت ہے اگر انسان کو انساں بنا دینا

یہی ہے گر بغاوت تو بغاوت کام ہے میرا

اخلاقی افسانہ

از جناب منشی سید شمیم الحسن صاحب زیدی آرٹسٹ

ادائیں فطرت کی ہوشربا سحر کاریاں، مناظر قدرت کی جانفزا اداکاریاں اگرچہ کسی نسبت دلبند، جبل و وادی، دشت و صحرا کے لئے مخصوص نہیں ہیں اس کی رنگین شعریت جس طرح کشمیر کے لالہ زاروں میں مترنم ہے اسی طرح اسکا پرکیف ساز افریقہ کے تپتے ہوئے ریگستانوں میں ہم آہنگ ہے اس کی دلربائیاں جس طرح وادی نیل کے سرسبز دامن پر کھیلا کرتی ہیں اسی طرح اس کی دلنوازیاں ہمالیہ کی برف پوش چٹانوں پر گلکاریوں کی شکل میں نظر آتی ہیں۔

مگر جنت ارضی، معمورۂ حیات بمبئی کے اپالو بندر پر موسم گرما کی اس قرمزی شام کے دلفریب نظارہ کا مقابلہ دنیا کی بڑی سے بڑی رومانیت نہیں کرسکتی، جبکہ ابر کے ہلکے سے چھینٹے نسیم کے نکہت آمیز جھونکوں کے ساتھ ملکر فضائے بسیط کی خاموش اور ساکن سطح کو سراپا شعر اور سرتاپا ترنم بنا دیا ہو۔

یوں تو بمبئی کا ہر ہر گوشہ آبادی کی ایک دنیا ہے مگر اپالو بندر کی چہل پہل اور وہاں کی قیامت خیز خرام آفرینیاں ایک لمحہ کے لئے واعظ کی آسمانی جنت کا ایک دھندلا سا خاکہ پیش کردیتی ہے۔ اسی محشرستان انسانیت کے مشرقی حصہ میں بمبئی کے مشہور تاجر سیٹھ ابراہیم یوسف کی ایک عالیشان فلک نما کوٹھی ہے جو بیسویں صدی کے طرز تعمیر کا ایک بہترین شاہکار ہے اور اسکے نقش و نگار آرٹ کا ایک مکمل نمونہ سمجھا جاتا ہے۔

سیٹھ ابراہیم کا اصلی وطن سورت ہے مگر تجارتی سلسلہ کی وجہ سے ایک مدت سے بمبئی کو وطن بنالیا ہے۔ سیٹھ صاحب کا شمار بمبئی کے بڑے دولتمندوں میں کیا جاتا ہے۔ بمبئی کے علاوہ کلکتہ، رنگون، مدراس، عدن اور سنگاپور میں انکی تجارتی کوٹھیاں ہیں۔ باوجود اس قدر دولت و ثروت کے نہایت بااخلاق، متدین وضعدار، روشن خیال بزرگ ہیں۔ سیٹھ صاحب کی آخر عمر کا سہارا ان کا اکلوتا بائیس سالہ نوجوان فرزند ہے جس کا اصلی نام تو نور محمد ہے مگر وہ اسکو گورا بابا کہا کرتے ہیں۔ نور محمد نے مدراس یونیورسٹی سے ایم اے کیا ہے اور مشرقی علوم کی تکمیل ہندوستان کے مشہور دارالعلوم دیوبند میں کی ہے۔ باپ کی طرح

بیٹا بھی نہایت متواضع، خلیق، مضبوط کیرکٹر اور پاکیزہ خیالات کا انسان ہے جو اپنے تجارتی مشاغل کے ساتھ بمبئی کارپوریشن کے ہیرو کے فرائض نہایت بیدار مغزی سے انجام دیتا ہے قومی اور ملکی تحریکات کے سلسلہ میں ہمیشہ نمایاں خدمات انجام دی ہیں لیکن اسکا دلچسپ مشغلہ کتب بینی ہے۔

نور محمد اس وقت اپنی برقی قمقموں سے جگمگاتی ہوئی کوٹھی کے ریڈنگ روم میں کسی اخلاقی کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہے۔ یکایک کوٹھی کے احاطہ میں ایک کار آکر رکتی ہے خدمتگار ایک ملاقاتی کارڈ لئے ہوئے دارالمطالعہ میں داخل ہوتا ہے۔ اسکے پیچھے پیچھے ایک نوجوان موٹر سے اتر کر اپنے مرتعش ہلکے ہلکے قدموں سے آہستہ آہستہ ایک مختصر سے زینے کو بدشواری طے کرکے ریڈنگ روم کے باہر آکر کھڑا ہو جاتا ہے مسٹر نور محمد ریڈنگ روم سے نکلکر آنے والے نوجوان کا نہایت گرمجوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں اور ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے ایک نہایت شاندار و آراستہ کمرہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ دیر تک کمرہ میں خاموشی طاری رہتی ہے آخر اس خاموشی کو نور محمد اس طرح توڑتے ہیں:۔

نور محمد:۔ کہیئے مسٹر سلیمان آج تو آپ نے بہت دنوں میں ادہر کا قصد کیا، کیا آج آپکو اپنے دل پسند مشاغل سے چھٹی مل گئی، یا راستہ بھول کر اس طرف آنکلے۔

"سلیمان اشرف" جو اپنی خمار آلو نظریں سامنے والے پردے پر جمائے ہوئے کسی گہرے خیال میں ڈوبا ہوا تھا یکایک چونک پڑا اور اپنے غیر مربوط جملوں پر زور دیتے ہوئے بولا:۔

سلیمان اشرف:۔ ارادہ تو کئی روز سے تھا مگر موقع نہیں ملتا تھا۔ آج بھی ایک ضرورت سے حاضر ہوا ہوں"

نور محمد:۔ خیر تو ہے اور بضرورت تشریف آوری بہر حال میں تعمیل ارشاد کی حتی الوسع کوشش کرونگا"

سلیمان اشرف:۔ جی ہاں میں اسوقت ایک بڑی اور اہم ضرورت سے آپکے پاس آیا ہوں، مجھے پوری پوری توقع ہے کہ آپ میری درخواست ضرور منظور فرمائینگے۔ آج میں نے تاج ہوٹل میں شب کے بارہ بجے ایک مجلس رقص و سرود کا انتظام کیا ہے میرے مخصوص احباب اس میں شرکت کرینگے چند معزز ہندوستانی خواتین اور یورپین لیڈیاں بھی شریک ہوں گی۔ مس...... جنہوں نے پچھلے ہفتہ اسٹیج پر آکر ساری بمبئی سے خراج تحسین حاصل کیا ہے اپنے سحر آفریں نغموں سے شرکاء جلسہ کو محظوظ کرینگی مجھے آپکی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ آپ اس مجلس میں شریک ہو کر میری مسرتوں میں اضافہ کرینگے"۔

نور محمد:۔ آپکی محبت و عنایت کا شکریہ مگر مجھے افسوس ہے کہ میں آپکی اس پیشکش کا اہل ثابت ہو سکونگا

سلیمان اشرف :۔ مسٹر نور محمد آپ کو معلوم ہے کہ میرے آپکے تعلقات کس قدر دیرینہ اور کس درجہ گہرے ہیں ہم دونوں ابتدائی تعلیم سے لیکر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم تک اکٹھا رہے ہیں۔ ایک ساتھ دونوں نے ایم اے کیا، کالج کے ہوسٹل میں ایک ساتھ رہے، صرف وہ زمانہ جب کہ آپ دیوبند گئے مجھ سے علیحدہ رہے بمبئی واپسی کے بعد آپکے ہمارے تعلقات میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی، ان حالات میں آپ کا انکار میرے لئے سخت حوصلہ شکن اور صبر آزما ہوگا۔

میں جانتا ہوں کہ آپکی افتاد طبع میرے عادات و خصائل سے مختلف ہے یہی وجہ تھی کہ ایم اے کرنے کے بعد آپ دیوبند گئے اور میں نے تعلیم سے تھکے ہوئے دماغ اور گرد و پیش کی بندشوں سے مکدر شدہ حواس کو سیر و تفریح سے تازہ کیا جبتک عرصہ آپ بسم اللہ کے گنبد میں ضربیں لگاتے رہے میں یورپ اور امریکہ کے نفسیاتی مطالعہ میں مصروف رہا۔ آپ ہمیشہ سے عزلت نشینی کے دلدادہ تھے، دیوبند کے قیام اور پھر کاروباری انہماک نے تو آپکو بالکل ہی بیگانہ جہان بنا دیا، رہی سہی آزادی قومی کاموں اور کارپوریشن کی صدارت نے سلب کر دی، پھر بھی اگر کچھ وقت نکلتا ہے تو وہ آپکی کتب بینی کی نظر ہو جاتا ہے۔ میں اس قسم کی الجھنوں سے گھبراتا ہوں، میرے نزدیک زندگی اور عیش دو مترادف لفظ ہیں اور میں اس نظریہ پر اتنی مضبوطی سے قایم ہوں کہ دنیا کی کوئی چیز میری راہ میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی۔ مجھے تو آپکی حالت دیکھکر اچھا خاصا خفقان ہونے لگتا ہے کہ بمبئی جیسے شہر میں دلچسپیوں سے علیحدہ رہنا میرے نزدیک ایک مجرمانہ حرماں نصیبی ہے، مسٹر نور محمد میرے پاس وقت بہت کم ہے اسلئے آپ جلدی میری درخواست پر توجہ فرما کر میرے ساتھ چلنے کا فیصلہ کیجئے"!

نور محمد :۔ آپنے تعلقات کے متعلق جو کچھ فرمایا بالکل درست ہے میں آپکو باوجود آپکی کمزوریوں کے ایک مخلص اور قابل احترام دوست سمجھتا ہوں لیکن اگر میں آپکی اس دعوت کو قبول نہ کر سکوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپکے لئے یہ چیز صبر آزما اور حوصلہ شکن کیوں بنجائے اسلئے کہ آج یہ پہلی چیز نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی بارہا اس قسم کی مجالس میں آپ مجھے شرکت کی دعوت دے چکے ہیں لیکن میں ایک دفعہ بھی شریک نہ ہو سکا۔ اور ممکن ہے کہ اسکی وہی وجہ ہو جسکو آپنے اختلاف طبائع سے تعبیر کیا ہے بمبئی جیسے شہر میں دلچسپیوں سے میری حرماں نصیبی اور آپکا زندگی اور عیش کے نظریہ پر اسحد تک انہماک کہ آپکی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی مجھے افسوس ہے کہ آپنے فلسفۂ زندگی کے سمجھنے میں خطرناک حد تک غلطی کی ہے۔ آپ کا فیصلہ اخلاقیات سے حد درجہ گرا ہوا ہے کاش آپ اپنی زندگی پر غائر نظر ڈالتے اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے تو آپکو معلوم ہو جاتا کہ جس چیز کو آپنے حقیقت

سمجھا ہے وہ محض ایک سایہ ہے جسکو آپ دریا سمجھ رہے ہیں وہ سراب سے زیادہ وقیع اور نہ سنظر سے اہمیت نہیں رکھتا جس چیز کی طرف آپ مجھکو دعوت دے رہے ہیں اسکو جب میں آپکے لئے پسند نہیں کرتا تو اپنے لئے کس طرح پسند کر سکتا ہوں"

سلیمان اشرف :- مجھے حیرت ہوتی ہے کہ آپ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود کس قدر قدامت پرست واقع ہوئے ہیں آپنے ایک دفتر بے معنی اور توہمات پارینہ کا نام اخلاق رکھا ہے۔ علم اخلاق محض ایک ڈھکوسلا ہے جسکو دنیا لوسیت زدہ اسلاف نے اپنی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے ایک آڑ بنا لیا تھا۔ سارے اخلاقیات صرف اس تاریک دور کی ایک مشوم یادگار ہے جبکہ انسان جاہل اور وحشی تھا اس بیسویں صدی میں جبکہ انسان تہذیب اور شائستگی کے بلند ترین معیار تک پہونچ چکا ہے۔ ان نیم وحشی قوانین کی پابندی جس نے انسان کی پیدایشی آزادی کو سلب کر دیا ہو نہ صرف غیر ضروری بلکہ باعث ننگ ہے، بدنصیب ہے وہ شخص جو شباب کی رنگینیوں اور گرمی عمل کی صلائے عام سے ستفید نہ ہو۔ ظالم ہے وہ انسان جو شباب کے بڑھتے ہوئے پرکیف سیلاب کی حد بندی کرے۔ "لوز" خدا کے لئے ان دقیانوسی خیالات کو چھوڑو۔ نوجوانی کو غنیمت سمجھو، یاد رکھو کہ دنیا کی ادنی سے ادنی امسرت خواہ اسکی کتنی ہی قیمت ادا کرنا پڑے کسی حال میں گراں نہیں ہے۔ مجھکو دیکھو ہر وقت خوش رہنے کی کوشش کرتا ہوں دنیا کی کسی بدنجیسپی کو ہاتھ سے جلنے نہیں دیتا۔ حالانکہ میرے اوپر اتنا قرضہ ہے کہ اگر خدانخواستہ اس کا مطالبہ اسوقت شروع ہو جائے تو یقیناً میں دیوالیہ ہو جاؤں گا۔ والد صاحب پیرانہ سالی کی وجہ سے کاروبار سے بالکل دست کش ہو چکے ہیں کوٹھی کا تمام کاروبار ایک منیجر کے ہاتھ میں ہے۔ ابھی ایک ہفتہ ہوا کہ مارشیس (جنوبی افریقہ) سے خط آیا تھا کہ وہاں کی کوٹھی کی ساکھ ختم ہو رہی ہے میں نے جواب میں لکھا۔ یاکہ وہاں کی کوٹھی بند کر دیجائے۔ بیوی نے جب میرے نجی معاملات میں دخل اندازی شروع کی تو اسکو مع بچوں سمیت راندیر بھیجدیا۔ اب میں بالکل آزاد ہوں زندگی ہے اور عیش۔ کبھی ڈانس میں شرکت کرتا ہوں تو کبھی ریس میں بازی لگاتا ہوں۔ آج تاج ہوٹل میں محفل رقص ہے تو کل انڈیا گیٹ کے باہر والے پارک میں مصروف نشاط ہوں ایک آپ ہیں کہ آپکے فرم کی ساکھ نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ اور امریکہ تک قایم ہے اور آپکے پورے کاروبار کی ذمہ داری ماشاءاللہ آپکے والد صاحب خود اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس آزادی کے ہوتے ہوئے آپ اسقدر خشک مزاج واقع ہوئے ہیں گویا آپ ابھی تک ایک معصوم ہیں۔ ایکدفعہ میں پھر آپسے عرض کرتا ہوں کہ آپ صرف میری خاطر آجکی محفل میں شرکت کر لو"

نور محمد:۔ "میرے محترم دوست! مجھے آپکی قابل رحم حالت پر انتہائی صدمہ ہوا، نہیں معلوم آپ نے تعلیم کا کیا منشاء سمجھا اور انسان کے مہذب اور شائستہ ہو جانے سے خدا جانے آپکی کیا مراد ہے میں نہیں سمجھ سکا کہ قوانین اخلاق میں آپنے وہ کونسی کوتاہی پائی جس کی وجہ سے آپ نہ صرف مجھ پر بلکہ نہایت بیدردی اور بیباکی کے ساتھ اسلاف پر بھی برس پڑے۔ اگر تہذیب شائستگی نام ہے عیش پرستی اور ہوسناکیوں کا تو اس سے کہیں زیادہ وہ دور جہالت بہتر تھا جس میں انسان نیم وحشیوں کی طرح زندگی گزارتا تھا اور دور حاضرہ کے انسانیت سوز، ہلاکت آفریں جرائم اور بہیمیت وعصبیت سے ناآشنا تھا، ازمنہ مظلمہ کا انسان جو کچھ کرتا تھا وہ بلکہ اس سے کہیں زیادہ آج کا مہذب انسان کرتا ہے لیکن تہذیب وشائستگی، مدنیت و آزادی ضمیر، حقوق انسانی و حفظان صحت، فنون لطیفہ و آرٹ کے پرشوکت الفاظ کی تعبیرات میں اپنی ساری بدکاریوں کو چھپانا جانتا ہے۔ تاریک دور کا انسان اپنے جرائم اور سیاہکاریوں کو شاندار الفاظ کے خوشنما لباس میں نہیں چھپا سکتا تھا مگر عصر جدید کا شائستہ انسان اپنی ساری بداعمالیوں اور تباہکاریوں کو پرفریب شعارات و تشبیہات سے آراستہ کرنا جانتا ہے،

عالم انسانی کو جو نقصان موجودہ نام نہاد تہذیب وشائستگی سے پہنچا اس کی نظیر ازمنہ متوسط اور عتیقہ میں ملنا مشکل ہے۔ موجودہ تہذیب وشائستگی کی تہی دامنی کا یہ عالم ہے کہ جب پرستاران تہذیب اور مدعیان شائستگی کو اس سوز حرکات سے روکا جاتا ہے تو اکابر و اسلاف پر طعن وتشنیع سب وشتم کی بارش شروع کردی جاتی ہے۔

حیرت ہے کہ ان کوتاہ نظروں کو یہ نہیں معلوم کہ اصول اخلاق نے انسان کو بہائم سے علیحدہ کرکے اشرف ترین مخلوق بنا دیا۔ اور اس کا مرتبہ ساری کائنات سے بلند کرکے معراج ارتقاء پر پہونچا دیا وہ انسان جو صرف نوکدار پتھروں سے چوپایوں کا شکار کرنا جانتا تھا اسکو معلم اخلاق نے اتنے بلند مقام پر پہنچا دیا جس کا تصور بھی انسانی عقل نہیں کرسکتی۔ کہا جاتا ہے کہ قوانین اخلاق کمزوریوں کو چھپانے کے لئے ایک آڑ اور دور جہالت کی ایک مشئوم یادگار ہے۔ خدارا مجھے بتاؤ کہ کتنے معلم اخلاق ہیں جنہوں نے اپنی کمزوریوں کی پردہ پوشی ان اصول کے ماتحت کی کتنی کوتاہیاں ہیں جو اخلاق کی پرپیچ راہوں میں گم ہوگئیں۔

میرا چیلنج ہے کہ اگر ساری دنیائے تہذیب جمع ہو جائے اور اپنے سارے اعوان و انصار کیساتھ ایسی ایک مثال پیش کرنی چاہے تو نہیں کرسکتی، اسکے برخلاف ایک دو نہیں سو دو سو نہیں ہزار دو

ہزار نہیں بلکہ بیشمار ایسی گندی مثالیں مل سکیں گی جن پر مدعیان تہذیب جدید نے شائستگی کا پالش کر دیا ہوگا

دور جانے کی ضرورت نہیں خود آپ ہی کی مثال کیا کم ہے وہ کونسی ہوسناکی ہے وہ کونسا جرم ہے جس کا ارتکاب آپنے نہیں کیا وہ کونسی تباہی ہے جس کے اسباب خود آپنے اپنے ہاتھوں سے پیدا نہیں کئے، آپ کی تجارتی بدحالی، آپ کے گھر کی بربادی، آپکی اپنی فیملی سے کنارہ کشی، کیا یہ کوئی مستحسن اقدامات ہیں جو خود آپنے اپنے کردار سے پیدا کئے۔ "مارشیس" کی کوٹھی میں کیوں قفل لگا، جمنا داس بجاج کی ۲۵ لاکھ کی رقم آپ پر کیوں قرض ہوئی۔ اگر یہی لیل و نہار ہے اور آپکی یہی پارٹی نوازیاں ہیں اور مجلس سازیاں ہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ قلیل سرمایہ جو آپکے پاس رہ گیا ہے آپکی عیش پرستیوں کا کب تک ساتھ دیگا۔

اگر آپکے ان حالات اور تجارتی انقلاب کی اطلاع آپکے والد کو ہو جائے تو انکی زندگی کس قدر خطرے میں پڑ سکتی ہے، مجھے افسوس ہے کہ آپ ایک سمجھدار انسان ہونیکے باوجود اپنی حالت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔"

نور محمد خدا جانے کب تک اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتا، اگر اس کی نظریں سلیمان اشرف کی اشکبار آنکھوں سے دوچار نہ ہو جاتیں، نور محمد نے اس سلسلہ کو منقطع کرتے ہوئے دریافت کیا کہ مسٹر سلیمان خیر ہے یہ آپ رو کیوں رہے ہیں"

سلیمان اشرف :- کچھ نہیں حقیقت یہ ہے کہ میں ابتک غفلت میں پڑا ہوا تھا اور تباہی کے کنارہ تک پہونچ چکا تھا آج آپکی بروقت نصیحت نے میرے سامنے سے ایک پردہ اٹھا دیا۔ فی الواقع میں نے نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنے ساتھ خدا معلوم کتنی معصوم زندگیوں کو تباہ کیا، میں تمہارے سامنے عہد کرتا ہوں کہ آج سے میں اپنی تمام اخلاق سوز حرکات سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اور آئندہ سے ایک باخلاق شہری کی زندگی بسر کروں گا۔ میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپنے مجھکو تباہی و بربادی سے بچالیا، میں آپکے قیمتی وقت کو ضائع کرنے کی معافی چاہتا ہوں اچھا رخصت یار زندہ صحبت باقی۔"



از:- جناب مولانا ابوالخیر صاحب شمسی اسلام آبادی فاضل دیوبند

ع عیشم خراب گردد جادو نظر نگارے ۔ افتادہ صیدِ جانم در دام زلف یارے
ب باشد کہ آں نصیبم کیں ازفاش گویم ۔ تا کے نہفتہ ماند؟ ایں دردِ دلفگارے
ی یارب زداغ یارے دل شد چو لالہ زارے ۔ باغ ارم چہ کارے با ایں چنین بہارے
د درویش پا شکستہ ازبس خراب و خستہ ۔ بردرگہت نشستہ بیں حال زار زارے
ا از شوق وصل لیلے خواہم نہ دل شکیبا ۔ برمن کشود غم را صد باب۔ انتظارے
ل لعل لب نگارم چوں صبح در تبسم ۔ کئے می سزد دو عالم؟ سازم بروں نثارے
خ خورکورہ اگر بنا شد از روئے زر فشانش ۔ از خط روشنیہا در کف عصا چہ کارے
ا ای دوستاں گر اینجا در سیر بوستانم ۔ اما مدام جانم در سیر کوئے یارے
ل لالہ دلم زداغش خوں سینہ از فراقش ۔ تن چوں ہلال عیدش از حسرت نگارے
ق قصہ زحالِ زارم کے زیر خامہ آید؟ ۔ دریا کجا در آید اندر سبوئے آرے؟
م مہتاب چاردہ ہیں کاہد بچرخ دائم ۔ از غیرت جمال رخسار گلعذارے
ی یوسف جمالِ ثانی گویا پدید آمد ۔ کز چشم نیم خوابش نی ہوش و نے قرارے
ا اے شاہ حسن تاکے ایں درد بے قراری ۔ یکرہ تلطفے کن برجاں بلب شکارے
ن نے تاب ہجر دارم نے تاب وصل یارم ۔ گرہ ۔ یارب بتو سپارم انجام خاکسارے

رازم کسے نہ فہمید اکنوں شنو بگویم،
درمانِ درد جوید شمسی ز نام یارے

خط وکتابت کرتے وقت اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیجئے۔ (مینجر)

سچی بات

اسمیں شک نہیں کہ ——— جھوٹے اشتہار دینے والوں نے اشتہاری بازار کو گندہ اور بدنام کردیا ہے۔ اگر کوئی دیانتداری کے ساتھ اصلی حقیقت کی شہرت بھی دے تو اسی مد میں بہتا دیکھکر نظر انداز کردیا جاتا ہے مگر آزمائش اصلی کسوٹی ہے آیئے گریٹ واچ کمپنی کی مشہور گھڑیاں "ماسٹر" "گڈ لک" نامی جو اپنی مضبوطی اور پائیداری میں کافی شہرت حاصل کرچکی ہیں خرید فرماکر اپنے پیسے اور وقت کی حفاظت کیجیے یہ ہی وہ گھڑیاں ہیں جس پر کم خرچ بالانشیں کی کہاوت صادق آتی ہے یقیناً اس قیمت میں اس سے اچھی گھڑیاں آپکو دستیاب نہیں ہوسکتیں

۱۲ سائز جرمن سلور کیس، موٹا شیشہ تصویر کے مطابق۔ سوئس میڈ



۱۰ سائز جرمن سلور کیس، پتلا شیشہ تصویر کے مطابق۔ ۴ جوئل سوئس میڈ

ماسٹر قیمت مبلغ آٹھ روپے 8/-/-

گڈ لک قیمت سات روپے آٹھ آنہ 7/8/-

رعایتی اعلان اوپر کی قیمتوں پر ۲ر فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔ رات کے چمکنے والی گھڑی ۸ر زیادہ دینے پر روانہ کی جاسکتی ہے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

سستی قسم کی گھڑی سٹزرلینڈ کی بنی ہوئی کرسم کیس موٹا شیشہ لیور صرف دو روپے آٹھ آنہ میں روانہ کی جاسکتی ہے۔ محصولڈاک علیحدہ ہوگا۔

براہ راست ولایت سے منگانے والے

مون واچ کمپنی مراد آباد

(آرڈر دیتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجیے)

آزاد ہندوستان میں اسلامی تحفظات

(از مولینا مقصود علی خاں صاحب ایوبی۔ سنبھل ضلع مراد آباد

آج جبکہ آزاد ہندوستان کی تصویر ہر ایک دماغ میں فروغ افروز ہے۔ تو ضروری ہے کہ ہم اُن تدابیر کو بھی پیش نظر رکھیں جن سے مذہب کا تحفظ ہو سکتا ہے۔

(۱) اسکول اور کالجوں میں مذہبی تعلیم لازمی قرار دی جائے جس میں اولاً ان کو دین کے اصول و عقائد سکھائے جائیں۔ جس طرح انگریزی علم ادب وغیرہ دیگر مضامین لازمی ہیں اسی طرح مذہبی تعلیم بھی لازمی ہو۔ اگر کوئی طالب علم اس میں ناکام ہو تو اس کو آیندہ ترقی نہ دی جائے۔ کانگریس نے وزارت قبول کرنے کے بعد ایک کمیٹی اس غرض سے بنائی تھی کہ وہ آیندہ ہندوستان کے لئے تعلیمی اسکیم کا خاکہ بنائے۔ جس کے صدر ڈاکٹر حسین خاں شیخ الجامعہ مقرر کئے گئے۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ مرتب کر کے گاندھی جی کی خدمت میں پیش کر دی۔ اور رسالہ جامعہ بابت جنوری ۱۹۳۸ء میں شائع کی گئی۔ اس میں ۵½ گھنٹے روزانہ تعلیم دینا تجویز کیا ہے۔ مذہبی تعلیم کے لئے اس میں کوئی وقت نہیں ہے۔ بلکہ بنیادی دستکاری۔ گانا۔ کسرت۔ وغیرہ کے لئے کافی وقت دیا گیا ہے۔ اور یہ تعلیم طالب علم کی ۷ برس کی عمر سے شروع ہو کر ۱۴ برس پر ختم ہوگی۔ یہی ایسا زمانہ ہوتا ہے جس میں بچہ کو ابتدائی مذہبی تعلیم دی جا سکے۔ جب اس زمانہ میں اس کو اس قسم کا سماجی علم پڑھایا جائے گا جس کی وجہ سے اس کو اپنے مذہب سے تنفر ہو اور مذہبی روایات کو برقرار نہ رکھ سکے۔ تو ۱۴ سال کے بعد وہ کس طرح مذہبی تعلیم سے شغف رکھ سکتا ہے۔ اور وہ مذہبی تعلیم کی طرف کیوں رغبت کریگا۔

۱۴ سال کے بعد اس کی توجہ ان علوم کی طرف ہوگی جس سے اس کو ملازمت مل سکے اور اپنا اور اپنے متعلقین کا پیٹ پال سکے۔ اس لئے وہ مذہبی علوم کی طرف متوجہ نہ ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جو نسل اس مدت میں طیار ہوگی وہ مذہبی افراد پر مشتمل نہ ہوگی۔ بلکہ اس میں لامذہبی کے جراثیم بھرے ہوں گے۔ اس قسم کی اسکیم طیار ہونیکی وجہ غالباً یہ ہے کہ جن لوگوں کو اس کمیٹی کا ممبر بنایا گیا تھا وہ خود مذہبی تعلیم سے ناواقف تھے۔ اور انکو مذہبی تعلیم سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ ان لوگوں نے اسکول کالج، یونیورسٹی میں اتنا وقت صرف کیا تھا اس لئے اسی ماحول سے

ان کے ذہن میں کوئی مذہبی خاکہ نہ تھا۔ اگرچہ اعتراضات کے جواب میں تاویلیں کی گئی ہیں وہ قابل اعتناء نہیں ہیں۔ اور کمیٹی سے جو فروگذاشت ہوئی ہے۔ اس کا کوئی تدارک نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کو سراہا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے کمیٹی کی حوصلہ افزائی ہوئی اور وہ اپنی غلطی محسوس نہ کر سکے۔ سلطنت مغلیہ کی تباہی کے بعد جب حکومت کمپنی کے ہاتھ میں آئی جو ایک تجارتی ادارہ تھا۔ تو اس سے قبل ہندوستان میں کثرت سے لوگ پڑھے لکھے ہوتے تھے۔ صرف صوبہ بنگال میں ۸۰ ہزار مدارس تھے۔ ہندوستان میں جو مدارس کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ اس کی مختلف صورتیں تھیں۔ عموماً یہ مکاتب اور مدارس مساجد یا امراء کے مکانوں پر ہوتے تھے۔ جن میں امراء کے بچے اور محلہ کے غرباء کے لڑکے تعلیم پاتے تھے۔ کمپنی کو ابتداءً تعلیم کی طرف اس وجہ سے توجہ نہ تھی کہ کمپنی یہ چاہتی تھی کہ ہندوستان میں زیادہ سے زیادہ تجارتی نفع حاصل کیا جاوے۔ سید محمود تاریخ التعلیم میں لکھتے ہیں:۔

تجارت اور دیگر ذرائع سے ہندوستان سے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کریں اس لئے وہ اہل ہند کو تعلیم دینا اپنا کام نہ سمجھے تھے۔ (روشن مستقبل)

لیکن جنگ پلاسی ۱۷۵۷ء کے بعد جب کمپنی کی حکومت قائم ہوگئی تو اس کا فرض ہوگیا کہ تعلیم کی طرف توجہ کرے۔ اس وقت تعلیم کے متعلق انگریزوں میں دو خیال کے لوگ تھے۔ تعلیم کی موافق جماعت یہ کہتی تھی کہ ہندوستانی تعلیم پاکر عیسائی ہو جائیں گے اور تعلیم یافتہ لوگوں میں ارتقائی مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہماری حکومت انقلاب سے محفوظ رہے گی۔ مخالف جماعت یہ کہتی تھی کہ اگر لوگ جاہل رہے تو انقلاب پیدا ہوگا۔ اور سلطنت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ ۱۷۹۲ء میں مسٹر ولبر فورس نے پارلیمنٹ کے سامنے ایک تجویز پیش کی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان میں پروٹسٹنٹ مذہب کے عقیدے کی عبادت و تعلیم کے ذرائع مہیا کئے جائیں۔ مگر مالکان کمپنی نے اس تجویز کو اس بنا پر مسترد کر دیا کہ

ایک مذہب کے قائم ہو جانے سے انسان کے مقاصد متحد ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو ہند میں انگریزوں کی برتری کا خاتمہ ہو جائیگا۔ امریکہ میں درسگاہیں اور کالج قائم ہونے کے بعد یہ نتیجہ ہوا تھا کہ ملک ہمارے ہاتھ سے نکل گیا (روشن مستقبل)

مالکان کمپنی کی مخالفت کی وجہ سے یہ تعلیمی تجویز پارلیمنٹ میں مسترد ہوگئی ۱۷۹۲ء میں چارلس گرانٹ ڈائرکٹر کمپنی نے اجراء تعلیم کی موافقت میں ایک رسالہ لکھا جس میں موصوف لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں نے اپنے سلطنت کے زمانہ میں ہندوؤں کے کیرکٹر میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ اس اندیشہ سے کہ تعلیم پھیلنے سے ہماری حکومت کسی زمانہ میں متزلزل ہو جائے گی۔ اور ہمارے فوائد کو نقصان پہنچے۔ ہمیں ہندوستانیوں کو سچے مذہب اور بہترین اخلاق سے محروم نہیں کرنا چاہیئے۔ (روشن مستقبل)

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں ہندوؤں کے مذہب پر کسی قسم کا اثر نہیں ڈالا۔ اور چارلس گرانٹ ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتے تھے۔ ان تجاویز و تحریرات کا کوئی اثر کمپنی پر نہیں ہوا۔ اور وہ تعلیم کے معاملہ میں آزاد رہی اور یورپ سے جو عیسائی نمایندے آئے انہوں نے پرائیوٹ طور پر مذہب و تعلیم کی اشاعت کا کام شروع کیا۔ ۱۷۸۱ء میں مسلمانوں کی درخواست پر عربی فارسی کی تعلیم کے لیئے کلکتہ میں ایک کالج قائم کیا۔ لیکن اس میں بھی مذہبی علوم کی جگہ علم ادب وغیرہ زیادہ تھا۔ ۱۷۹۱ء میں بنارس میں سنسکرت کا کالج قائم کیا گیا۔ تاکہ عدالتی ضروریات کے لئے ہندو مسلم افسر دستیاب ہو سکیں۔ مدراس میں بھی اس قسم کے کالج تھے جس میں عہدہ دار طیار کیئے جاتے تھے۔ لیکن جب لارڈ منٹو وائسرائے ہند ہو کر آئے تو انہوں نے ۱۸۱۱ء میں ایک یادداشت کورٹ آف ڈائرکٹران کو روانہ کی جس میں بتایا گیا تھا کہ

ہندوستانیوں کو مذہبی تعلیم نہ ہونے سے دروغ حلفی اور جعلسازی کے جرائم بڑھ رہے ہیں۔"

اس یادداشت میں متعدد کالجوں کی سفارش بھی کی اور یہ کہ تعلیم پر زیادہ روپیہ خرچ کیا جائے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ۱۸۱۳ء میں ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی کی سفارش پر پارلیمنٹ میں ایک قانون پاس ہوا۔ جس میں سب سے پہلی بار ہندوستانیوں کو تعلیم دینے کا مسئلہ باقاعدہ پاس ہوا۔ اور تعلیمی خرچ کے لئے ایک لاکھ روپیہ منظور رہا۔ اس قانون کی بنا پر ۱۸۱۴ء میں کمپنی کی طرف سے گورنر جنرل کو ہدایت کی گئی کہ:-

سنسکرت کی سرپرستی کی جائے۔ اور ہندوؤں کے علوم کی ہمت افزائی کی جائے"

اس کے بعد ملک میں مختلف مردانہ اور زنانہ اسکول کھولے گئے۔ چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے ۲۰ اسکول کھلے گئے۔ اور انگلستان کے پبلک چندہ سے ۱۸۲۰ء میں بشپ چرچ کالج کلکتہ کا افتتاح ہوا۔ ۱۸۴۹ء میں کلکتہ میں سب سے پہلا زنانہ اسکول کھولا گیا۔ ۱۸۳۳ء کے قانون کے بعد یورپ کے

پادری ہندوستان میں آنے لگے اور مختلف مقامات میں انگریزی مدرسے قائم کرنے لگے اور مسٹر ولبرفورس اور چارلس گرانٹ کے مذہبی منصوبوں کو پورا کرنا شروع کردیا۔ اور کمپنی کی اس پالیسی کا اعلان کہ انگریزی زبان رفتہ رفتہ سرکاری محکمہ جات میں جاری کردی جائے ۲۹ ردسمبر ۱۸۳۰ء نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی کالجوں اور پادریوں کی تبلیغ سے مذہب عیسوی کی اشاعت ہونے لگی اور ہندو مسلم طلبہ میں مذہب سے تنفر پیدا ہونے لگا۔ ۱۸۲۳ء میں راجہ رام موہن رائے نے جو کلکتہ کے ایک معزز اور مذہبًا غیر متعصب آدمی تھے یہ کوشش کی کہ مشرقی زبانوں کی جگہ انگریزی زبان میں تعلیم دی جائے۔ اس مسئلہ کو طے کرنے کے لئے ۱۸۳۴ء میں ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جس کے صدر لارڈ میکالے تھے۔ اس کا اجلاس ۷ رمارچ ۱۸۳۵ء کو منعقد ہوا۔ اس کمیٹی میں بھی دو خیال کے آدمی تھے۔ ایک گروہ انگریزی زبان میں تعلیم دینے کے موافق دوسرا مخالف۔ جب رائے لی گئی تو برابر ووٹ آئے۔ لارڈ میکالے نے بحیثیت صدر اپنا فیصلہ انگریزی زبان کی موافقت میں دیا۔ لارڈ میکالے کی یہ دلیل تھی کہ:۔

انگریزی زبان سے ایسی جماعت پیدا ہوگی جو رنگ وخون کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہوں گے اور اخلاق وخیالات اور عقیدت ومعاشرت کے لحاظ سے انگریز ہوں گے

(روشن مستقبل) یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم اپنے مخصوص تہذیب وتمدن کو کھو بیٹھے تو وہ جسم بے روح ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ اس دلیل کو بہت وقیع اور وزن دار سمجھا گیا۔ اور انگریزی زبان کا دورہ شروع ہوگیا۔ ۱۸۳۷ء میں مرکزی حکومت نے صوبہ جاتی حکومتوں کو اجازت دی کہ بجائے فارسی کے اپنے اپنے صوبہ کی زبان دفتر میں جاری کریں۔ لیکن یہ مسئلہ درپیش تھا کہ ہندوستانیوں کو کسی طرح انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اس لئے ۱۸۴۴ء میں لارڈ ہٹنگر نے اعلان کردیا کہ

ملازمت میں ایسے شخص کو ترجیح دی جائے گی جو انگریزی داں ہو"

اس ترجیح کا اثر جو ہندوؤں پر ہوا وہ اُس کو ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں پر کیا اثر ہوا اسکو ایک انگریز کی زبان سے سنیئے۔

اس طرح ہندوستان کو دار الحرب بنادیا گیا۔ اور ایک عظیم الشان روایات کی حامل قوم دنیا میں یوں بے وقعت کرکے رکھدی گئی۔ (متاع کارواں)

ایک طرف انگریزی زبان کی اشاعت وترویج کے لئے یہ کچھ ہو رہا تھا۔ دوسری طرف عربی

فارسی مٹانے کے لئے بھی پوری قوتیں صرف ہو رہی تھیں۔ مسلمانوں کو لائبریریوں سے خارج کیا گیا۔ ملازمتوں سے علیحدہ کیا گیا۔ کورٹ آف ڈائرکٹرز نے حکم دیدیا کہ لسانی ثقافت کی ریسرچ میں ایک پائی بھی نہ صرف کی جائے۔ ڈائرکٹر روڈر جو ایشیاٹک سوسائٹی کا ۱۸۴۷ء تک انچارج رہا۔ اور اس کے بعد پال وغیرہ نے بھی کوشش کی کہ عربی کی طرف سے توجہ ہٹا کر سنسکرت کی ترویج میں روپیہ صرف کیا جائے اور یہ ظلم وستم اس قدر ترقی کر گیا کہ مسلمانوں کے وہ اوقاف جو خاص انہیں کے تھے اور مسلمان نوابوں نے تعلیم کے لئے وقف کئے تھے ۱۸۳۹ء میں ضبط کر لئے۔ ہگلی کا محسن وقف ۱۸۰۶ء میں ضبط کیا گیا تھا۔ واقف کی منشا کے خلاف کالج کلکتہ پر صرف ہونے لگا۔ اور مسلمانوں کو عملاً اس کے انتظام سے خارج کر دیا گیا۔ عماد الدولہ وقف کا بھی یہی حشر ہوا۔ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و قدیم زبان کی اس طرح تخریب کی گئی سلطنت چھین لی گئی مسلم جماعت کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ اسلامی قوانین ختم ہو گئے۔ اسلامی تہذیب و تمدن پیدا کرنے والی زبان کو حتی الوسع باقی نہ رکھا گیا۔ مذہبی علوم کی جگہ مغربی علوم کو دی گئی۔ مسلم قوم کو پیٹ کی مار دی گئی۔ معاشی وسائل کم کئے گئے۔ اقتصادی ذرائع مسدود کئے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی سلطنت تباہ و برباد ہونے کے بعد مسلمان کو جاہ و عزت کا خیال پیدا ہوا۔ اور اقتصادی حالت کمزور ہو جانے سے روٹی کا سوال پیدا ہوا۔ اس لئے مسلمان انگریزی کی طرف بڑھا۔ لیکن اس کو معلوم ہوا کہ روٹی اس کو ملے گی جو نامسلمان ہو کر آئے گا۔ چنانچہ اس نے اسلامی تہذیب و تمدن کو خیرباد کہہ دیا۔ اور نئی وضع نیا فیشن اختیار کر لیا۔ حکومت کی زبان اس کی معاشرت اس کا آداب اس کا طریق رہائش اس کو بھلا معلوم ہونے لگا۔ انگریزی تعلیم کی ابتدائی تاریخ ذرا تفصیل سے اس وجہ سے بیان کی گئی ہے۔ تاکہ ناظرین سمجھ لیں کہ مسلمانوں کو کس طرح اُن کی قدیم تعلیم سے محروم کیا گیا۔ اور انگریزی تعلیم کا کیوں لالچ دیا گیا۔

جب مسلمانوں کی حکومت ختم ہوئی تعلیم برباد ہوئی۔ اس کی متاع ایمانی کو لوٹا جانے لگا ہر طرف سے یہ تدبیر کی گئی کہ اسکو نامسلمان بنایا جائے۔ تو قدرت کے دست کرم نے مسلم کی اعانت کی۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کو دہلی میں پیدا کیا۔ جنہوں نے اس دہری رفتار کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور آزاد عربی مدارس کا سلسلہ قائم کیا۔ جس میں کتاب وسنت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ امراء نے بھی اس کی سرپرستی کی نقد و مال سے امداد کی۔ اس کے لئے جاگیریں وقف کیں۔ دہلی کی حکومت ختم ہونے پر روہیلکھنڈ میں پانچ ہزار علماء مختلف مدارس میں درس

دیتے تھے۔ حافظ الملک رحمت خاں کی ریاست سے ان کو تنخواہیں ملتی تھیں۔ اودھ۔ حیدر آباد وغیرہ میں اس قسم کے حالات تھے۔ تمام مسلم پبلک کی طرف سے ان علماء اور مدارس کی امداد کے مختلف طریقے تھے۔ جو اب بھی پبلک میں رائج ہیں۔ تعلیم عام تھی۔ کسی خاص طبقہ کو نہیں دیجاتی تھی جس طرح ہندوؤں میں علم برہمن قوم سے مخصوص تھا۔ اس طرح مسلمانوں میں کوئی قید نہ تھی۔ ہر قوم کا ہر فرد اس نظام تعلیم سے فائدہ اٹھانے میں آزاد تھا۔ ہندوستان میں اس نظام کے دو مرکز تھے۔ ایک دہلی دوسرا فرنگی محل۔ پہلا مرکز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا قائم کردہ تھا۔ شاہ صاحب ۱۱۰۳ھ میں اورنگزیب کے انتقال سے ۴ سال بعد پیدا ہوئے اور دہلی میں شاعت علم و تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا۔ طلبہ کو مذہبی تعلیم دی اور عوام کی وعظ و نصیحت سے اصلاح فرمائی۔ اور مابعد کے لئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم کیا۔

شاہ صاحب نے فارسی میں کلام اللہ کا ترجمہ کیا۔ شاہ عبد العزیز صاحب و شاہ عبد القادر و شاہ رفیع الدین صاحبزادوں اور شاہ اسمٰعیل و شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب صاحبان جو اس بزرگ خاندان کے روشن ستارے ہیں، کل ہندوستان کو اپنے علوم کی روشنی سے منور کیا۔

دوسرا مرکز لکھنؤ تھا۔ اس کے بانی مولانا قطب الدین انصاری سہالوی تھے (ان کے عم محترم شاہ عبد اللہ صاحب انصاری سنبھلی کے نبیرہ ہونے کا اس عاجز کو شرف ہے) مولانا کے بڑے صاحبزادے مولوی نظام الدین تھے۔ جن کے نام پر فرنگی محل کا مشہور مدرسہ عالیہ نظامیہ ہے۔ مولانا نے عربی کا درس نظامی تجویز کیا۔ جو ابتک عربی مدارس میں رائج ہے۔ بحر العلوم مولوی عبد العلی، مولوی عبد الحی، مولوی عبد الباری صاحبان اسی خاندان کے نونہال ہیں جنہوں نے سیکڑوں کتابیں لکھ کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنے علوم و فیوض کا سلسلہ جاری کیا۔

ہم نے جدید و قدیم تعلیم کی مختصر تاریخ آپ کے سامنے اس وجہ سے پیش کی تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کمپنی اور اس کے جانشینوں نے مسلمانوں کو لا مذہب بنانے میں کیا کیا تدبیریں کیں اور علماء نے اس کے تحفظ کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا۔ اور مسلم پبلک اس یورپین سیلاب سے کس قدر محفوظ رہ سکی۔

۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو مراد آباد میں شاہی مدرسہ کی طرف سے حافظ محمد ابراہیم صاحب وزیر رسل و رسائل و اوقاف کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں حافظ صاحب نے تقریر فرمائی تھی اس کا مختصر اقتباس ہدیہ ناظرین ہے کہ ایک بی۔ اے ایل ایل بی علیگ ان علماء کی

نسبت اپنا کیا خیال ظاہر کرتا ہے۔ جس نے نہ کسی عربی مدرسہ میں تعلیم پائی نہ پرائیوٹ طور پر عربی علوم حاصل کئے ہیں۔

"جب اسلامی حکومت کو ہندوستان سے تباہ و برباد کر دیا گیا اور برٹش اقتدار قائم ہوا تو ہمارے بزرگوں میں سے ایسے افراد رونما ہوئے جنہوں نے ندا دی کہ آؤ اور جدید علوم حاصل کرو۔ تمہاری ترقی اور فلاح اسی میں ہے۔ ان علوم کے پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ وطنیت اور ملت کے احساس سے کوسوں دور ہو گئے۔ ان بدترین نتائج پر جن لوگوں نے ابتدا ہی سے تنبیہ کی وہ بھی بزرگ تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان بوریہ نشینوں نے ملک و ملت کی وہ خدمت انجام دی جو آپ کی یونیورسٹیاں اور کالج انجام نہیں دے سکے۔ جس پر آپ نے کروڑہا روپیہ خرچ کیا وہ ارباب بصیرت جو تہ کو پہنچے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس قسم کے مدارس کے ذریعہ کتنی خدمت ہوئی۔ کیا۔ ان لوگوں نے صرف عبادات کی تعلیم دی۔ نہیں بلکہ ہر موقعہ پر اس جماعت نے آپ کی صحیح رہنمائی کی۔ اور صحیح نمایندگی کے فرائض انجام دیئے۔ (قائد ربیع الثانی ۵۷ھ)

جدید تعلیم کی خرابی کا رونا ہی مغرب زدہ حضرات رونے لگے اور علماء نے اب سے ۷۰-۸۰ سال پیشتر جن خرابیوں کی وجہ سے موجودہ طریقہ تعلیم کو ناپسند کیا تھا تجربہ نے انہیں لوگوں کی زبان سے کہلا دیا۔

ہندوستان میں جو سالانہ تعلیمی کانفرنسیں ہوتی ہیں اس میں اس قسم کی تجویزیں ہر سال منظور ہوتی ہیں۔ ۱۳۵۶ھ میں مراد آباد میں صوبہ کی تعلیمی کانفرنس کا جلسہ ہوا تھا۔ اس میں سر محمد یعقوب صدر استقبالیہ نے باوجود رجعت پسند ہونیکے اس تعلیم پر نکتہ چینی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

ہندوستان میں اس وقت جو طریق تعلیم رائج ہے اس کو یورپ کے تمام مہذب ممالک نے ناقص و ناکارہ خیال کر کے ترک کر دیا۔

علماء نے علوم جدیدہ کی اس شرط پر اجازت دی تھی کہ طلبہ کو اولاً مذہبی تعلیم دلائی جائے تاکہ وہ مغربی تعلیم کے زہریلے اثر سے محفوظ رہیں اور ان کا اخلاق نہ بگڑے۔ لیکن اس وقت علماء کی اس رائے پر عمل نہیں کیا گیا۔ اولاً مذہبی تعلیم کا کوئی خاص بندوبست نہیں کیا گیا اور جو مذہبی تعلیم دیگئی وہ بہت ادنیٰ درجہ کی تھی اور اس کا ماحول مذہبی نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ صدر مذکور اسی خطبہ میں لکھتے ہیں۔

خود یورپین ماہرین اس کو تسلیم کر چکے ہیں کہ بغیر مذہبی تعلیم کے طلبہ کا اخلاق اور کیرکٹر

درست نہیں ہو سکتا۔

علماء کی دوربین نگاہوں نے جس نقصان کو اب سے ۸۰ سال پہلے تاڑ لیا تھا۔ یہ حکومت کے دلدادہ بہت کچھ کھونے کے بعد سمجھے ۳۷ء میں علی گڈھ جو آل انڈیا مسلم تعلیمی کانفرنس کی پچاس سالہ جوبلی ہوئی تھی۔ اس میں شعبہ اسلامی علوم وفنون و مدارس اسلامی عربی کے عنوان سے دو جلسے کئے گئے تھے۔ جن کے صدر حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب و مولانا سید سلیمان صاحب ندوی تھے۔ اسی جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے نواب عبدالحکیم صاحب نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا

بحیثیت ایک مسلمان اور بحیثیت ایک مستقل قوم کے علوم مشرقیہ و اسلامیہ اور اپنی تہذیب وروایات کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا ہمارا اولین فرض ہے مغربی علوم کی ضرورت تسلیم کرنے یا ان کو رائج کرنے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہم اپنے مذہبی علوم تاریخ قومی روایات اور تہذیب پر قلم نسخ پھیر کر کسی دوسری قوم میں جذب ہو جائیں"

یہ امر قابل اطمینان ہے کہ یہی لوگ اب مذہبی تعلیم کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور گزشتہ نقصان کی تلافی کی تجویزیں سوچنے لگے ہیں۔ لیکن ان تجاویز میں ابھی تک یہ ہمیت باقی ہے کہ علماء سے مشورہ نہیں کیا جاتا ہے۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ کہیں دوسری اور غلطی نہ کر جائیں۔ اب جبکہ واردھا سکیم ابتدائی مدارس میں جاری ہونے والی ہے تو ہم کو ابھی سے اس کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ اس اسکیم میں مذہبی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ تاکہ مسلم طلبہ لادینی اور دہریت سے محفوظ رہ سکیں اور قومیت متحدہ کی جو ہندوانہ تشکیل ہو رہی ہے اس کے دلدل میں نہ پھنسیں۔ ان میں اسلامی تہذیب و تمدن پیدا ہو۔ اسلامی معاشرت و اخلاق کے حامل ہوں اور پھر اس تحریک کا جو مذہب کے خلاف اٹھائی جائے اُس کا با آسانی مقابلہ کر سکیں۔ ان میں اس قدر دینی شعور ہو کہ اسلام کو غیر اسلام سے تمیز کر سکیں۔ اور یورپین اور ہندی دجل و مکر سے محفوظ رہیں۔ اگرچہ واردھائی تعلیم ابتدائی مدارس میں جاری ہوگی۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم ابتدائی مدارس و مکاتب اور کالج وغیرہ میں مذہبی تعلیم جاری کرائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ انیسویں صدی کی غفلت سے جو لادینی پیدا ہوئی ہے وہ واردھا اسکیم سے بھی مسلم طلبہ میں پیدا ہو جائے۔ اور بعد میں اس کا علاج نہ ہو سکے۔ اور جس طرح انگریزی تعلیم کے نقصانات کا رونا رویا جا رہا ہے اسی طرح واردھا اسکیم کا مرثیہ جاری ہو جائے۔ اگر ہم اس وقت مذہبی تعلیم کے

لزوم میں وہ کامیاب ہو گئے تو مسلمان طلبہ کو مذہبی تنفر سے روک سکتے ہیں۔ اوران کے دل و دماغ پر روحی کا سوال مسلط نہ ہو گا۔ اگر مذہبی تعلیم سے ایسے طلبہ پیدا کر سکے جو موجودہ علوم وفنون سے بھی واقف ہوں اور مذہبی علوم سے بھی تو یہی نسل آئندہ حکومت میں برسر اقتدار ہو گی۔ اس طرح ہم لامذہبی کے فتنہ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اور حکومت کی مذہب شکن پالیسی سے مسلمانوں کو بچا سکتے ہیں۔ اسلامی تہذیب و تمدن بھی ان لوگوں میں اپنی شان کے ساتھ زندہ رہ سکتے ہیں۔ لادینی کی جو رفتار ہم نے بیان کی ہے اسکو دیکھکر جمعیۃ الانصار نے مراد آباد کے جلسہ منعقدہ ۱۹۱۱ء میں مندرجہ ذیل تجویزیں پاس کی تھیں۔ تاکہ انگریزی طلبہ میں دینی شعور پیدا ہو اور مذہبی جماعت سے جو نفرت انگریزی ایجنٹوں نے دلوں میں بٹھائی ہے وہ دور ہو۔ تجویز نمبرا:-

انگریزی مدارس میں مسلمان طلبہ کی مذہبی تعلیم اور اس کے دارالاقامہ مسلمان طلبہ کی مذہبی تربیت کے لئے جمعیۃ الانصار مدرسہ عالیہ دیوبند کے اعضاء (ارکان وعلماء) وقف ہوں اور ان کی ضروریات کے کفیل ہوں۔

اسلامی سلطنت کے زمانہ میں مکاتب و مدارس میں جو تعلیم دی جاتی تھی۔ وہ دین اور دنیا کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہوتی تھی۔ انہیں مکاتب و مدارس کے تعلیم یافتہ سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے تھے۔ اور فرائض متعلقہ کو بخوبی انجام دیتے تھے۔ لیکن سلطنت اسلامی کی بربادی کے بعد علوم دینی کے لئے مدارس علیحدہ قائم ہوئے۔ اور دنیوی علوم کے لئے اسکول و کالج الگ کھلے۔ دنیوی تعلیم کو معاش کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تعلیم حاصل کرنے والے اسکول اور کالجوں کی طرف لپکے دینی مدارس اور علوم مذہبی سے طلبہ کو بعد ہو گیا۔ اور مذہبی علوم اور مذہب سے متنفر ہونے لگے۔ اور سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ سر سید احمد خاں نے انگریزی تعلیم کی حمایت اور عربی کی مخالفت میں مستقل مضامین لکھنے شروع کئے۔ مذہب اور حاملین مذہب کا مذاق اڑایا گیا۔ ان مضامین کی اشاعت اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی۔ جس کے بعد طلبہ کا خصوصاً اور مسلمانوں کا عموماً مذاق بدل گیا۔ دینیات تو درکنار۔ ناظرہ قرآن کا پڑھنا بھی اضاعت وقت سمجھا جانے لگا۔ چنانچہ آج بہت سے گریجویٹ ایسے ملیں گے جنہوں نے قرآن مجید نہیں پڑھا۔ نماز بھی مشکل سے یاد ہوگی پانچوں کلمے تو شاید ہی کسی کو یاد ہوں۔ اس بنا پر جمعیۃ الانصار نے تجویز بالا پاس کی تھی۔ تاکہ علماء

انگریزی طلبہ میں دین کے اصول اور اس کا ضروری علم پھیلا دیں اور ان میں اتنا مذہبی احساس
اور دینی شعور پیدا کریں کہ اسلام کو کفر سے پہچان سکیں۔ اُن کی معاشرت اسلامی طریقہ پر ہو اور
کسی ایسی وضع کو اختیار کریں کہ اسلام کو کفر سے پہچان سکیں۔ اُن کی معاشرت اسلامی طریقہ پر
ہو۔ اور کسی ایسی وضع کو اختیار نہ کریں۔ جس کا نتیجہ اسلامی تخیل کی بربادی ہو۔ اور قوت ایمانیہ
جس کی وجہ سے مسلمان اپنی ہستی قایم رکھ سکتا ہے اور دوسری قوموں سے ممتاز ہوتا ہے۔ اس
کو جدید تعلیم سے کوئی نقصان نہ پہنچے اور جو قوت اس کو برباد کرنے کو بڑھے اس کو نامرادی کا سامنا
کرنا پڑے۔ اور یہ محکم چٹان اپنی جگہ پر قائم رہے۔ مسلمان کی یہی قوۃ ایمانیہ ہے۔ جس کی وجہ سے
وہ ہر اس تہذیب و تمدن کو جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ برقرار رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے
کو طیار رہتا ہے۔ اس راہ میں جان کی پروا کرتا ہے۔ نہ مال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔
جو قومیں شمشیر زنی و نیزہ افگنی میں مسلمانوں سے بازی نہ لے جاسکیں اور ہر موقعہ پر اُن کو پسپائی
کا منھ دیکھنا پڑا انھوں نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں سے بجائے تیغ و سناں چھیننے کے اُن سے
قوۃ ایمانیہ سلب کی جائے۔ اور ان کو اس کے پیارے مذہب سے بیگانہ کیا جائے اسی لئے جدید
طریقہ تعلیم جاری کیا اور معیشت و معاش کے دروازے انپر بند کئے گئے۔ تاکہ پیٹ اور روٹی
کی بھوک میں نامسلمان ہو کر اس طرف دوڑتے۔ آج اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ مسلمان بجائے اس کے
کہ وہ مومن اور مسلم ہونے پر فخر کرتا اور سنت کے اتباع پر ناز کرتا وہ انگریزی وضع پر فخر کرتا ہے
اور لباس و معاشرت کھانے پینے میل جول بات چیت میں یورپین طرز کو پسند کرتا ہے اور اس کو
وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ہر وہ کام جسکا مذہب نے حکم دیا ہے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اسکو نماز روزے سے عار ہے اور یہ
تنفر یہانتک بڑھ گیا کہ انگریزی دانوں کا جو طبقہ مذہب سے بیزار ہوتا جاتا ہے وہ اپنے خیالات چھاپنے میں بھی
پرہیز نہیں کرتا۔ تقریر و تحریر کے ذریعہ اپنے مزعومات باطلہ کی اشاعت کرتا ہے۔ لکھنؤ یونیورسٹی کے ایک
طالب علم شہزادہ کا واقعہ مشہور ہے کہ اس نے یونین کی سکریٹری شپ کے لئے نامسلمان ہونیکا پرچہ شائع کیا
جو اس کے استاد کی طرف سے پیش کیا گیا تھا۔ اخبارات میں اسکی تعریفیں کی گئیں۔

قدیم و جدید تعلیم کے متعلق ذرا تفصیل سے لکھا ہے۔ اگر ہم مذہبی تعلیم کے اجرا میں کامیاب
ہو گئے۔ تو دار دھا تعلیمی اسکیم کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ورنہ یہ مصیبت ہو گی کہ اس کا علاج کرنا
مشکل ہو گا۔ ۷۰ — ۸۰ سال سے انگریزی تہذیب و تمدن اور جدید تعلیم کی برائیاں بیان کی جاتی
ہیں۔ لیکن ابھی تک تمام کوششیں اس سلسلہ میں بیکار گئیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی سے

(از مولانا ابو الرجب صبا صابری)

آتش سینۂ ملت کے شرارے آجا　　دین قیم کی امیدوں کے سہارے آجا
عہد ماضی کے دکھانے کو نظارے آجا　　چشم محمود کے رخشندہ ستارے آجا
دیدۂ ہند ہے بیتاب زیارت کے لئے
بزم خالی ہے سزاوار امامت کے لئے

داعی زمزمۂ عیش و دوامی بنکر　　روضۂ سید عالم کا سلامی بنکر
روح بیداری مشرق کا پیامی بنکر　　قاطع حلقۂ زنجیر غلامی بنکر
خواب غفلت سے مسلماں کو جگانے آجا
مرد محکوم کو آزاد کرانے آجا

شمع آزادئ کابل کو فروزاں کردے　　ذرۂ خاک وطن کو مہ تاباں کردے
دل کے ہر داغ کو خورشید درخشاں کردے　　موت افسانۂ ایثار کا عنواں کردے
سبق آموز ہے دنیا کیلئے جوش ترا
خود فراموش نہیں عزم وفا کوش ترا

جب قدم عرصۂ ہمت سے اٹھایا تونے　　خانقاہوں کو عمل گاہ بنایا تونے
نقش بیداد زمانے سے مٹایا تونے　　نغمۂ انتم الاعلون سنایا تونے
تیری آواز ہم آواز جہاں ہوکے رہی
زینت ساز لب پیر و جواں ہوکے رہی

تجھکو اسلاف کی تعلیم کی مظہر کی قسم　　چہرۂ سرور کونین کے تیور کی قسم
شیر میدان عمل فاتح خیبر کی قسم　　گل بستان عرب خالد و بوذر کی قسم
آ ہمیں جادۂ تسلیم دکھانے کے لئے
ساغر بادۂ توحید پلانے کے لئے

مرد آزاد گرفتار غلامی توبہ،　　مرد آزاد سزاوار غلامی توبہ
مرد آزاد زبوں کار غلامی توبہ،　　مرد آزاد ہو حقدار غلامی توبہ
مرد آزاد کو آزاد بنانے کے لئے
جلوۂ شاہد مقصود دکھانے کے لئے

بہشتی زیور مکمل مدلل

معہ ضمائم قدیمہ و جدیدہ

(از افاضات)

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مد ظلہ العالی

مع حواشی جدیدہ

جسمیں معتبر علماء کی جماعت سے عربی اردو حواشی کا اضافہ مسائل کی نظر ثانی و صحت شبہات کے جوابات مضامین ترجیح الراجح جدید ترمیمات از حضرت حکیم الامت کے علاوہ اور بہت سے ضروری و مفید امور کا خاص انتظام کیا گیا ہے

کاغذ بہترین، طباعت میں بے نظیر، کتابت میں بے مثل، تصحیح میں (جو ہر دینی کتاب کی جان ہے) علماء عظام نے اس عرق ریزی سے کام لیا ہے جس کی نظیر گذشتہ زمانہ میں تو کیا شاید آئندہ بھی کوئی پیش نہ کر سکے۔
اصلی قیمت ۶؎ رعایتی ۳؎ (علاوہ محصول ڈاک)

ملنے کا پتہ کتب خانہ فخریہ امروہہ گیٹ مراد آباد

چار سو سال کی سیاسیات

٩٩٠ھ تا ١٣٥٧ھ

اور

علماء و اکابر ملت کی
سیاسی خدمات
ملی اور تبلیغی
کارنامے

جذبات، ایثار، قربانیاں
اور مجاہدات
کی تاریخ آجتک
پردہ میں تھی

الحمد للہ

علماء ہند کا شاندار ماضی

نے

سیدنا حضرت مجدد صاحب الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
سیدنا حجۃ الاسلام مولانا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز
کے زمانہ سے دور حاضر تک کے تمام اکابر علماء کی مقدس اور جفاکش زندگی کا پاکیزہ

مرقع بے نقاب کر دیا ہے

کتاب زیر طبع ہے۔ لوگوں کا اشتیاق اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ فرمائشیں آنی شروع ہو گئیں، صفحات تقریباً ایکہزار، کتاب پانچ حصوں پر تقسیم کر دی ہے اور زیادہ سے زیادہ اشاعت اور افادہ کی غرض سے کتاب دو قسم کے کاغذ پر چھاپی گئی ہے قیمت فی حصہ ١٢/ مجموعہ کی قیمت قسم اول ہے قسم دوم عہ پیشگی نصف رقم بھیجنے والوں کیلئے ٢ فی روپیہ کمیشن اور محصولڈاک معاف پیشگی نام درج کرانے والوں کیلئے محصولڈاک معاف

منگانے کا پتہ { کتبخانہ فخریہ امروہہ گیٹ مراد آباد (یوپی)

"مصباح تواریخ"

۱۳۵۸ھ

"از فرمانبردار محمد حسن بدر علوی"

۱۳۵۸ھ

"مبارکبادی سالگرہ نمبر ماہانہ قائد مراد آباد"

۱۳۵۸ھ

"دریکتا سالگرہ نمبر قائد"

۱۳۵۸ھ

قائد کا خداداد سالگرہ نمبر"

۱۳۵۸ھ

"سالگرہ نمبر تحفۂ ماہنامہ قائد"

۱۳۵۸ھ

"سراپا حسن سالگرہ نمبر قائد مراد آباد"

۱۳۵۸ھ

ممدوح آفاق سالگرہ نمبر ماہانہ قائد مراد آباد

۱۳۵۸ھ

"ماہانہ قائد کا عالی نشان سالگرہ نمبر"

۱۳۵۸ھ

"ماہوار قائد مراد آباد کا جان جاں سالگرہ نمبر"

۱۳۵۸ھ

"ماہانہ قائد مراد آباد کا مقبول طبع سالگرہ نمبر"

۱۳۵۸ھ

تحفۂ تہنیت

۱۳۵۸ھ

نمبر خاص سالگرہ طبع چو شد باشان و شکوہ

غنچۂ طبع بدرِ حزیں ہمچو گل خنداں شگفت

ہر مضمونِ "قائد" را گلبن دانش یافت ازاں

در سنِ ہجری تاریخش "باغِ دانش" ہاتف گفت

(۱۳۵۸ھ)

بہترین مادّہائے تاریخ

عیسوی ۱۹۳۹ء

"خیر مقدم سالگرہ نمبر جریدۂ قائد"

عیسوی ۱۹۳۹ء

"تخمین از محمد حسن بدر فاضل دیوبند"

عیسوی ۱۹۳۹ء

"خوب خوب سالگرہ نمبر قائد"

عیسوی ۱۹۳۹ء

"سالگرہ نمبر ماہانہ قائد خرشید"

عیسوی ۱۹۳۹ء

"خوشنوا سالگرہ نمبر قائد مراد آباد"

عیسوی ۱۹۳۹ء

"خوش بہار سالگرہ نمبر ماہانہ قائد"

عیسوی ۱۹۳۹ء

"معدنِ فضل سالگرہ نمبر ماہنامہ قائد"

عیسوی ۱۹۳۹ء

"آفتاب انور سالگرہ نمبر جریدہ ماہوار قائد"

عیسوی ۱۹۳۹ء

فرہنگِ دانش سالگرہ نمبر ماہوار قائد مراد آباد

عیسوی ۱۹۳۹ء

ممتاز سالگرہ نمبر جریدہ ماہوار قائد مراد آباد

عیسوی ۱۹۳۹ء

"ماہانہ قائد مراد آباد کا خدا رکھے سالگرہ نمبر" ۱۹۳۹ سنہ عیسوی

"ماہوار قائد مراد آباد کا نادر روزگار سالگرہ نمبر" ۱۹۳۹ سنہ عیسوی

جریدہ ماہوار قائد مراد آباد کا ابر نوبہار سالگرہ نمبر ۱۹۳۹ سنہ عیسوی

"شاہوار قطعۃ التاریخ"

عیسوی ۱۹۳۹ء

قائد کا سالنامہ ہے دلفریب، اسکو　　　محبوب عام کہئے مطلوب خاص کہیئے

تاریخ عیسوی کی جب فکر بدر نے کی　　　دل نے کہا کہ اسکو "مرغوب خاص" کہیئے

۱۹۳۹ء

"مجیب محمد حسن بدر سنبھلی منشی فاضل"

۱۹۳۹

ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند کا شاندار اجلاس

طلبہ کرام کا جلوس، جھنڈا اور علامہ انور صابری صاحب کی نظم

۳-۴-۵ مارچ ۱۹۳۹ء کو دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کے شاندار اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا عبد الحق صاحب مدنی (مدیر جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی و مدیر قائد عربی) منعقد ہوئے۔ مسٹر جناح کی مخالفت کے اوچھے ہتھیاروں کے باوجود عام جلسوں میں حاضری کا اوسط ۵۴ ہزار رہا۔ مختلف صوبوں سے علماء ہند کی نمائندگی بھی گزشتہ اجلاسوں کی بہ نسبت اس اجلاس میں بہت زیادہ تھی۔

مسلم لیگ اور جمعیۃ علماء کے اجلاسوں کے دیکھنے والے دونوں اجلاسوں میں انتہائی فرق کر سکتے ہیں کہ پٹنہ میں نمائشی شان و شوکت بہت زیادہ اور روپیہ کی فراوانی بہت کافی تھی۔

۶ مارچ کو اوسی پنڈال میں ابنائے قدیم دار العلوم دیوبند کا اجلاس نہایت شان کے ساتھ زیر صدارت حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی صدر مہتمم دار العلوم دیوبند منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ تقریباً ۲ ہزار فرزندان دیوبند کا اجتماع تھا اور جملہ کارپرداز یہی حضرات تھے۔

اولاً لاؤڈ اسپیکر پر صدر استقبالیہ جناب مولانا عبد الحی صاحب شیخ التفسیر جامعہ ملیہ دہلی نے اپنا تحریری خطبہ سنایا۔ آپ دار العلوم دیوبند کے فرزند ہیں۔ اس کے بعد علامہ انور صابری فرزند دار العلوم دیوبند نے اپنی نظم سنائی جو ہدیہ ناظرین ہے۔

خاکسار محمد میاں کو ایک سعادت میسر آئی یعنی محترم مولانا عبد الوحید صاحب صدیقی ناظم شعبہ تنظیم ابنائے قدیم دار العلوم نے پہلی تجویز کا پیش کرنا خاکسار کے سپرد فرمایا جس میں علامہ عثمانی اور مولانا محمد طیب صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا تھا۔ کہ آپ حضرات نے ابنائے قدیم کی تنظیم کی بنیاد قائم کی۔

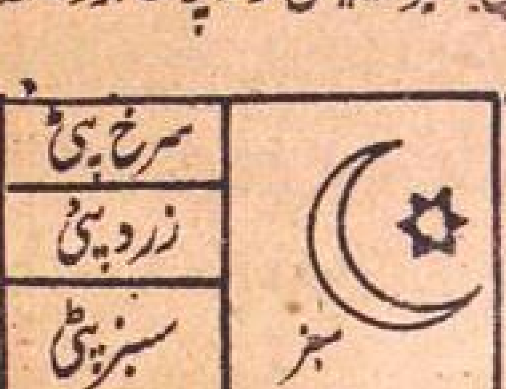
اپنی ناکارگی کا خیال کرتے ہوئے احقر کی نظر میں یہ اچھا شگون نہیں تھا۔ البتہ جب اس خیال سے یہ شگون نیک فال ہو گیا کہ احقر کا نام محمد ہے اور سلسلۂ نسبت کا تعلق بھی اوسی ذات اقدس و اعلیٰ سے ہے جس کے نام پاک کی برکت سے بگڑے ہوئے کام بھی سنور جاتے ہیں۔ اور شقاوت کی جگہ سعادت جلوہ افروز ہونے لگتی ہے۔ جس کا خطاب قدس رحمۃ للعالمین اور رؤف الرحیم ہے۔ اور خوش قسمتی سے وطن عزیز بھی خاک پاک دیوبند ہے۔ جو فی زمانہ علم و ہدیٰ کا سرچشمہ ہے۔

جھنڈا ۔ جمعیۃ العلماء اور ابناء قدیم کے ان اجلاسوں میں یادگار چیز اون کے جھنڈے تھے جو پہلی مرتبہ مخصوص شکل اختیار کر کے سربلند ہوئے۔

جمعیۃ علماء ہند کا جھنڈا مربع تھا جو سفید اور کالی پٹیوں سے جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ کانگرسی جھنڈے میں تین رنگ کی تین پٹیاں ہوتی ہیں مگر اس جھنڈے میں غالباً پانچ پٹیاں سفید اور پانچ کالی تھیں۔ ہر ایک پٹی کا عرض تقریباً ۲ گرہ اور طول تقریباً ۲ گز۔

یہ جھنڈا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس جھنڈے کے نمونہ پر تھا جو آپ نے فتح مکہ کے روز تجویز فرمایا تھا۔ اور گویا اس طرح عرب و عجم۔ کالے اور گورے کو ایک سلسلہ میں منسلک کر دیا تھا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ابناء قدیم دار العلوم کا جھنڈا ۔ دیکھ کر احقر کو بڑی مسرت ہوئی۔ کیونکہ یہ اسی نمونہ پر تھا جو رسالہ قائد کے ٹائٹیل پر تین ماہ تک شائع ہوتا رہا ہے۔ جسکی شکل یہ ہے۔



احقر تو نہیں کہہ سکتا کہ ابناء دار العلوم نے جس وقت یہ جھنڈا اپنے لئے اختیار کیا تو قائد کا ٹائٹیل انکے پیش نظر تھا۔ مگر ہاں ان دونوں خیالوں کی مطابقت احقر کے لیے یقیناً باعث مسرت اور موجب فخر ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

خاکسار نے اس جھنڈے کی تفسیر یہ کی تھی کہ ہم وطن کے وفادار ہیں اور مذہبی رنگت میں رنگے ہوئے۔ نیز ہماری آزادی نہ صرف ہندوستان کی آزادی ہے بلکہ پورے ایشیا کی آزادی ہے۔ جس میں مسلم اکثریت ہندوستان کو سب طرف سے گھیر لیتی ہے۔ اور ایشیائی فیڈریشن سارے ہندوستان کو ایک چیز بنا لیتا ہے۔ خدا کرے یہی تخیل ابناء دار العلوم کے پیش نظر ہو۔

اب اپنے عزیز برادران علومی سے استدعا ہے کہ جب وہ ایک جھنڈا مقرر کر چکے ہیں تو بلا تغیر و تبدل اسکو سربلند رکھنے کی جد وجہد کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

وما ذلک علی اللہ العزیز۔

(محمد میاں)

فرزندانِ دیوبند کے سامنے بربادیِ دہلی کی داستان

از مولانا انور صابری - فاضل دار العلوم دیوبند

فضائے آسمانِ ملتِ بیضا کے سیارو
محمد قاسم نانوتوی کی آنکھ کے تارو

جہاں میں روحِ محمود الحسن کے ناز بردارو
امیر الہند اور شبیر احمد کے جگر پارو

تمہیں افسانۂ بربادیِ دہلی سناتا ہوں،
تمہیں دیوانۂ آزادیِ ملت بناتا ہوں

جہاں اسلام کی عظمت ہوئی برباد وہ دہلی
جہاں روتی ہے خوں چشمِ دلِ ناشاد وہ دہلی

جہاں غم آفریں عہدِ کہن کی یاد وہ دہلی
جہاں تڑپی بہادر شاہ کی اولاد وہ دہلی

وہی دہلی کبھی گہوارۂ تہذیبِ مشرق تھی
زمینِ ہند پر مہ پارۂ تہذیبِ مشرق تھی

بغاوت کی جہاں پہلے پڑی بنیاد وہ دہلی
جہاں پہنی کڑی پہلے ہمیں فساد وہ دہلی

جہاں ٹوٹے طلسمِ نالہ و فریاد وہ دہلی
کہا تھا داغ نے جسکو جہاں آباد وہ دہلی

وہ دہلی! اب تو مسلم کیلئے ویران بستی ہے
جہاں مومن کی خاطر ذلت و خواری و پستی ہے

جہاں پھانسی پہ لٹکے عالمانِ ملتِ بیضا
جہاں اغیار نے لوٹا جہانِ ملتِ بیضا

جہاں اجڑی بہارِ گلستانِ ملتِ بیضا
جہاں بگڑا الشان کاروانِ ملتِ بیضا

وہی دہلی جہاں رَو فیضِ ربانی کی جاری تھی
وہی دہلی کبھی جو مرکزِ فیضانِ باری تھی

نظام الدین محبوبِ الٰہی کا تقاضا ہے
جنابِ قطبِ دیں کے تختِ شاہی کا تقاضا ہے

محدث کی دعاءِ سحر گاہی کا تقاضا ہے
میاں سرمد کے جوشِ بے پناہی کا تقاضا ہے

بدلنا ہے جو رنگِ خاطرِ ناشاد دہلی تو
غلامی سے بچاؤ خطۂ آزاد دہلی تو

منظم تم جو ہو جاؤ تو کل دنیا تمہاری ہے
حکومت دیکھ لو آنکھوں سے ہر اک جا تمہاری ہے

بہارِ گلستانِ جنت الماویٰ تمہاری ہے
حیاتِ جاودانِ ملتِ بیضا تمہاری ہے

مروگے جنگ میں تلوار کی گر چھاؤں کے نیچے
نظر آئے گی آزادی تمہارے پاؤں کے نیچے

نفحۃ العرب

کے متعلق

استاذ العرب والعجم مرجع العلوم والعلماء شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے ارشادات گرامی

"میں نے نفحۃ العرب کا مطالعہ کیا۔ یہ کتاب جناب مولانا الحاج محمد اعزاز علی صاحب شیخ الادب والفقہ دار العلوم دیوبند کی جدید تالیف ہے۔ جس کو دار التالیف والاشاعت مراد آباد نے بسعی تمام طبع وشائع کرایا ہے۔ درحقیقت یہ دار التالیف کا ایک مبارک و مستحسن اقدام ہے۔ ادب عربی کے ابتدائی و متوسط درجہ کے لیے آجتک کوئی ایسی کتاب موجود نہ تھی جسمیں ادبی محاسن کیساتھ اخلاقی، اصلاحی اور تاریخی حیثیت کا بھی لحاظ رکھا گیا ہو۔ اس کتاب میں ان مواد کے جمع کرنے میں مولف نے اپنے حسن انتخاب کا ثبوت دیا ہے وہ ادبی نصاب کی عام کوتاہیوں کے مقابلہ میں قابل صد تحسین و تہنیت ہے۔ سیرۃ نبویہ علیہ التحیۃ والتسلیم وسیرۃ صحابہ کرامؓ (عشرہ مبشرہؓ) وغیرہا کے مبارک عنوانات طلباء میں ادبی قابلیت پیدا کرنے کے ساتھ پاکیزہ اخلاق، بلند معیار خصائل، اسلامی مذہبی جذبات کے محرک دواعی ہیں۔ حصہ نثر کی طرح حصہ نظم بھی پاکیزہ تعلیمات ونصائح وعبر پر مشتمل ہے۔

میرے نزدیک اس کتاب کے شائع ہو جانے کے بعد ہندوستان کے کسی اسلامی وعربی مدرسہ کا اسکے درس سے خالی رہنا ایک مفید شے سے محروم رہنا اور اسکے تعلیمی نصاب میں کوتاہی کی دلیل ہے۔ لہذا مجھے امید ہے کہ دار العلوم دیوبند اور تمام مدارس اسلامیہ جلد سے جلد اس کتاب کو درس ادب کا جزو بناکر اپنے نصاب کو بلند معیار بنانے کی سعی کرینگے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی مولف موصوف کو اس خدمت علمی، مذہبی و اخلاقی کے صلہ میں دونوں جہان میں باکام وشادکام و فائز المرام فرمائے۔ اور تشنگان علوم و اخلاق کو اس منبع فیض سے پوری طرح سیراب فرمائے آمین۔"

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہ

نئی مطبوعات

ماہنامہ الداعی } مرتبہ مولانا عبدالحلیم صاحب فاروقی اور مولانا محمد حسینی۔
مقام اشاعت دارالمبلغین پاٹا نالہ لکھنؤ۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ماہانہ ۵۶ کاغذ طباعت مناسب۔ قیمت سالانہ مبلغ دو روپے۔

یہ ایک مفید علمی اور مذہبی بلند پایہ رسالہ ہے۔ دارالمبلغین لکھنؤ کے ترجمان دعوت کی حیثیت سے امام المناظرین حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کی قلمی اعانت کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ ارکان ادارہ اعلیٰ استعداد و متین حضرات ہیں۔ رسالہ کا طرز تحریر عالمانہ ہے۔ یقین ہے کہ مذہب اور ملت کے لئے یہ رسالہ مفید ثابت ہوگا۔ مسلمانوں کو خاص طور پر اسکا خریدار بنکر دارالمبلغین کی دعوت کو وسعت دینی چاہیئے۔ اور بالخصوص حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کے فیوض سے استفادہ کرنا چاہیئے۔

عالمگیر ہندوؤں کی نظر میں } مصنفہ و مولفہ جناب مولانا محمد ایوب خاں صاحب نجیب آبادی۔ خلف الرشید مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی۔
ملنے کے پتے :۔ مینجر مکتبہ عبرت۔ نجیب آباد یوپی۔ و کتب خانہ فخریہ امروہی دروازہ مراد آباد یوپی
قیمت ایک روپیہ چار آنے (عہ)

مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں صاحب مرحوم و مغفور کی تاریخی مہارت۔ وقت نظر۔ اور بصیرت شہرہ آفاق ہے۔ دورِ حاضرہ کے مورخین آپ کی تاریخی تحقیقات کے مرہون منت ہیں اور آنے والے مورخین آپکے اس احسان کا شکریہ ادا کرتے رہینگے۔

موصوف نے اپنی وفات کے وقت ایک بہترین یادگار چھوڑی۔ وہ موصوف کے فرزند رشید مولانا ایوب خاں صاحب ہیں۔ جو بلا شبہ اپنے والد ماجد کا نمونہ ہیں۔ بلکہ والد ماجد کی جو تمنا میں ادھوری رہ گئیں۔ انکے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ "پدر نتواند پسر تمام کند"

مولانا ایوب صاحب کی سب سے پہلی تاریخی خدمت ایسی شاندار ہے کہ آجتک کے مورخین اپنی آخر عمر تک بھی ایسی خدمت انجام نہیں دے سکے۔

آپ نے عالمگیرؒ کی تاریخ ہندوؤں کی تصانیف اور ان کے تحریری بیانات سے مرتب کی ہے اور ہندوؤں کے تمام اعتراضات کا جواب خود ہندوؤں کی کتابوں سے دیا ہے۔

کتاب کے آٹھ باب ہیں۔ صرف ان کے تذکرہ سے کتاب کی اہمیت اور مولانا موصوف کی انشائی خدمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

باب اول :- اورنگ زیب کے ہمعصر ہندو مورخین اور واقعہ نگار۔ باب دوم اورنگ زیب کا برتاؤ اپنے باپ اور بھائیوں سے۔ باب سوم :- عالمگیر کا برتاؤ سکھوں سے۔ باب چہارم اورنگ زیب کے مذہبی تعصب کی حقیقت۔ باب پنجم اورنگ زیب کی مندر شکنی۔ باب ششم مندروں اور مورتیوں کو ہندوؤں نے زیادہ توڑا یا مسلمانوں نے۔ باب ہفتم عالمگیر کی سلطنت میں ہندوؤں کا حصہ۔ باب ہشتم عالمگیر اور حکومت عالمگیری پر ہندو محققین کی رائے زنی۔

لطف یہ ہے کہ ان تمام عنوانات کو ہندوؤں کی تصانیف سے ہی ثابت کیا گیا ہے۔ اور خوبی یہ ہے کہ ہر ایک مصنف کے متعلق ضروری حالات بھی درج کر دیئے ہیں۔ جس سے یہ کتاب تقریباً پچاس ہندو مورخین کی اجمالی تاریخ بھی ہے۔ کاغذ عمدہ طباعت دیدہ زیب۔ ٹائیٹل خوبصورت۔ صفحات ۱۶۰ قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے۔ محصولڈاک ۴ر مطالعہ کتاب کے بعد آپ بے ساختہ کہہ اٹھیں گے۔

جمادی چند دادم جاں خریدم ۔ بحمد اللہ بسے ارزاں خریدم ۔

پاک زندگی } مصنفہ حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند صفحات ۴۸ سائز ۲۲×۲۰ قیمت ۴ر پتہ منیجر دینی بکڈپو۔ کوچہ ناہر خاں بیت السعید دہلی۔

رسالہ میں عالمانہ مضامین کا نایاب مجموعہ ہے۔ فطرۃ سلیمہ کی صحیح رہنمائی۔ حیات طیبہ رسول اللہ صلعم بر درود شریف۔ اس مختصر رسالہ میں ان تین مضامین کو حضرت مولانا نے جس دلکش پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ہر وہ شخص جو حضرت مولانا سے واقف ہے وہ ان مضامین کی خوبی سے بھی واقف ہوگا۔

صلوٰۃ وسلام } یہ کتاب بھی مولانا احمد سعید صاحب ہی کی تصنیف شدہ ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے فضائل قرآن واحادیث صحیحہ کی روشنی میں عام فہم پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں۔ کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے صفحات ۴۰ سائز ۲۰×۲۲ قیمت (۵ر)

خاکساری فتنہ } المشرقی علی المشرقی۔ خیر جاری۔ مولفات جناب مولانا ابو الضیاء محمد بہاء الحق صاحب قاسمی امرت سری۔ اول الذکر دو کتابوں کے صفحات ۹۰، ۹۰ ہیں اور قیمت ہر ایک کتاب کی تین آنہ ہے۔ آخر الذکر کتاب ۱۹ صفحہ کی ہے قیمت ار علاوہ محصولڈاک۔

پہلی کتاب میں مولف صاحب نے عنایت اللہ مشرقی کے عقائد کفریہ اور اسکی تحریک خاکساری کے

دینی مفاسد اور قبائح کی خود اسی کی تحریرات سے تردید کی ہے۔ دوسری کتاب میں تحریک خاکساری کے خلاف افغانستان، سرحد، ہندوستان کے علمار کے ارشادات اور فتاوی جمع فرمائے ہیں۔
تیسری کتاب میں تحریک خاکساری کے منگھڑت اصول اسلام پر قرآنی آیات کی روشنی میں مختصر مگر اطمینان بخش تبصرہ فرمایا ہے۔

مولف صاحب نے ان کتابوں کو لکھنے کے بعد امت مرحومہ کے لئے خاکساری فتنہ سے بچاؤ کا کافی سامان فراہم فرمایا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ان کتابوں کے مطالعے کے بعد خاکساری تحریک اپنے اصلی خدوخال میں ظاہر ہو جائے گی۔ اور امت مسلمہ جو اپنی لاعلمی اور ناواقفیت کی وجہ سے خدمت خلق کے شوق میں ان دشمنان اسلام کے پھندے میں پھنستی چلی جا رہی ہے اس کے لئے یہ کتابیں راہ نجات ثابت ہونگی۔

ملنے کا پتہ :- پیرزادہ ابوالضیار محمد بہارالحق قاسمی مہتمم دارالتبلیغ قاسمی منزل گلوال دروازہ امرتسر

قاعدہ عربی جدید

معہ طریقہ تعلیم۔ مولفہ مولوی حافظ قاری رحیم الدین صاحب (منشی فاضل) سہارنپوری۔ ملنے کا پتہ :- کتب خانہ سعدیہ و بکڈپو گنج لدھیانہ۔

بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کے لئے اولاً قاعدے پڑھائے جاتے ہیں۔ تاکہ بچہ قرآن کریم کو آسانی سے پڑھ سکے۔ اس سلسلہ میں لوگوں نے مختلف قاعدے لکھے۔ لیکن ہر ایک قاعدہ کوئی زیادہ کارآمد نہیں ثابت ہوا۔ لیکن یہ قاعدہ جو مولانا رحیم الدین صاحب نے اپنے ۳۰ سالہ تجربہ کے بعد تالیف فرمایا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بچوں کے لئے تمام قرآنی مشکلات کو آسان کر دیگا۔ قرآن ہی نہیں بلکہ ہر عربی کتاب کو بچہ تھوڑے سے تامل کے بعد پڑھ سکیگا۔ ہر تختی سے پہلے اسکے پڑھانیکا طریقہ بھی بیان فرمایا ہے۔

درس عبرت

مولفہ مولانا مخدوم ناصر جلالی صاحب دہلوی۔

اس کتاب میں مولف صاحب نے عام فہم اور سلیس پیرایہ میں یہ بتایا ہے کہ پہلے زمانہ کے مسلمان کیسے تھے۔ اور اب مسلمان کس حالت کو پہونچ گئے۔ ہر قوم کے لئے اسلاف کی زندگی مشعل راہ ہوا کرتی ہے خصوصاً مسلمانوں کے لئے خیر القرون کو اپنے سامنے رکھنا دنیاوی اور اخروی فلاح اور نجات کا ذریعہ ہے حقیقۃً مسلمان اگر اپنے اسلاف کے طریقہ پر چلتے تو کبھی ان ادبار میں گرفتار نہ ہوتے۔ جن میں وہ آج گرفتار ہیں اگر اب بھی وہ اپنے اسلاف کے طریقہ کی اتباع کرنے لگیں تو ان میں سے ساری خامیاں ایک ایک کرکے دور ہو جائیں۔ اور انکی زندگی دنیا میں ایک عزیز زندگی ہو اور آخرت میں بھی سرخروئی ہو ہمارے نزدیک مولانا کی یہ کتاب جسمیں گزشتہ زمانہ کے مسلمانوں سے آجکل کے مسلمانوں کا موازنہ کرایا ہے ہر طبقہ کے مسلمانوں کیلئے مفید ثابت ہوگی۔ قیمت ۴؎ صفحات ۱۵۶۔ سائز ۲۲×۱۸ ملنے کا پتہ فرلینی بکڈپو دریا گنج، دہلی۔

انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی

کی

چند مطبوعات

(۱) دی سٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری۔ اس میں تقریباً دو لاکھ انگریزی الفاظ و محاورات کے مترادف اُردو الفاظ و محاورات دیے گئے ہیں۔ یہ بالکل جدید ترین لغت ہے۔ انگریزی زبان میں اب تک جو تازہ ترین اضافے ہوئے ہیں وہ تقریباً تمام کے تمام اس میں آ گئے ہیں۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت عمدہ جلد نہایت خوبصورت، ڈمائی سائز حجم تقریباً ۱۵۰۰ صفحے قیمت سولہ روپے۔

(۲) دی سٹوڈنٹس سٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری۔ یہ بڑی لغت کا اختصار ہے لیکن باوجود اختصار کے بہت جامع ہے صرف متروک اور غریب الفاظ یا بعض ایسی اصطلاحات جس کا تعلق خاص فنون سے ہے اور ادب میں شاذ و نادر استعمال ہوتی ہیں خارج کر دی گئی ہیں۔ یہ ۲۲×۱۸/۸ کے تقریباً پونے پندرہ سو صفحات پر چھپی ہے۔ قیمت پانچ روپے (صہ/)

نمبر	نام کتاب	قیمت	نمبر	نام کتاب	قیمت	نمبر	نام کتاب	قیمت	نمبر	نام کتاب	قیمت
۱	مقالاتِ حالی حصہ اول	للعہ/	۱۳	نکات الشعرا	۴/عہ	۲۵	فلسفۂ جذبات	۸/عہ	۳۶	القول الاظہر	۱۲/
۲	مقالاتِ حالی حصہ دوم	۲/عہ	۱۴	مخزن الشعرا	۴/عہ	۲۶	صرف و نحو اُردو	عہ/	۳۷	جبش واطابیہ	عہ/
۳	باغ و بہار یا قصہ چہار درویش	۸/عہ	۱۵	رہنمایانِ ہند	عہ/	۲۷	قواعدِ اُردو	۸/عہ	۳۸	سب رس یعنی قصۂ حسن و دل	للعہ/
۴	فاؤسٹ	للعہ/	۱۶	امرائے ہنود	۸/سے	۲۸	ارتقا	۸/عہ	۳۹	دیوانِ اثر	۸/عہ
۵	محاسن کلامِ غالب	عہ/	۱۷	البیرونی	۲/عہ	۲۹	بجلی کے کرشمے	۱۲/عہ	۴۰	دیوانِ یقین	۸/عہ
۶	انتخاب کلامِ میر	۸/عہ	۱۸	تاریخ اخلاق یورپ	۸/صہ	۳۰	القمر	عہ/	۴۱	دیوانِ تاباں	۴/عہ
۷	کلیاتِ ولی	صہ/	۱۹	تاریخ دستور حکومتِ ہند	۴/عہ	۳۱	رسالہ علم نباتات	۴/عہ	۴۲	جگ بیتی	۱۴/
۸	اندرونِ ہند	۴/سے	۲۰	حقیقتِ جاپان	۸/سے	۳۲	علم المعیشت	۸/صہ	۴۳	دریائے لطافت	سے/
۹	شکنتلا	۴/عہ	۲۱	تاریخ تمدن	عہ/	۳۳	جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق	سے/	۴۴	دخترِ فرعون	للعہ/
۱۰	خطوطِ شبلی	عہ/	۲۲	طبِ قدیمہ	۱۲/عہ				۴۵	سودا	سے/
۱۱	خطباتِ گارساں دتاسی	صہ/	۲۳	ریاست	صہ/	۳۴	فلسفۂ تعلیم	عہ/	۴۶	گلِ عجائب	۱۰/عہ
۱۲	تاریخ ادبیاتِ ایران	للعہ/	۲۴	مرحوم دہلی کالج	۸/عہ	۳۵	حقیقتِ اسلام	۱۲/	۴۷	تاریخ یونانِ قدیم	۲/عہ

مکمل و مفصل فہرست مطبوعات چھپ چکی ہے۔ طلب کرنے پر بلا قیمت ارسال کی جائے گی۔

انجمن ترقی اُردو (ہند) نئی دہلی

دارالتصنیف والاشاعت مرادآباد کی مطبوعات

ایضاح الادلہ مولفہ سیدنا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ العزیز احناف کی جانب سے اہلحدیث کے اعتراضات کے متعلق علمی موتیوں کا بے نظیر خزانہ ہے الہامی فوائد کا قیمتی ذخیرہ ہے حضرت مولف کا مشہور علم وفضل مضامین کی حسن وخوبی اور استنا کیلئے اعلیٰ شاہد ہے قیمت عمدہ کاغذ ۸؍ معمولی کاغذ ۶؍

النور الفائض علیٰ علم الفرائض مولفہ سیدنا حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند علم فرائض کے اصول کے متعلق بہترین فارسی نظم ہے اسکے یاد کرلینے کے بعد طلبہ اور علماء کیلئے علم فرائض بالکل سہل ہو جاتا ہے قیمت دو آنے ۲؍

اربعین یعنی تصویر اسلام مولفہ حضرت علامہ سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد۔ یہ کتاب تقریباً ڈہائی سو احادیث مقدسہ و چالیس آیات کریمہ پر مشتمل ہے ان احادیث اور روایات سے اسلام کی تمام اخلاقی، اعتقادی اور ایمانی تعلیمات کا نقشہ عام فہم اور سلیس پیرایہ میں کھینچ دیا گیا ہے ہر مسلمان کو اسکا مطالعہ ازبس ضروری ہے قیمت صرف ۶؍

اسلامی تعلیمات کا تبلیغی مرقع مولفہ مولانا سید محمد میاں صاحب۔ یہ ایک خوبصورت نقشہ ہے جو اربعین کی طرح تمام اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہے قرآن پاک کی ۱۸۰ آیات اور تقریباً دو سو احادیث صحیحہ کو حوالہ کتب و صفحات کے ساتھ ایک نقشہ میں جمع کردیا گیا ہے دیوار پر چسپاں کر دیجئے گویا ہر حرف و لفظ آپکے سامنے رہے گا بقول حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند "دریا کو کوزہ میں بھر دیا گیا ہے" ہر مسلمان کے گھر میں اسکا رہنا ضروری ہے اور حسب الارشاد حضرت علامہ مولانا اعزاز علی صاحب ہر مسجد کے امام کو اس کا حصہ یومیہ حاضرین جماعت کو سنا دینا چاہیے قیمت ۲؍ ڈھائی آنہ کے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جائیگا۔

اسلامی تاریخ کی پہلی کتاب عرف ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم معہ عقائد و احکام اسلام" مولفہ مولانا سید محمد میاں صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کلمہ طیبہ کی تشریح اور تفسیر اور عقائد و احکام اسلام کی تعلیم کے متعلق بے نظیر کتاب ہے۔ بچوں اور عورتوں کے لئے بہت زیادہ مفید۔ نہایت خوبصورت چھاپ ہیچی ہے داخل درس کی جاتی ہے۔ جلی خط میں طبع کرائی گئی ہے۔ صفحات ۹۵ قیمت ۳؍

معرفۃ التجوید۔ فن قرات کے متعلق بہترین رسالہ ہے جسکو قرآن کیساتھ بچوں کو پڑھا دینا ضروری ہے قیمت ۱؍ خریداران رسالہ کو ۲ روپیہ کمیشن ہر کتاب پر دیا جائیگا۔

منیجر کتب خانہ فخریہ، شاہی کمپنی امروہہ گیٹ مرادآباد

۷۸۶

چار نکاح کیجیے رجسٹرڈ

دنیا کی حالت کو دیکھتے ہوئے آپ کو میری گذارش مبالغہ آمیز معلوم ہو گی لیکن میں صرف ایک بات کہکر آپکی تمام بدگمانیوں کو دور کئے دیتا ہوں (یعنی لعنت اللہ علی الکاذبین) امید ہے کہ اس آیت قرآنی کو درمیان میں لانے کے بعد آپ میرے بیان کو غلط اور مجھے عام اشتہار بازوں کی طرح لغو گو تصور نہ فرمائینگے اور میں اپنی جرت انگیز ایجاد لطف شباب کے متعلق جو کچھ عرض کروں گا اسے حرف بحرف صحیح تصور فرمائینگے۔

لطفِ شباب یعنی شاہی معجون و طلاء

اس طلاء سے کجی ولاغری دور ہو کر ہمواری و یکسانگی پیدا ہو جاتی ہے اور اصلی قوت عود کر آتی ہے تمام رگ و پٹھوں کو اسقدر طاقت بخشتا ہے جسکا بیان نہیں ہو سکتا معجون طلاء سے بدن میں غیر معمولی طاقت پیدا ہو جاتی ہے خون صالح پیدا ہو کر رنگ نکھرتا ہے غلط کاریوں اور شرمناک حرکات سے جو عوارض پیدا ہو گئے ہیں انکے استعمال سے رفع ہو جاتے ہیں وہ لمبیں نئی امنگ دماغ میں نئی جولانی اعضاء میں نئی روح پیدا ہو جاتی ہے اور قوت تولید کی ایسی کثرت ہوتی ہے کہ محو شوار ہو جاتا ہے

اخبار الضاری کی رائے

حکیم مولوی نظیر علی لکھنوی امراض مردانہ کے علاج میں کافی شہرت رکھتے ہیں آپکے پاس ایسے مریضوں کے بیسیوں خطوط ہیں جو آپکی دوا سے صحتیاب ہو چکے ہیں آپکے مجربات میں لطف شباب ... خاص دوا ہے حکیم صاحب ایک عرصہ سے طبی حلقوں میں شہرت رکھتے ہیں

جناب مولانا زاہد القادری

صاحب ایڈیٹر روشنی کی رائے

حکیم مولوی نظیر علی صاحب ایک مشہور طبیب اور حاذق معالج ہیں اور ہندوستان کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں آپکی دواؤں کی شہرت نہ ہو میں نے بمبئی کاٹھیاواڑ اور دہلی کے معزز آدمیوں سے آپکی دوا کی تعریف سنی ہیں اور میرے بعض احباب نے بھی آپکی دواؤں کو استعمال کیا ہے ان کا بیان ہے کہ لطف شباب عجیب ہی نہایت زود اثر دوائیں ہیں جن اشخاص نے اپنی غلط کاریوں کے باعث زندگی کو تباہ کر لیا ہے ان کیلئے حکیم صاحب کی دوائیں آخری پیام صحت ہیں حاجتمند اصحاب طلب فرما کر فائدہ حاصل کریں۔

جناب حکیم محمد یوسف حسن صاحب

ایڈیٹر نیرنگ خیال تحریر فرماتے ہیں کہ حکیم نظیر علی صاحب کی ادویات واقعی مفید ثابت ہو رہی ہیں اور بڑی محنت و جانفشانی سے نسخے تیار کرتے ہیں اور امراض مردانہ کا علاج کرنے میں بہت کامیاب ہیں"

نائب مدیر الامان کی رائے

حکیم مولوی نظیر علی صاحب نے اپنے لوگوں کیلئے جو مادہ تولید کو غلط طریقوں سے ضائع کرکے اپنی زندگی تباہ و برباد کر چکے ہوں اور لطف زندگی اٹھانے سے مجبور ہوں یہ زود اثر اور اکسیر دوائیاں نہایت جانفشانی سے تیار کی ہیں ہم نے حکیم صاحب کے پاس بیسیوں خطوط دیکھے ہیں جو ان اصحاب نے بھیجے جو فائدہ حاصل کر چکے ہیں

رسالہ کہکشاں کی رائے

حکیم مولوی نظیر علی لکھنوی ایک کہنہ مشق طبیب اور تجربہ کار ہیں فن میں آپکی ایجاد کردہ معجون لطف شباب مردانہ امراض دور کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے

[illegible]

قیمت مکمل بکس (۱۴ یوم کی دوا) چار روپے محصولڈاک ۸ ہر دوا ہر موسم میں استعمال کی جاتی ہے۔ نوٹ یہ طلاء بالکل بے ضرر صرف ... منٹ مالش کرنا کافی ہے پانی وغیرہ باندھنے کی زحمت نہیں۔ اشتہار کا کل مضمون رجسٹرڈ ہے

حکیم مولوی نظیر علی (لکھنوی) موری گیٹ پوسٹ بکس ۱۴۵ دہلی